شرح قصیدۂ نور

از قلم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

شارح

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

ناشر

برکاتی پبلشرز

نور مینشن، کھڈہ مارکیٹ، کراچی۔ فون: 7626370

۴۸۶
۹۲

الحقائق فی شرح الحدائق

المعروف

شرح حدائق بخشش جلد ۱۴

عرف قصیدۂ نور شریف

تصنیف

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
بہاولپور

باہتمام
بین الاقوامی شہرت یافتہ مداح الرسول الحاج محمد اویس رضا قادری
اویسی صاحب زاد شرفہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- شرح حدائق بخشش (قصیدۂ نور)

مصنف ---------- حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب
مدظلہ عالی

تعداد ---------- ۱۲۰۰ بارہ سو

صفحات ---------- ۴۷۲ چار سو بہتر

ہدیہ ----------

ناشر ---------- برکاتی پبلشرز کراچی

ملنے کے پتے

برکاتی پبلشرز۔ نیک محمد بلڈنگ پہلی منزل کھارادر کراچی

ضیاء الدین پبلیکیشنز نزد شہید مسجد کھارادر کراچی

مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی

مکتبہ اہلسنت پرانی سبزی منڈی کراچی

مکتبہ قاسمیہ حیدرآباد سندھ

انتساب

بنام

بین الاقوامی شہرت یافتہ مداح الرسول حضرت الحاج
محمد اویس رضا قادری اویسی زاد
جن کی

مساعی جمیلہ سے گمشدہ شرح قصیدہ نور شریف کو مسلسل
بڑی جدو جہد سے منظر عام پہ لائے (فجزاہ اللہ تعالےٰ خیر الجزاء ابجاء)

امام الانبیا حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ
بہاولپور۔ پاکستان

۱۵ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ بروز جمعتہ المبارک

حکیم اہلسنّت حضرت حکیم اہلسنّت الحاج محمد موسیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انوارِ عقیدت کا پیشِ لفظ لکھا۔ بطور تبرک شروع میں لکھا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

از جناب حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کے کارنامے نیّرِ تاباں کی طرح درخشاں ہیں۔ مذہب حقہ، اہلِ سنّت وجماعت کے لئے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ وہ سرکارِ دوجہاں، سید الانبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کے عاشقِ صادق تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں عشق ومحبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جاگزیں کرنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر رکھا تھا۔ اسی عشق ومحبت کے والہانہ جذبات کے اظہار کے لئے انہوں نے رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وتوصیف میں کئی نورانی قصائد لکھے اور اس بیکس پناہ میں نعت کی صورت میں کئی دُرِّ شہوار نذر گزرانے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تمام رضوی نذرانے سرکارِ ابد قرار میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج نعماتِ رضا ایک عالم میں گونج رہا ہے اور نعت گو شعراء نے اس میدان میں وہ جوہر دکھائے ہیں کہ اردو کے نعتیہ ادب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

(انوارِ عقیدت صـ۳)

تاثرات

از، حضرت علامہ الحاج پروفیسر (ر) منشاد علی خلیفہ مجاز
حضرت سید پیر جماعت علی محدث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
نزد غوثیہ مسجد۔ ون یونٹ کالونی بہاولپور۔ پاکستان

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ آپ ہر باطل سے جدا مسلک اہلسنت وجماعت طریق سلف صالحین پر گامزن ہیں ۔ مدت دراز سے دینی اور علمی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ درس وتدریس، تقریر وتحریر آپ کا شب و روز مشغلہ ہے۔ آپ کی تصانیف بہت کثیر تعداد میں شائع ہو چکی ہیں سالہا سال سے حرمین شریفین کی حاضری اور خاص مسجد نبوی شریف میں رمضان مبارک میں اعتکاف کی سعادت آپ کو حاصل ہے۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم وعدہ خداوندی کے مطابق آپ کو ہر جگہ مناظروں میں فتح نصیب ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شمع روشن فرمائی حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی اسی سے ہر طرف اجالا کر رہے ہیں۔ آپ کے فیوض و برکات ہمیشہ جاری وساری رہیں (آمین)

منشاد علی

بہاولپور۔ ۲۳ مارچ سنہ ۲۰۰۳ء

شکریہ نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فقیر اویسی غفرلہ نے ابتداً صرف چار جلدوں کا خاکہ ذہن میں رکھ شرح حدائق بخشش کا آغاز کیا لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی روحانیت کے تصرف سے بڑھتے بڑھتے آپ کے یوم وصال کے مطابق پچیس جلدوں کا مجموعہ تیار ہوگیا۔ لیکن طباعت کے مراحل میرے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اس کا حل بھی ہوگیا کہ مختلف ادارے ایک ایک دو دو جلدیں شائع کرنے لگے شرح قصیدہ نور شریف اور شرح شجرہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ۱۴/۱۵ جلدیں بھی معرض وجود میں آنے کو بعجلت تیار تھیں کہ تقدیر ربانی نے انہیں گوشۂ گمنامی میں ڈالدیا۔ خدا بھلا کرے بین الاقوامی مداح الرسول الحاج محمد اویس رضا صاحب مدظلہ قادری، اویسی کراچی باب المدینہ پاکستان کا جنہوں نے انہی دو جلدوں کو گوشۂ گمنامی سے منظر عام پر جلوہ گری کے نہ صرف اسباب باہم پہنچائے بلکہ ان کی جملہ اشاعت اپنے ذمہ لگائی فجزاہ اللّٰہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

یاد رہے کہ موصوف نے گزشتہ سال سے تاحال اپنی جیب خاص سے پچاس تصانیف اویسی کی اشاعت فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی اس کار خیر کا عزم بالجزم رکھتے ہیں اور فقیر نے مسجد سیرانی کی تعمیر نو کے کام کا آغاز کیا ہے تو اس کی تعمیر کی تکمیل کے لئے مخاصی تگ ودو فرماتے ہیں اللّٰہ تعالےٰ

انہیں اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب و کامران فرمائے آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

یہ چند سطور اس لئے لکھی ہیں تاکہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ پر عمل کی سعادت نصیب ہو

از من دعا و جملہ احبا آمین۔

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور پاکستان

۱۵ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

اظہارِ عقیدت

از : پروفیسر علامہ الحاج غلام مصطفےٰ صاحب مجددی
شکر گڑھ (پاکستان)

اویسی نسبتوں والا سراپا فیض احمد کا
ضیاء تقسیم کرتا ہے اُجالا فیض احمد کا
نظر مسرور، جاں پُر سوز، دل پُر نور الفت سے
تصوّر میں بسا رہتا ہے نقشہ فیض احمد کا
خدا کے فیض سے فیضاں ملا ہے فیض احمد کو
کہ فیضاں ہے زمانے میں انوکھا فیض احمد کا
قلم مصروف ہے دینِ مبیں کی پاسبانی میں
ذہن مشغول مدحت میں ہمیشہ فیض احمد کا
اُویسیت بھی، رضویت بھی حاصل قادریت بھی
بلندی پر چمکتا ہے ستارا فیض احمد کا
عرب کے ریگزاروں میں عجم کے گلستانوں میں
خدا کے فضل سے دیکھا ہے شہرہ فیض احمد کا

اِسے محکم کیا ہے دین کے محکم نے دنیا میں
غلامِ زار بھی دیکھا ہے شیدا فیض احمد کا

(غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے شکر گڑھ)

فیضِ مجسّم

اے صاحبِ قرطاس و قلم، فیضِ مجسّم
واللہ، تیرا نام ہے اِک کوششِ پیہم
زندہ ہے ترے دل میں شہِ قرن کی الفت
قائم ہے ترے سر پہ سلا دامنِ محکم
سیرت میں تری خُلقِ پیمبر کے نظارے
طاری ہے تری خلق پر ایماں کا عالم
تو شیخِ مجدد کا وفادار سپاہی
ہاتھوں میں ترے شاہِ بریلی کا ہے پرچم

تُو پیکرِ اسرارِ دروں، تابشِ عرفاں
تُو نغمہ لاہوت کی آوازِ دمادم

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے
شکر گڑھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

فقیر قادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

مقدّمہ

شرح قصیدہ نور سے پہلے ایک مقدمہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ قصیدہ نور کے علمی حقائق قارئین کے اذہان میں مکمل طور پر جاگزیں ہوں۔

قصیدہ نور کا شان ورود | جناب ڈاکٹر محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں کہ اسی سال ۱۳۱۵ھ میں فاضل بریلوی نے حضرت شاہ ابو الحسین نوری میاں مارہروی کی شان میں قصیدہ نوری باسم تاریخی "مشرقستان قدس" لکھا۔ مذاق میاں بدایونی کے حلقہ کی طرف سے اس قصیدہ پر فنی و عروضی اعتراض کئے گئے اور ایک کتابچہ "مراۃ الغیب" کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا علی محمد خان اسیر بدایونی (ف ۱۹۲۷ء) نے مراۃ الغیب کے جواب اور مشرقستان قدس کی تائید میں ایک رسالہ مشرقستان اقدس لکھا جو مولوی نواب سلطان احمد خان بریلوی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا شعر ہے۔

ماہ سیما ہے احمد نوری
مہر جلوہ ہے احمد نوری

بعض لوگوں نے کچھ لگائی بجھائی کی تھی جس کے نتیجہ میں قصیدہ لکھا گیا تھا چنانچہ درج ذیل اشعار میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

میرے حق میں مخالفوں کی نہ سُن
حق یہ میرا ہے احمد نوری
تو ہنسا دے کر نفس بدنے ستم
خون رولایا ہے احمد نوری

اس قصیدۂ نوری کے تتبع میں بدایوں کے دو بزرگ حاجی عطا محمد عطا بدایونی اور محمد نبی سوز بدایونی نے بھی حضرت نوری میاں کی شان میں قصیدے لکھے تھے اول الذکر قصیدہ ہماری نظر سے گزرا ہے۔

۱۳۱۷ھ میں فاضل بریلوی نے اپنا مشہور قصیدہ نور لکھا جس کا پہلا شعر

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور آخری شعر ہے۔

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

سب سے پہلے یہ قصیدہ عرس قادری بدایوں میں ۵ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ کو پڑھا گیا۔ جس میں ہندوستان کے نامور علما اور مشائخ مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا وصی احمد محدث، مولانا ہادی، خاں سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول، شاہ محمد فاخر الہ آبادی، مولانا عبدالصمد سہوانی، شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، شاہ تجمل حسین شاہجہانپوری وغیرہ موجود تھے۔ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں صدر مشائخ تھے۔ حضرت فاضل بریلوی بھی تشریف فرما تھے بدایوں کے مشہور نعت خواں حبیب قادری مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں قصیدہ نور پڑھا لوگ بیان کرتے تھے کہ محفل سراپا نور بن گئی۔ ایک ایک

شعر چار چار پانچ پانچ مرتبہ پڑھا گیا۔ کیف و سرور کی ایک کیفیت برپا تھی، تحسین و آفرین کے نعرے تھے۔ دس بجے یہ قصیدہ شروع ہوا اور قبل ظہر ختم ہوا۔

حضرت شاہ احمد نوری قدس سرہ نے جو گردن جھکائے مراقب نظر آرہے تھے گردن اٹھائی اور دست بدعا ہوئے۔ حضرت بریلوی والہانہ انداز سے ساتھ اٹھے اور بے ساختہ چیخ نکلی۔

(معارف رضا کراچی شمارہ ۱۴۱۴ھ)

فائدہ مولانا علی احمد خاں نے اس پر بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ نور لکھا تھا جو اسی روز رات کو بعد اختتام وعظ پڑھا گیا۔ اس قصیدہ کا مطلع ہے۔

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا
بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانہ نور کا

قصیدہ کا اختتام اس طرح ہوا۔

ہوں میں مقلد رضا کا اس زمین نور میں
میں نے بھی جاگیر میں پایا علاقہ نور کا
دو جہاں میں رات دن یا رب رضا کے ساتھ ساتھ
بہر ذوالنورین رکھنا ہم پہ سایہ نور کا
نور کی بارش جھما جھم ہوتی آتی ہے اس پر
نو رضا کے ساتھ بڑھ کر تم بھی حصہ نور کا

اس قصیدہ کی بھی خوب دھوم رہی۔

حاجی عبدالجامع جامی بدایونی (۱۹۶۵ء) بدایوں کے ثقہ شاعر اور مرفہ الحال

بزرگ تھے ان کے والد گرامی حضرت عبدالقدیر، حضرت شاہ آل رسول مارہروی کے خاص مرید تھے۔ چنانچہ حضرت کے تضمین پر حاجی عبدالقدیر جو مرثیہ باسم تاریخی "مرثیہ آل رسول مقبولہ الہ (۱۲۹۶ھ) لکھا ہے اور المطابع نظیر طبع بزرگ (بدایوں) سے شائع ہوا ہے۔ حاجی صاحب کا بیان ہے کہ والد صاحب اس مرثیہ کو مولانا احمد رضا خان بریلوی کو دکھانے کے بعد شائع کیا ہے۔

اسی وقت ایک مرثیہ باسم تاریخی، مرثیہ قطب زمانہ آل رسول" منظومہ غلام غوث المتخلص وحشت مذاقی (مطبوعہ احمد المطابع دہلی، ۱۲۹۶) بھی شائع ہوا ہے مگر اول الذکر کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔

شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہوگا کہ مولانا ضیاء الدین بدایونی مرحوم (ف ۱۹۷۰ء) نے بھی اسی زمین میں ایک قصیدہ ۱۳۷۶ھ میں باسم تاریخی "نور خورشید" لکھا جس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں۔

ہے منور نور سے قبر رضا قبر اسیر
ان کے صدقے یہ قصیدہ بھی ہو سارا نور کا

اے عرب کے چاند چمکا دے مری لوح جبیں
ہو ضیا کو پھر مدینہ میں نظارا نور کا

اجمال کے بعد تفصیل

ڈاکٹر محمد ایوب نے اختصار سے کام لیا ہے۔ درحقیقت یہ ایک پُر کیف اعلیٰ داستان ہے۔ جسے حضرت علامہ ضیا القادری صاحب نے تفصیل سے لکھا ہے ان کے قلم سے قصیدہ نور کا شان نزول پڑھیئے۔

ہزار ہزار حمد و ثنا و شکر و سپاس اس نورِ مطلق کی جلوہ گاہ تجلیات ہیں جس کو قرآن مبین میں اللہ نور السمٰوٰت والارض کے اسم نورانی کے ساتھ یاد دلایا گیا اور ہزاراں ہزار درود و سلام اس نورِ مجسم نیرِ اعظم مہرِ عرب ماہ عجم آفتاب بدر شمس السماء بدر الدجیٰ مسند آرائے عرش ربّ العلا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ انور پر جس کو خالق حسن و جمال نے کہیں لقد جاءکم من اللہ نور کہیں شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا و داعیًا الی اللہ باذنہٖ و سراجًا منیرًا کے روشن خطاب سے یاد فرمایا۔ حضور سراپا نور علیہ التحیۃ والثناء توحید و اسلام کے انوار سے عالم رنگ و بو کا مقدر جگمگایا۔ ظلمت کدوں میں چراغ توحید جلایا۔ فصحاء عرب کو نطق نورانی عطا فرمایا۔ حضرت حسان، حضرت کعب، حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کے ذوقِ شعر و ادب کو چار چاند لگائے۔ مسجد نبوی میں ان اصحاب جلیل سے اپنے نعت و مناقب کے اشعار خود بہ نفس نفیس سنے ان کے حق میں دعائے مغفرت و برکت فرمائی۔ بعض مواقع پر اپنی رِدائے مبارک عطا فرما کر اِن مداحین دربارِ نبوت کی عزت افزائی فرمائی ان روشن واقعات کی موجودگی میں صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی مدح و ثنا سننا محبوب تھا۔ اصحاب کرام میں بعض حضرات کا مذاق شعر و ادب نہایت بلند تھا۔

فارسی شعرا نے ہمیشہ حمد و نعت کو نہایت مخصوص طور پر اپنے کلام اور اور اپنے دیوانوں کی مقبولیت کا شاہکار بنا کر عنوان دیوان قرار دیا۔ فارسی شعرا میں عارف نامی حضرت مولانا جامی قدس سرہٗ السامی کو دربار نبوت سے خلعت قبولیت عطا ہوا۔

اُردو شعرا میں اگر ایک طرف حضرات انیس و دبیر و منیر و دیگر مرثیہ گو حضرات نے مدح و مناقب کو معراج کمال تک پہنچایا تو دوسری جانب حضرات امیر مینائی، محسن کاکوروی، رضوان مراد آبادی، رضا سندیلوی، حافظ پیلی بھیتی شاد عظیم آبادی، لطف، حسن، رضا بریلوی، اسیر، شرر، حامد، مذاق، لطف بدایونی نے نعت و مناقب میں غیر فانی شہرت حاصل کی اور اہل ایمان کو محبت و عقیدت حضور محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب و اہل بیت و ائمہ و اولیائے مسلطین کا درس دیا۔ دور حاضرہ میں ہندوستان و پاکستان کے اندر یادگار بزرگان سلف حجۃ الخلف حضرت قبلہ لسان الحسان شاعر اعظم امامت حسان پاکستان استاذ الشعرا حضرت استاذی ملاذی مولانا شاہ ضیاء القادری البدایونی دام ظلہم الاقدس کی ذات گرامی قابل ہزار نازش و افتخار ہے۔ جن کی ساری عمر حمد و نعت و مناقب ہی میں گزری۔ ہزاروں شعرا حضرت قبلہ کے فیض کلام سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ مدتوں خصوصیت کے ساتھ نعت گو شعرا کے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

گزشتہ محرم کی مجالس پڑھنے کے لیے منجملہ دیگر علماء کرام کے حضرت شیر پنجاب عالم بے نظیر واعظ خوش تقریر مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب قبلہ مدیر ماہنامہ ماہ طیبہ سیالکوٹ آپ تشریف فرما۔۔۔ کراچی ہوئے تھے آپ نے ماہ طیبہ کے میلاد نمبر کے لیے شعراء محترم کو دعوت دی۔ مصرعہ طرح شائع فرمایا۔

مصرعہ:- "باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا"

اور ماہ طیبہ کے ذریعہ پانچ پانچ شعر طلب فرمائے۔ راقم الحروف اور دیگر تلامذہ حضرت قبلہ نے برادر گرامی حضرت مختار صاحب اجمیری کی تحریک پر اشعار لکھے اور حضرت قبلہ کے سامنے اصلاح کے لیے پیش فرمائے۔ یہ

عاجز بدایوں میں اکثر اپنی جماعت کے ساتھ محافل میلاد شریف میں اعلحضرت رضا بریلوی اور حضرت اسیر بدایونی رحمۃ اللہ علیہما کے قصائد پد نور کے چند اشعار برسوں پڑھتا رہا ہے بدایوں کے دیگر نعت خواں حضرات بھی انہیں دونوں بزرگوں کے قصائد نور کے اشعار پڑھتے ہیں جضرت قبلہ نے ہم لوگوں کے اشعار دیکھ کر فرمایا کہ میاں ہمیں تو آج تک یہ واہمہ بھی پیدا نہ ہوا کہ اپنے دو واجب التعظیم بزرگوں کے نوری قصائد کی موجودگی میں خود کچھ لکھنے کی جسارت کریں مگر آپ لوگوں کی جرأت قابل حیرت ہے کہ ایسے جلیل القدر شعراءؒ کے کلام کے سامنے اپنے چند چند اشعار پیش کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ اُن نورانی قصائد کے انوار سے تمہارے قلوب کو منور فرمائے۔

اس کے بعد حضرت قبلہ نے ان دونوں قصائد کا آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں آپ سے ساٹھ سال پیشتر پڑھا جانا اور مجمع کے تاثرات کا اظہار فرمایا میں نے درخواست کی کہ سرکار اپنے قلم سے اُس مبارک موقع کے حالات تحریر فرما دیں اور حضور بھی کچھ اشعار نور کی زمین میں ہمارے دل و دماغ منور کرنے کے لیے ارشاد فرما دیں اور حضرت اقدس مولانا شاہ اسیر قادری رحمۃ اللہ علیہ بدایونی کا قصیدہ مرحمت فرمائیں تاکہ بطور یادگار ربیع الاول شریف ہم ان قصاید کو طبع کرائیں۔ ہماری درخواست قبول ہوئی۔ ناظرین کرام حضرت قبلہ کی زبان قلم سے آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا وہ نورانی منظر سماعت فرمائیں۔

رئیس صدیقی قادری ضیائی بدایونی

میں نے محفل میں سنا ہے ہر قصیدہ نور کا
ہے مرے پیشِ نظر اب تک وہ نقشہ کا

یاد ایامیکہ درمے خانہ منزل داشتم
جام مے بر دست ساقی بالمقابل داشتم
قصہ کوتاہ از حصول فیض پیر مے فروش
بود حاصل ہر تمنائیکہ در دل داشتم

میخانہ بغداد کے مست ساقی کی جلوہ گاہ جس کو ہم میر نجف کے متوالے ساقی چشت وعراق کے بادہ گسار صدیوں سے آستانہ عالیہ قادریہ کے نام سے یاد کرتے ہیں اور لاکھوں معین قادری اس مقدس آستانہ کو بہشت عقیدت سمجھتے ہیں۔ یہ آستانہ مبارک بغداد وچشت کربلا و نجف مکہ و مدینہ کے فیوض باطنی کا مرکز ہے۔ یہاں عرس قادری کے نام سے ہر سال عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے۔ ایام عرس شریف میں در و بام سے ایک صدا گونجتی ہے۔

ہمنام غوث پاک ہے دولہا بنا ہوا
ہے قادری فقیروں کا میلہ لگا ہوا

ہندوستان کے تمام اعراس میں عرس قادری کو ہی یہ انفرادی خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں تمام شرعی اداب ملحوظ رکھے جاتے ہیں۔ ہندوستان کے مشہور ومعروف علماء و مشائخ اپنے مواعظ حسنہ سے حاضرین کو مستفیض فرماتے ہیں۔ میں اب سے ساٹھ سال پیشتر کی ایک نورانی مجلس کا جو آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف میں بسلسلۂ عرس سالانہ حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ معین الحق فضل رسول القادری القرشی ہو رہی تھی تذکرہ کر رہا ہوں۔ یہ عرس شریف اس زمانہ میں یکم تا تیرہ جمادی الثانی ایک ہفتہ تک نہایت عظیم الشان پیمانہ پہ ہوتا تھا۔ اعلیحضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ مظہر حق عبدالقادر النعمانی سیدنا فقیر نواز فقیر قادری البدایونی

علیہ الرحمۃ سجادہ نشین اور حضرت مولانا شہید مرحوم حکیم شاہ عبد القیوم القادری قدس سرہٗ مہتمم عرس شریف ہیں۔ ۵۔ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ ہجری ہے۔ خوشگوار گرمی کا موسم ہے۔ آستانہ عالیہ قادریہ میں مولانا ہادی علی خان لکھنوی علیہ الرحمۃ کا شہادت کا بیان ہو چکا ہے۔ مسند علماء و مشائخ پر اکابر عظماء رونق افروز ہیں۔ ایک در میں گاؤ تکیہ سے پشت لگائے صدر خانوادہ قادریہ مسند نشین آستانہ برکاتیہ نور مجسم فیض ہمہ تن فرزند محبوب ذوالمنن قطب الزمن حضرت سیدنا ابوالحسن قبلہ احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ جلوہ فرما ہیں۔ صحن درگاہ معلی میں ہم شبیہہ غوث الثقلین سیدنا شاہ علی حسین اشرفی میاں، حضرت مولانا شیخ المشائخ سیدنا شاہ تجمل حسین جمن میاں شاہ جہانپوری حضرت سید شاہ فخر عالم قادری حضرت نوشہ میاں قادری چشتی سنبھلی، حضرت سجادہ نشین آستانہ قادریہ رزاقیہ بانسہ شریف.... حضرت سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف، حضرت مولانا حافظ سید شاہ عبد الصمد مودودی چشتی حافظ صحیح بخاری سہسوان، حضرت مولانا مجدد مائۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی، حضرت مولانا سید شاہ احمد اشرف سمنانی کچھوچھوی، حضرت مولانا شاہ محمد فاخرہ بیخود اجلی الٰہ آبادی، حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی۔ مولانا ہادی علی خان سیتاپوری، مولانا ہدایت رسول لکھنوی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نیز مارہرہ شریف، بریلی، بدایوں، پیلی بھیت، وغیرہ کے اکابر علماء و ادباء و شعراء موجود ہیں۔ شہادت کا وعظ جس میں تضرع و زاری کا خصوصی کیف سامعین پر طاری تھا ختم ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت شہید مرحوم مولانا شاہ عبد القیوم منتظم عرس شریف اعلیٰ حضرت سیدنا فقیر نواز فقیر قادری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو حسب عادت کریمہ سفید چادر اوڑھے دروازہ آستانہ عالیہ پر ایستادہ تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نعت شریف پڑھنے والی ایک جماعت

کو ہمراہ لیے ہوئے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ ان کو تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی اور خود مجمع کو مخاطب فرمایا۔ اعلان کیا کہ تمام حضرات سکون واطمینان سے تشریف رکھیں، ہمارے شہر کے مشہور نعت خواں حافظ عبدالحبیب قادری حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا صاحب کی تو تصنیف قصیدہ نور پڑھیں گے ارباب ذوق اس نورانی قصیدہ کو طمانیت قلب کے ساتھ سن کر انشاءاللہ المجید بیحد کیف اندوز ہوں گے۔

حافظ عبدالحبیب قادری مرحوم مولوی محلہ بدایوں کے معزز طبقہ کے فرد تھے، مرو سے میں ملازم نہایت خوش گلو تھے بڑی پاٹ دار آواز تھی۔ شہر میں بے حد مقبول تھے۔

آپ نے پیش خوانی میں حمد

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

اور اُردو کی نظمیں پڑھیں۔ اس کے بعد اعلحضرت علیہ الرحمۃ کا مشہور قصیدہ نورانی یعنی جو

صبح طیبہ میں ہوتی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

پڑھنا شروع کیا۔ ایک خاص بات عرض کر دوں۔ آج کل درگاہ معلی کا صحن مسقف ہے ڈاٹ لنٹر وغیرہ کی چھت ہے۔ اس زمانہ میں صحن کھلا ہوا تھا۔ سرخ رنگ کا نہایت حسین خوشنما شامیانہ صحن پر تنا ہوا تھا۔ ۱۰ بجے دن کے بعد قصیدہ نور شروع ہوا تھا۔ صحن درگاہ تمام مقدس نورانی بزرگوں سے بھرا ہوا تھا آفتاب کی شعاعیں سرخ شامیانہ سے چھن چھن کر نعت خوانوں کے لیے درمن

اور حاضرین کے رُخ ہائے روشن کو چومنے میں مصروف تھیں۔ شامیانہ سے نور چھن رہا تھا۔ در و دیوار سے نور نور کا نغمہ بلند تھا۔ علما و مشائخ ادبا و شعرا حاضرین محفل کیف و سرور کے عالم میں سبحٰن اللہ و صلِّ علیٰ کے مودبانہ تحسین و آفرین میں مشغول تھے۔ ایک ایک شعر چار چار پانچ پانچ بار پڑھوایا جا رہا تھا۔ ہر شخص پر وجد طاری تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انوار الٰہی کی بارش ہو رہی ہے حافظ حبیب صاحب نے پورا قصیدہ صاحب عرس کے حضور اور مصنف قصیدہ کی موجودگی میں پڑھا اور ایک بجے کے قریب ختم کیا۔ جس وقت حافظ صاحب نے مقطع پڑھا۔

اے رضاؔ یہ احمد نوری کا سارا فیض ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

حضرت سیدنا شاہ احمد نوری قدس سرہٗ نے جو گردن جھکائے ہوئے مراقب نظر آ رہے تھے گردن مبارک بلند فرمائی۔ دست دعا اٹھائے حضرت بریلوی والہانہ انداز کے ساتھ اُٹھے زبان سے چیخ نکلی اور حضرت میاں صاحب قبلہ کے زانوئے اقدس پر سر رکھ دیا۔

حضرت شہید ملت علیہ الرحمۃ نے حضرت فاضل بریلوی کو مبارکباد دی۔ سُبْحَانَ اللہ۔ کیسی عظیم و مبارک محفل کیسے عظیم و مبارک اکابر علما و مشائخ (رحمہم اللہ) کی موجودگی اور کیسا عظیم و مبارک قصیدہ اور روح پرور نظارہ ہے۔ قصیدۂ نور کی یہ عظمت و مقبولیت یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور اس کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خصوصی نظر عنایت ہے۔ جو اس کے مصنف اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی محبوبیت و مقبولیت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللہِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ

(نوٹ) یہ مضمون استاذ الشعراء مولانا شاہ یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ بدایونی کا خود نوشت ہے" جسے فقیرؔ نے معارف رضا کراچی اور انوار عقیدت مطبوعہ مکتبہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ سے لیا ہے اس نذرانہ عقیدت کی مذکورہ بالا نورانی محفل کے عنوان کے ابتدا میں لکھا ہے

میں نے محفل میں سنا ہے یہ قصیدہ نور کا
ہے مرے پیش اب تک وہ نقشہ نور کا

حضرت ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ

اس بیان کو تقریباً ایک صدی بیت گئی۔ خود حضرت ضیاء القادری رحمۃ اللہ علیہ اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قصیدۂ نور شریف کے اختتام پر حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے محفل میں اعلان فرمایا کہ حضرات آپ کے قلوب فاضل بریلوی کے نورانی قصیدۂ نے یقیناً منور فرمائے اب میں آپ کو دوسری خوشخبری سناتا ہوں کہ شب کے جلسہ میں ہمارے محترم دوست خان صاحب مولانا علی احمد خاں صاحب امیر بدایونی کا قصیدۂ نورانی پڑھا جائے گا۔ انشاء اللہ المجید اس قصیدہ سے بھی آپ اتنا ہی محظوظ ہوں گے۔ تمام علماء و مشائخ اور شعراء و ادیب حضرات تشریف لائیں اولاً ہمارے مشہور واعظ برادر محترم مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی

وعظ فرمائیں گے بعدہٗ دوسرا نورانی قصیدہ پڑھا جائے گا۔
غرض دن گذارا آستانہ عالیہ قادریہ کا لنگر عشاء سے قبل تقسیم ہو گیا۔ عشاء کے وقت تک تمام درگاہ معلیٰ رنگ برنگ کے شیشہ آلات کی روشنی سے جگمگا کر بقعہ نور بن گئی۔ عشاء کی نماز کے بعد شب کی محفل کا آغاز ہوا ابتدا نعت خوانی ہوئی۔ حضرت مولانا ہدایت رسول صاحب لکھنوی کے کلام میں بلا کی کشش تھی آپ کے وعظ کا جہاں اعلان ہوا۔ وہاں مخلوق الٰہی ٹوٹ پڑتی تھی۔ شب کی محفل بڑی درگاہ مجیدی میں ہوتی تھی۔ دونوں درگاہیں تمام احاطہ آستانہ قادریہ کثرت اژدحام کے باعث پُر نظر آتے ہیں۔ بارہ بجے کے قریب وعظ ختم ہوا اور قصیدہ خوانی کا مکرر اعلان ہوا۔
اس فقیر کی عمر اس وقت ۱۸ سال کے قریب تھی۔ شعر فہمی شعر گوئی کا شباب، نہ سہی مگر ادبی مذاق ضرور شباب پر تھا دن میں قصیدہ کی مقبولیت اس کے اعلیٰ معیار تحسین و آفرین کے نغموں نے مجھے اس یقین کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اب دوسرا قصیدہ کامیاب نہ ہو سکے گا۔ پھر چونکہ قصیدہ مجھ میرے اب مجازی اور مربی واستاذ کا قصیدہ تھا اس لیے اعلان کے بعد سے ہی میرے اضطراب میں ترقی تھی چنانچہ میں نے کھانے کے لیے وقت حضرت قبلہ مولانا اسیر علیہ الرحمۃ سے عرض کی چونکہ حافظ غلام حبیب صاحب سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا پڑھنے والا نہیں ہے اور وہ دوسرا قصیدہ اس محنت کے ساتھ پڑھ بھی نہ سکیں گے اس لیے قصیدہ کے کامیاب ہونے میں شک معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا تم بچہ ہو میں نے ایسے بہترین پڑھنے والے فراہم کر لیے ہیں۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ محفل کو درہم برہم کر دیں گے۔
چنانچہ اعلان کے بعد مشائخ وعلما تخت کے گرد وپیش اور شعراء چاروں

طرف بیٹھ گئے۔ حاضرین عرس جو درگاہ بازار میں اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے دونوں درگاہوں میں جمع ہو گئے۔

میں نے دیکھا کہ مولانا اسیرؔ اپنے ہمراہ شیخ سخاوت حسین غزنوی، شیخ نثار احمد غزنوی، مرزا یعقوب بیگ کتب فروش، حافظ محمود احمد کو جو سب کے سب متشرع تھے لائے اور تخت پر بٹھایا۔ میں نے کبھی ان حضرات کو محافل میلاد میں پڑھتے نہیں دیکھا تھا ان حضرات نے اوّل تو فاتحہ خوانی کی درخواست کی اس کے بعد فارسی کی مشہور رباعی

پیش، از ہمہ شاہان غیور آمدۂ — ہر چند کہ آخر بظہور آمدۂ
اے ختم رسل قرب تو معلوم شد — دیر آمدہ زراہ دور آمدۂ

سوز کے لہجہ میں اس انداز سے پڑھی کہ تمام محفل متوجہ ہو گئی۔ بعض لوگوں کے اصرار پر دوبارہ پھر دوسری دھن میں تیسری، مرتبہ تیسری طرز پر اور چوتھی مرتبہ پھر اسی رباعی کو نئے انداز سے پڑھا۔ تمام مجمع میں ایک خاص لہر دوڑ گئی۔ ساری مجلس مسحر معلوم ہوتی تھی۔ یہ لوگ موسیقی کے ماہر شہر کے شریف افراد آوازیں نہایت مترنم گلے بہترین سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے۔ نصف رات گذر چکی ہے نور ظہور کا وقت ہے۔ غرض ان حضرات نے حضرت مولانا اسیر رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ شروع کیا۔

مرحبا آیا عجب موسم سہانا نور کا
بلبلیں گاتی ہیں گلشن میں ترانا نور کا

قصیدہ نُورانی

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک ایک ستارہ نور کا

ان کا قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

عرش بھی فردوس بھی اُس شاہ والا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

بینی پُر نور پر رخشاں ہے بُکہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

مصحفِ عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا
لو سیہ کارو مبارک، ہو قبالہ نور کا

آبِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

ہیبتِ عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا
کفشِ پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آجتک کورا ہی کُرتا نور کا

تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

کیا بنا نام خدا اسرا کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

بزم وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا
ملنے شمع طور سے جاتا ہے اکہ نور کا

وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
مَنْ رَاٰنِی کیسا یہ آئینہ دکھایا نور کا

صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہوگیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کرلیا کچا علاقہ نور کا

جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھدے یاں کے ذروں کو مچلکا نور کا

یاں بھی داغ سجدۂ طیبہ ہے تمغا نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اُس با نور کا
نور حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا
مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

قبر انور کہیے یا قصر معلیٰ نور کا
چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

آنکھ مل سکتی نہیں در پہ ہے پہرا نور کا — تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

نزع میں لوٹے گا خاک در پہ شیدا نور کا — مر کے اوڑھے گی عروس جاں دوپٹہ نور کا

تاب مہر حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا — بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

وضع واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا — یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

انبیا اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا — اس علاقے سے ہے اُن پر نام سچا نور کا

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال — ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول — نو بہاریں لائیگا گرمی کا جھلکا نور کا

ذرے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے — حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

سبزہ گردوں جھکا تھا بہر پابوس براق — پھر نہ سیدھا ہو کھایا وہ کوڑا نور کا

تاب سم سے چوندھیا کر چاند انہیں قدموں پھرا — ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

دید نقش سم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ — پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند — پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں — کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک — حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں — خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص — کہیعص اُن کا ہے چہرہ نور کا

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

نوٹ قصیدۂ نور فقیر نے مکمل طور پہ یہاں پر اس لیے لکھ دیا تاکہ قارئین شرح پڑھنے سے پہلے ان اشعار کو سامنے رکھیں۔ اس طرح سے شرح فہمی میں سہولت ہو گی۔ (انشاء اللہ)

تضمین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ نور پر جو تضمین حضرت مولانا اختر الحامدی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے۔ وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مرحبا کیا روح پرور ہے نظارا نور کا — فرش سے تا عرش پھیلا ہے اُجالا نور کا
تاجدارِ شرق سائل بن کے نکلا نور کا — صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

ڈالی ڈالی نور کی ہے پتّہ پتّہ نور کا — بڑا بوٹا نور کا ہے غنچہ غنچہ نور کا
نور کی اِک اِک کلی اِک اِک شگوفہ نور کا — باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

جشنِ نورانی ہے ہر جانب ہے چرچا نور کا — انجمن آرا ہوا گھر میں کعبہ نور کا
ماہِ حق تشریف لایا بن کے قبلہ نور کا — بارھویں کے چاند کا مُجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اِک اِک ستارہ نور کا

دونوں عالم کی ہر اک شے پر ہے سکّہ نور کا — دو جہاں کی نعمتیں ادنیٰ صدقہ نور کا
ان کے بحرِ لطف سے کوثر ہے قطرہ نور کا — ان کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

فرقِ انور پر خدا نے تاج رکھّا نور کا — نور نے خود نور کو مالک بنایا نور کا
کونسی شئے ہے نہیں ہے جس پہ قبضہ نور کا — عرش بھی، فردوس بھی، اس شاہِ والا نور کا
یہ مثمّن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

کس قدر سنولا گیا ہے آج چہرہ نور کا — پھیکا پھیکا، دھندلا دھندلا ہے اُجالا نور کا
روئے انور سے ذرا پردہ اٹھانا نور کا — آئی بدعت چھائی ظلمت، رنگ بدلا نور کا
او سنت، مہر طلعت، لے لے بدلا نور کا

بجھ گیا پاکر جبینِ نور رتبہ نور کا   دور پہنچا نور کی دنیا سے شہرہ نور کا
اللہ اللہ کوئی دیکھے تو نصیبا نور کا   تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

نور کی سرکار میں آیا ہے منگتا نور کا   ہے یہی دُر یا دربارِ مصطفےٰ نور کا
ایک مدت سے دلِ مضطر ہے پیاسا نور کا   میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

پنجگانہ پیش کرتے ہیں قصیدہ نور کا   یہ نمازیں ہیں حضورِ نور تحفہ نور کا
سامنے ہوتا ہے آنکھوں کے سراپا نور کا   تیری ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رُخ ہے قبلہ نور کا، ابرو ہے کعبہ نور کا

آسمانِ نور سے آیا رسالہ نور کا   یا کتابِ نور پر رکھا ہے پارہ نور کا
عرش سے نازل ہوا کیا خوب نسخہ نور کا   پشت پر ڈھلکا سرِ انور سے شملہ نور کا
دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

فرقِ انور نور کی، دستار چہرہ نور کا   سادگی میں بھی ہے اِک انداز پیارا نور کا
جھکا ہی پر کچھ ایسا رُعب چھایا نور کا   تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

ضَو فگن ہے کعبۂ جاں پر منارا نور کا   ہے اسی کی سیدھ میں لاریب رستہ نور کا
زر فشاں کیا پرچمِ حق پر ہے تارا نور کا   بینیِ پُرنور پر رخشاں ہے بُکّہ نور کا
ہے لِواءُ الحمد پر اُڑتا پھریرا نور کا

صفحۂ قرطاسِ نوری پر یہ نقطہ نور کا   کس قدر ہے جگمگاتا استعارا نور کا
نور کی تحریر بخشش عفو نامہ نور کا   مصحفِ عارض پہ ہے خطِ شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

مشعلِ روشن پہ ہے نازک سا شیشہ نور کا　　یا عذارِ نور پر تاریک پردہ نور کا
تیرتا ہے چاندنی میں چاند کیسا نور کا　　تابِ زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا
مصحفِ اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

چار سُو ہے طُور کے گردش میں شعلہ نور کا　　مثلِ پروانہ ہے چکر میں شرارہ نور کا
ہے طوافِ ماہ میں مصروف ہالا نور کا　　پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

ہے جلالِ مہر سے لرزاں شرارہ نور کا　　کانپتا رعبِ سحر سے ہے ستارا نور کا
طُور پر ہے رعشہ بر اندام کوندہ نور کا　　ہیبتِ عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا
کفشِ پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا

چشمِ مَازَاغَ الْبَصَر، قوسَین قبلہ نور کا　　وَالضُّحٰی نوری جبیں، والفجر چہرہ نور کا
شرحِ قرآنِ الٰہی ہے سراپا نور کا　　شمعِ دل، مشکوٰۃِ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

جسمِ نورانی ہے کیسا صاف ستھرا نور کا　　منبعِ انوارِ حق، مہبطِ مجلّٰے نور کا
پیراہن ہے تن پہ یا مشعل پہ شیشہ نور کا　　مَیل سے بالکل مبرّا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

تجھ سے پاتا ہے جہانِ نور صدقہ نور کا　　آستاں بوسی سے بڑھ جاتا ہے درجہ نور کا
تیری چوکھٹ پر ہے ساجد ہر فرشتہ نور کا　　تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے ماتھا نور کا

اللہ اللہ ہے وجودِ پاک کیسا نور کا　　اِک مکمل مظہرِ باری تعالٰے نور کا
آیۂ نُورًا مُّبِیۡنًا ہے اشارہ نور کا　　تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سائے کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

خال ہے رخسار پر ماہِ دو ہفتہ نور کا　　زلفِ مشکیں میں ہلالی خم انوکھا نور کا

رخ پہ غازہ نور کا، آنکھوں میں سُرمہ نور کا　　کیا بنا نامِ خدا، اسریٰ کا دولہا نور کا

سر پہ سہرا نور کا، بر میں شہانہ نور کا

بلبلِ حسن و رنگ، ہے اُمڈا ہے دریا نور کا　　اِک عجب عالم ہے تا قصرِ تدلّے نور کا

اب حریمِ نور سے اُٹھے گا پردہ نور کا　　بزمِ وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا

ملنے شمعِ طور سے جاتا ہے اِکّا نور کا

ہر طرف ہے بزمِ نورانی میں چرچا نور کا　　عالمِ انوار میں بکھرا ہے نغمہ نور کا

جلوہ گاہِ نور میں آتا ہے دولہا نور کا　　وصفِ رُخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا

قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

شب پرہ کیا جانے، دن ہوتا ہے کیسا نور کا　　دیکھ سکتا ہے اندھیرا کب اجالا نور کا

لطف پا سکتا ہے کیا آنکھوں کا اندھا نور کا　　یہ کتابِ کُن میں آیا طُرفہ آیہ نور کا

غیرِ قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

اِک حجابِ نو بہ نو، جلوہ بہ جلوہ نور کا　　ہر تجلّی، ہر کرن، ہر عکس پردہ نور کا

کر سکیں آنکھیں نہ جی بھر کر نظارا نور کا　　دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا

مَن رّآنی کیسا یہ آئینہ دکھایا نور کا

لے کے آیا عید جاء الحق سویرا نور کا　　شرقِ انوارِ حرا سے مہر نکلا نور کا

دھوپ چمکی نور کی پھیلا اُجالا نور کا　　صبح کر دی نور کی، سچا تھا مژدہ نور کا

شام ہی سے تھا شب بھر کر دیا ڈنکا نور کا

ابرِ رحمت جھوم کر کعبہ سے اٹھا نور کا　　نکھری نکھری ہے فضا، منظر ہے پیارا نور کا

قحطِ تاریکی گیا، آیا زمانہ نور کا　　پڑتی ہے زردہ بھرن، امڈا ہے دریا نور کا

سر جھکا لے کشتِ بنجر، آتا ہے ابلا نور کا

تم سے پہلے تھا کہاں اتنا اجالا نور کا — تم سے پہلے تھا کہاں یہ دَور دورہ نور کا
تم سے پہلے ایک بت خانہ تھا کعبہ نور کا — ناریوں کا دور تھا، دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

نورِ کامل، دینِ کامل لے کے آیا نور کا — ہے شریعت نور کی، جاری ہے سکّہ نور کا
ناسخِ مطلق، خدا نے خاص بھیجا نور کا — نسخ ادیان کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجوروں نے کر لیا کچّا علاقہ نور کا

کس قدر مسرور ہے ہر ایک منگتا نور کا — سب کو قسمت سے سوا ملتا ہے حصہ نور کا
بھیڑ ہے دربار میں، جاری ہے صدقہ نور کا — جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

پھوٹ نکلا اے تعالیٰ اللہ چشمہ نور کا — شاد ہیں سائل، اُبلتا ہے خزانہ نور کا
موج اُٹھی بحرِ کرم کی، ہاتھ اُٹھا نور کا — بھیک لے سرکار سے، لا جلد کاسہ نور کا
ماہِ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

مل چکے ہیں اپنی آنکھوں سے یہ تلوا نور کا — ان کے دل پر نقشِ کفِ پا نور کا
تو ہے معمول دیا، یہ طورِ سینا نور کا — دیکھ ان کے ہوتے نازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذرّوں کو مچلکا نور کا

خاتمِ شاہی، درخشندہ عطیہ نور کا — مہرِ تصدیقِ عقیدت ہے یہ ٹھپّہ نور کا
رکھتے ہیں اپنی جبیں پر ہم بھی تمغہ نور کا — یاں بھی داغِ سجدۂ طیبہ ہے تمغہ نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا

ہر ادا، ہر طرز، ہر خُو، ہر سلیقہ نور کا — ہر روش، ہر طور، ہر ڈھب، ہر سلیقہ نور کا
پاس رہ کر بن گئے ہیں ہر صحابہ نور کا — شمع ساں اک ایک پروانہ ہے اس بانور کا
نورِ حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا

دائرہ ہے گردِ خورشیدِ مدینہ نور کا ‏ ‏ ‏ ہر حق پر ہے شعاعوں سے احاطہ نور کا
شمعِ محفل شاہِ دیں، اصحاب گھیرا نور کا ‏ ‏ ‏ انجمن والے ہیں انجم، بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

تجھ سے مکہ نور کا، تجھ سے مدینہ نور کا ‏ ‏ ‏ تجھ سے قبلہ نور کا ہے، تجھ سے کعبہ نور کا
تجھ سے جس رشتہ کو نسبت ہے وہ رشتہ نور کا ‏ ‏ ‏ تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عینِ نور، تیرا سب گھرانہ نور کا

بخت اللہ غنی عثماں تمہارا نور کا ‏ ‏ ‏ اخترِ قسمت سے پایا ماہِ دو ہفتہ نور کا
خلعتِ نورٌ علےٰ نور پہ بنا کیسا نور کا ‏ ‏ ‏ نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک، تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

کس کے جلوے سے ہوا سارا زمانہ نور کا ‏ ‏ ‏ کس کے پرتو سے بنی دنیا نمونہ نور کا
کس کے عکسِ نور سے تھا ذرہ ذرہ نور کا ‏ ‏ ‏ کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

اب کہاں وہ عکس ریزی، وہ اجالا نور کا ‏ ‏ ‏ اب کہاں وہ جگمگاہٹ، وہ چمکنا نور کا
اب کہاں وہ صبحِ دلکش، وہ سویرا نور کا ‏ ‏ ‏ اب کہاں وہ تابشیں، کیسا وہ تڑکا نور کا
مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

تم مقابل تھے تو تاباں تھا نصیبہ نور کا ‏ ‏ ‏ تم مقابل تھے تو پھیلا تھا اُجالا نور کا
تم مقابل تھے تو منظر اور کچھ تھا نور کا ‏ ‏ ‏ تم مقابل تھے تو ہر دن چاند بڑھتا نور کا
تم سے چھٹ کر منہ نکل آیا ذرا سا نور کا

جگمگاتا ہے کلس حقِ علےٰ کیا نور کا ‏ ‏ ‏ گنبدِ خضرا ہے یا برجِ معلیٰ نور کا
اک حسیں منظر ہے تا اوجِ ثریا نور کا ‏ ‏ ‏ قبرِ انور کہیے یا قصرِ معلےٰ نور کا
چرخِ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

بارگاہِ نور ہے یہ آستانہ نور کا — ہے یہاں کا چپہ چپہ گوشہ گوشہ نور کا
حاجب و درباں یہاں ہے ذرہ ذرہ نور کا — آنکھ مل سکتی نہیں در پہ ہے پہرہ نور کا
تاب ہے؟ بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

روزن پر در کس قدر منظر دہ ہوگا نور کا — موت آئے گی بتانے جب کرے دولہا نور کا
ان کے پنکھے کا غبارِ نور غازہ نور کا — قبر میں لوٹے گا خاکِ نور پہ شیدا نور کا
مر کے اوڑھے گی عروسِ جاں دوپٹہ نور کا

باغِ بخشش سے چلے جب تک نہ جھونکا نور کا — ہو بہارِ سامعہ جب تک نہ نغمہ نور کا
سن نہ لے جب تک لبِ عیسیٰ سے مژدہ نور کا — تا بیومِ حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا

در حقیقت مبتدا ہے ذاتِ والا نور کا — وجہِ وصل و غایت و مقصود رخشا نور کا
نورِ مطلق نے بنایا تجھ کو مبدا نور کا — وضعِ واضع میں تری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا

مرسلیں انوار، تو جوہر سراپا نور کا — سب نبی تارے ہیں تو مہرِ تجلی نور کا
فرع یہ تو اصل، یہ گل تو حدیقہ نور کا — انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

ہے منور دن، منور رات صدقہ نور کا — دھوپ کیسی چاندنی کیا؟ ہے اتارا نور کا
روز و شب آتے ہیں لے کر در پہ کاسہ نور کا — یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

جھل مل پہ رہیں حسن کی وہ آہوانِ خوش جمال — نور کی رفتار سے بھی تیز تر ہے جن کی چال
مرشدِ کامل نے میرے دی ہے کیا تقریرِ قال — مرغ گیر ہیں آنکھیں حریمِ حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضا سے لامکاں تک، بن کا رمنا نور کا

دیکھنا کچھ ایسا جوبن لائیں گے دل کے کنول — دائمی عہدِ جوانی پائیں گے دل کے کنول
تازگی پا کر نہ پھر مرجھائیں گے دل کے کنول — تابِ حسنِ گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

خاک والے تا فلک تیرے توسط سے گئے — دیکھنے بس اک جھلک تیرے توسط سے گئے
نور سے لینے چمک تیرے توسط سے گئے — ذرّے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

برق سے چشمک زنی آخر نہیں کوئی مذاق — بھول بیٹھا اک تجلّی ہی میں سارا طمطراق
باادب خم آج تک ہے منزلِ نیلی رواق — سبزۂ گردوں جھکا تھا بہرِ پابوسِ براق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

نورِ حق راکب ہو جب مرکب کا پھر کیا پوچھنا — چال کیا تھی؟ برقِ سینا کا تھا گویا کوندنا
کس کا زہرہ؟ دیکھنا کیسا؟ کہاں کا حوصلہ! — تابِ برہم سے چوندھیا کر چاند انہی قدموں پھرا
ہنس کے بجلی نے کہا، دیکھا چھلاوا نور کا

رات چمکانے کو دوڑی اخترِ بختِ سیاہ — رخ اجالے کیلئے لی صبح نے مکہ کی راہ
ارتسامِ عکس کرنے دل پر آئے مہر و ماہ — دیدِ نقشِ سُم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ
پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا

مہر آیا بہرِ نعلِ ادا، پئے دیدارِ چاند — نیّرِ تاباں ہوا، اک ایک پُر انوار چاند
وہ بنا خورشیدِ عالمتاب یہ ضو بار چاند — عکسِ سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زرِ گردوں پہ سکّہ نور کا

چاندنی لاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں — نور برساتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
باادب آتا جدھر انگلی اٹھاتا مہد میں — چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

دونوں ابروں میں ہے خورشیدِ نبوت کی چمک　　دونوں پھولوں میں ہے گلزارِ رسالت کی مہک
دونوں شہزادوں میں ہے شاہِ دو عالم کی جھلک　　ایک سینے تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

یہ ادا، یہ طور، یہ اندازِ شاہِ دو جہاں　　ہو بہو گویا سراپا ہے حسینِ لامکاں
جیسے شمعِ من رآنی قد رأی الحق ضو فشاں　　صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

کس قدر شفاف ہے آئینہ نوری نہاد　　جس کے دیکھے سے خدا بیساختہ آتا ہے یاد
بے نیازِ ہر ستائش، اور اے حسنِ داد　　ک گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

یہ قصیدہ جو حدِ فکرِ رسا سے دور ہے　　جو مضامین کی بلندی میں بہت مشہور ہے
میں کروں تضمین اختر کب مرا مقدور ہے　　بس رضا احمد نوری کا فیضِ نور ہے
ہو گئی تضمین بھی بڑھ کر قصیدہ نور کا

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا
محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلم

نوٹ:۔ مورخہ ۱۵ ربیع النور (ربیع الاول شریف) بروز ہفتہ دو بجے شب تضمین مکمل ہوئی۔ ۲۰ اپریل ۱۹۷۳ء

(انتباہ)

ط ضرورتِ شعری کے لئے نہیں محض احتراماً لفظ بس اور واؤ عاطفہ کی تبدیلی کی گئی ہے۔ اصل میں ہے۔

لے رضا احمد نوری کا فیضِ نور ہے۔

لے رضا کی جگہ بس رضا وؑ احمد نوری کا فیضِ نور ہے

(اختر الحامدی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للعلی الکبیر والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ الکریم البشیر والنذیر

اما بعد! شرح حدائق کے حصہ اول کے اختتام کے بعد حصہ دوم کی شرح میں فارسی غزل چھوڑ دی گئی ہے اس کے بعد قصیدہ نور شریف شروع ہوتا ہے اس کے لئے قلم ہاتھ میں لے کر غوث و رضا رضی اللہ عنہما کے فیض و برکت سے امید رکھتا ہوں کہ دوسری شرح کی طرح اس قصیدہ نور شریف کو پایۂ اختتام تک پہنچا سکوں گا (انشاء اللہ السعی والاتمام من اللہ تعالےٰ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم۔

مدینے کا بھکاری۔ الفقیر القادری الا الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور۔ پاکستان

۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

آغاز شرح :

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

حل لغات: طیبہ (بفتح الطاء وتخفیف اولیاء) مدینہ پاک کے اسماء میں ایک اسم ہے۔ بٹتا ہے اس کا مصدر بٹنا ہے بمعنی تقسیم ہونا باڑا خیرات: لنگر۔

شرح: مدینہ طیبہ میں صبح کے وقت نور کا لنگر تقسیم ہونے لگا۔ تو خیرات لینے کے لئے نور کا تارا بھی حاضر ہوا۔ یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم بالا سے عالم دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت صبح کا وقت تھا۔

جیسے عام دستور ہے کہ بچوں کی ولادت پر۔ خیراتیں کی جاتی ہیں لنگر لٹائے جاتے ہیں۔

یا تمثیل نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر اللہ نے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے اور اٹھارہ ہزار عالم کی ہر شے اس لنگر عام سے خیرات لے رہا تھا یہاں تک باوجودیکہ تارہ خود نوری ہے وہ بھی اس لنگر سے نور کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہوا۔

ابحاث المیلاد

جدید مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آقا و مولا التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت ربیع الاول میں ہوئی۔ ابن کثیر الدمشقی نے لکھا ہے کہ

وھذا مالاخلاف فیہ انہ ولد صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین ثم الجمھور علی ان ذٰلک کان فی شھر ربیع الاول۔

اس امر پر ذرا بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ (پیر) کے دن پیدا ہوئے پھر جمہور کا یہ بھی قول ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا۔

سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش مبارک کا سن عام الفیل تھا اور جمہور محققین کی تحقیق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز صبح صادق کے وقت پیدا ہوئے۔ چنانچہ محمد بن ہشام نے (سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ جس سال کہ اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور طبری نے بھی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول لکھی ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاول پر اجماع ہے یہاں تک کہ منکرین میلاد کے اکابر کو بھی اس پر اتفاق ہے۔ شبلی نعمانی ایک یہودی کے شاگرد کی غلطی سے ۹ ربیع الاول لکھ دے تو اس کی بات بے وزن ہے کوئی سرف سند سے ۱۲ ربیع الاول میں ولادت مبارکہ کا انکار کرتا ہے تو جمہور کے خلاف اس کی بات کون سنے گا۔

نکتہ قمری مہینوں میں سے بعض مہینے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے پیشتر ہی متبرک اور مقدس مشہور تھے اور حضور کے اعلان نبوت کے بعد بھی بعض مہینوں کو عظمتیں نصیب ہوئیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور کی اس دنیا میں تشریف آوری کسی ایسے باعظمت مہینے

میں کیوں نہ ہوئی۔

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں: "یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان یا حرمت والے مہینوں یا شعبان المبارک میں پیدا ہوتے تو بعض ناسمجھ اس سے بے بنیاد وہم کا شکار ہو جاتے کہ آپ کو جو عظمت و شان حاصل ہے، وہ ان مہینوں کی فضیلت اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہے لیکن خالق حکیم جل جلالہ نے چاہا کہ آپ کی ولادت ماہِ ربیع الاوّل میں ہو تاکہ یہ مہینہ آپ کے وجودِ مسعود کی برکت سے شرف و بزرگی حاصل کرے۔

فضیلت شبِ میلاد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں۔

"شب میلاد مبارک بلا شبہ لیلۃ القدر سے افضل ہے۔ اس لیے کہ میلاد کی رات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی رات ہے اور شب قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے شرف یاب ہوئی"

تارا نور کا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اس رات مجھے ہر چیز سورج کی طرح روشن دکھائی دیتی تھی۔ میں نے ستاروں کو دیکھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے میری طرف جھکے ہیں۔

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللهِ قَالَتْ لَمَّا حَضَرَتْ وِلَادَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ الْبَيْتَ حِيْنَ وَقَعَ أَيْ نَزَلَ مِنْ بَطْنِ

أُمِّهِ قَدِ امْتَلَأَ نُوْرًا وَرَأَيْتُ النُّجُوْمَ تَدْنُوْا حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهَا مُسْتَقِعُ عَلَيَّ (رواه البیہقی مواہب لدنیہ)

جناب فاطمہ بنت عبداللہ (صحابیہ) بیان کرتی ہیں جب رسولِ خدا علیہ السلام جلوہ آرائے جہاں ہوئے ہیں نے دیکھا تمام گھر نور سے جگمگا اٹھا اور میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے زمین کے اتنے قریب آگئے کہ مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑیں۔

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ علامہ زرکشی اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کو صحیح کہا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

شاهده حديث العرباض. اس کی صحت کی شاہد حدیث عرباض ہے۔

وَقَوْلُ الشِّفَاءِ اُمِّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لَمَّا سَقَطَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَدَيَّ اى وَضَعَتْهُ اُمُّهُ وَاسْتَهَلَّ سَمِعْتُ قَائِلًا رَحِمَكَ اللهُ وَاَضَاءَ اِلٰى مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰى فَظَرْتُ اِلٰى قُصُوْرِ الرُّوْمِ (کتاب الشفاء ص۳۴ ابونعیم مواہب لدنیہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ حضرت شفا رضی اللہ عنہ کہتی ہیں جب نبی اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے ان کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، کسی کہنے والے کی آواز کو سنا جو کہتا ہے "رَحِمَكَ اللهُ" (اے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو) اور تمام مشرق و مغرب کے درمیان ایسی تیز روشنی چمکی کہ میں نے روم کے محلوں کو دیکھ لیا۔

زمین چمک اٹھی

حضرت امام جلال الدین سیوطی جناب عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

لَمَّا وُلِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ خصائص کبریٰ (ج ۱ ص ۴۷)

جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زینت بخش عالم ہوئے تو ساری زمین نور سے چمک گئی۔

انبیاء کرام کی مبارکبادیاں

حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ میں جلوہ افروز ہوا تو میرے جسم سے پیاری پیاری خوشبو آیا کرتی۔ جب پہلا مہینہ گزرا تو حضرت آدم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے کہنے لگے آمنہ تجھے خوشخبری ہو تو نبیوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حاملہ ہے۔ پھر دوسرے مہینے حضرت شیث علیہ السلام مبارکباد دینے آئے۔ تیسرے مہینے حضرت نوح علیہ السلام، چوتھے مہینے حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں مہینے حضرت ہود علیہ السلام، چھٹے مہینے حضرت ابراہیم علیہ السلام، ساتویں مہینے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام آٹھویں مہینے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نویں مہینے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبارکبادیاں اور بشارتیں دینے آئے۔

شبِ ولادت

جب نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آنے لگا تو شانِ قدرت دیکھئے رات ختم ہونے لگی اور دن نمودار ہونے لگا۔ یعنی تاریکی کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ اور اجالا ظاہر ہونے لگا۔ ایک مختصر جماعت آسمان سے نمودار ہوئی ان کے پاس تین جھنڈے تھے حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرشتوں نے ایک جھنڈا میرے گھر کے صحن میں گاڑ دیا۔ دوسرا جھنڈا کعبہ شریف کی چھت پر اور تیسرا بیت المقدس پر

لگا دیا۔ پھر مجھے ایک شربت کا پیالہ پیش کیا گیا میں اسے دودھ سمجھ کر پی گئی۔ وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر چند معزز خواتین میرے پاس آئیں میں نے پوچھا آپ کون ہیں ان میں سے ایک بولی میں حضرت مریم عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہوں۔ دوسری خاتون بولیں میں حضرت آسیہ فرعون کی بیوی ہوں۔ تیسری نے کہا میں حضرت حاجرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہوں۔ اور باقی سب جنت کی حوریں ہیں۔ ہم سب آپ کی خدمت کے لیے آئی ہیں۔

ظہور معجزات

۱۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو سجدہ کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

۲۔ بعد ازاں تین شخص اور ظاہر ہوئے جن کے چہرے مثل آفتاب کے درخشاں تھے ایک کے ہاتھ میں چھاگل نقرئی اور دوسرے کے ہاتھ میں زمردیں طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں حریر سبز تھا۔ انہوں نے حضور کو اُس طشت میں بٹھایا اور چھاگل کے پانی سے جس میں مشک کی طرح خوشبو آتی تھی۔ سات مرتبہ نہلایا اور وہ حریر سبز آپ کو پہنایا۔

۳۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رضوان بہشت کے خوازن جنت تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اپنے پروں میں کچھ دیر چھپایا اور سر وچشم پر بوسہ دیا۔ اور آپ کے کان میں کچھ کلمات کہے کہ میں جن کو نہ سمجھتی تھی۔ پھر آواز بلند کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے بشارت ہو کہ تمام انبیا کا علم تجھے عنایت ہوا اور حمد و منزا تیغ نصرت تجھے

عطا کی گئیں اور تیری عظمت و ہیبت تمام خلائق کے دلوں میں ڈالی گئی کوئی فرد بشر تیرا ذکر نہ سنے گا مگر اس کا دل تیرے خوف سے ترساں و لرزاں ہوگا۔

۴۔ بعد ازاں ایک اور شخص دیکھا کہ اس نے اپنا منہ حضور کے دہن پر رکھا اور مثل کبوتر کے بچے کے حضور کو بھرایا میں دیکھتی تھی کہ وہ حضور کو کچھ بھراتا تھا۔ اور حضور اشارے سے طلب زیادتی فرماتے تھے پھر اس شخص نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تجھے تمام اخلاقِ حسنہ مرحمت فرمائے گئے۔

۵۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں تیل ڈالا اور کنگھا کیا اور آنکھوں میں سُرمہ لگایا۔

۶۔ پھر آپ کو لے کر میری نظر سے غائب ہوگیا اُس وقت میرے دل پر نہایت اندوہ و غم طاری ہوا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میرے گھر والے کہاں ہیں کہ میں ان واقعات میں مبتلا ہوں اور کوئی میرے پاس نہیں آتا۔ اسی اثنا میں وہی شخص حضور کو لے کر حاضر ہوا اور آواز دے کر کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام زمین میں طواف کرایا اور حضرت آدم علیہ السلام کے پاس لے گیا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعائے برکت فرمائی اور کہا اے محمد! تجھے بشارت کہ تو میرے تمام فرزندان اولین و آخرین کا سردار ہوگا پھر وہ حضور کو میری گود میں دے کر چلا گیا۔

۷۔ حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ جس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے میں خانہ کعبہ میں مشغول بمناجات تھا کہ اچانک خانہ کعبہ نے مقام ابراہیم میں سجدہ کیا اور پھر اپنی اصلی حالت پر آکر بزبان فصیح کہا اللہ بہت بڑا ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور مجھے بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک کیا۔

۸۔ ہبل نامی بت میرے سامنے منہ کے بل گر پڑا۔

۹۔ کسی نے غائبانہ باآواز بلند کہا کہ آج آمنہ کے فرزند ارجمند پیدا ہوا جو مورد لطف و کرم الٰہی ہوگا اور تمام خلق کی طرف مبعوث ہوکر سب کو ہدایت فرمائے گا۔ کفر و ضلالت سے بچائے گا اور دونوں جہاں کا تاجدار تمام خزانوں کی کنجیوں کا مالک و مختار ہوگا۔ اے لوگو! تم اس کی ولادت کے دن کو روزِ عید بناؤ اور قیامت تک اُس سے تبرک حاصل کرو۔

۱۰۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے جب یہ واقعات دیکھے اور ایسے کلمات سنے تو حیرت نے مجھ پر غلبہ کیا اور زبان بند ہوگئی میں نے حالت خواب خیال کرکے اپنا ہاتھ منہ پہ پھیرا اور اپنے آپ کو بیدار پایا۔

۱۱۔ پس باب شبیہ سے بطحا کی جانب نکلا تو صفا کو دیکھا کہ کبھی جھکتا ہے کبھی اٹھتا ہے اور مروہ اضطراب میں ہے یہ دیکھ کر اور زیادہ مجھ پر حیرت طاری ہوئی کہ اطراف و جوانب صفا و مروہ سے میرے کان میں آواز آئی اے قریش کے سردار! آج تیرا کیا حال ہے اور کیوں ترساں ولرزاں ہے۔ اس وقت میں نے اپنے میں جواب دینے کی قدرت نہ پائی۔

۱۲۔ اور گھر کی طرف توجہ کی تاکہ اُس فرزند کو دیکھوں۔ جب دروازہ کے قریب پہنچا۔ ایک سفید مرغ دروازے کو پروں سے گھیرے ہوئے تھا دیکھا۔ گھر کے گرد ابر سفید کا حصار پایا اور ہر جگہ نور ہی نور نظر آیا جس نے مجھے گھر میں جانے سے باز رکھا۔ میں تھوڑی دیر وہیں ٹھہرا رہا اور دل میں کہتا رہا یا الٰہی یہ خواب ہے یا بیداری۔

۱۳۔ اس کے بعد دروازہ پہ آکر دروازہ کھلوایا۔ آمنہ نے خفیف سی آواز سے جواب دیا۔ میں نے کہا دروازہ کھول ورنہ میرا جگر شق ہو جائے گا۔ آمنہ نے جلدی سے

دروازہ کھولا میں نے اُس کی پیشانی پر نظر کی تو وہ نورِ کرامت ظہور نہ دیکھا گھبرا کر استفسار کیا تو آمنہ نے جواب دیا کہ میں نے وضع حمل کیا عبدالمطلب نے کہا وہ نور جلد مجھے دکھا۔ آمنہ نے کہا فلاں جگہ سفید کپڑے میں وہ نورِ نظر جلوہ فرما ہے جا کر دیکھو تو عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اُس جگہ آئے اور حضور کو دیکھنا چاہا تو ایک شخص مہیب صورت تلوار کھینچے سامنے آیا اور کہا کہ جب تک تمام ملائکہ ان کی زیارت سے مشرف نہ ہو لیں گے کسی کو مجال ان کے دیکھنے کی نہ ہو گی یہ حال دیکھ کر حضرت عبدالمطلب کے بدن پر لرزہ طاری ہوا۔ اور ان کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور باہر آ کر چاہا کہ قریش کو اس حال سے آگاہ کریں کہ زبان بولنے سے بند ہو گئی اور سات روز تک یہی حال رہا۔

۱۴۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ جس رات حضور پیدا ہوئے میں نے چھ چیزیں عجیب و غریب دیکھیں۔

(۱) حضور نے زمین پر تشریف لاتے ہی سجدہ کیا۔

(۲) سجدے سے سر اٹھا کر بزبان فصیح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ و انی رسول اللہ فرمایا۔

(۳) حضور کا نور مبارک چراغ کے نور پہ غالب آیا اور تمام گھر اس نور سے معمور ہو گیا۔

(۴) میں نے جب حضور کو غسل دینا چاہا تو ہاتف غیبی نے پکار کر کہا اے صفیہ! تو تکلیف نہ کر ہم نے انہیں پاک و صاف بھیجا ہے۔

(۵) آپ ختنہ شدہ ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

(۶) آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ جس پر کلمۂ طیب منقوش تھا۔ (مدارج، معارج، المواہب، الشفاء و شرحہ لعلی القاری علیہ احمد الباری)

۱۵۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شب ولادت مصطفےٰ تین نورانی جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھے ایک جھنڈا مشرق میں ایک جھنڈا کعبہ پر۔ مواہب اللدنیہ۔ جلد ا صـ۲۱۔

۱۶۔ حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب ولادت مصطفےٰ اللہ تعالیٰ نے ایک سفید ریشمی چادر آسمان اور زمین کے درمیان بچھا دی۔

(مواہب اللدنیہ ج ا صـ۲۱)

۱۷۔ محمد بن سعد نے ایک جماعت سے حدیث بیان کی اس میں سے عطاؒ اور ابن عباس بھی ہیں کہ آمنہ بنت وہب (آپ کی والدہ ماجدہ) کہتی ہیں کہ جب آپ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ کے ساتھ نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گئے۔

فائدہ اس نور کا ذکر ایک دوسری حدیث میں اس طرح ہے کہ اس نور سے آپ کی والدہ نے شام کے محل دیکھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی واقعہ کی نسبت خود ارشاد فرمایا۔

ورؤیا امی التی رأت اس میں یہ بھی آپ کا ارشاد ہے۔ وکذالک امھات الانبیاء یعنی انبیاء علیہم السلام کی مائیں ایسا نور دیکھا کرتی ہیں۔ اخرجہ احمد والبزار والطبرانی والحاکم والبیھقی) اس سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ السلام کے نوری جلوہ سے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے شام کے محلات نظر آ گئے۔

نکات (۱) یہ جملہ امور خرق عادات ہیں۔ معجزات میں داخل ہیں یا کرامات میں اس بیان سے ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا ثابت ہوتا ہے۔ ورنہ کافرہ کے لیے اتنا بڑا تقدس و کمال کیسا۔

۲- نورؐ کا خروج حضور علیہ السلام کی نورانیت کی دلیل نہیں تو پھر کیا کہو گے۔
۳- جس ذات کی ماں مکہ معظمہ سے شام کے محلات دیکھ رہی ہے تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ وہ مقدس مولود کائنات کو دیکھتا ہے اور دیکھ رہا ہے۔
(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ)

۲- باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بُو ہیں بُلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

حل لغات سہانا: (ہندی) دلپسند، من بھانا، پیارا۔
پھول پھولا: (ہندی) پھل پھلا، شاد آباد۔

شرح باغ طیبہ میں ایک پیارا اور من بھاتا پھول کھلا ہے بُلبلیں اس کی خوشبو سے مست ہو کر نور کا کلمہ (نورانی ترانہ) گا رہی ہیں۔

اجمال ان تمام مضامین کا خلاصہ اور دریا در کوزہ ہے۔ جو شب میلاد وقوع پذیر ہوا۔ مصرعہ اوّل کا مضمون پہلے شعر کی شرح میں پڑھ لیں مصرع ثانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کے موقعہ پر فرشتوں نے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر جھنڈے گاڑے تھے اجلاس کی صورت میں حضرت آمنہ کی خدمت میں فرشتے، انبیاء اور حوران بہشت مبارک باد دینے آئے تھے۔

تفصیل (۱) سادات انبیاء عظام علیٰ نبینا علیہم السلام کا حوالہ پہلے شعر میں گذرا ہے۔ اور ملائکہ کرام کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

۲۔ کہ اس رات میں فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا کہ تمام عالم کو منوّر کریں۔ رضوان کو حکم ہوا کہ بہشت بریں کے دروازے کھول کر مشام جبروت ولاہوت کو معطر کردے مالک دوزخ کو فرمان ہوا کہ آتش دوزخ کو آج کی رات بجھادے تخت شیطان جو بین السماء والارض معلق تھا الٹ دیا گیا۔ ابلیس مردود چالیس شبانہ روز جبل بوقبیس پر بحالت اضطراب واویلا کرتا رہا پھر ایک فرشتہ نے اس کو دریا میں غوطہ دیا اور منہ کالا کیا تو اس کی ذریت نے سبب پوچھا، وہ مردود بولا کہ ہماری اور تمہاری خرابی ایسی ہوئی جو کبھی نہ ہوئی تھی آج کی رات آمنہ زوجہ عبداللہ رضی اللہ عنہا پیغمبر آخرالزماں سرور دوجہاں احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے منوّر ہوئیں۔

۳۔ رُوئے زمین کے بادشاہ گونگے ہوئے اور بات نہ کرسکے۔ اور مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی۔ اسی طرح دریائی حیوانات نے ایک دوسرے کو بشارت دی کہ ابوالقاسم کا زمین پر ظہور قریب ہو گیا ہے۔ (حجۃ اللہ از علامہ نبہانی صـ۲۲۳)

۴۔ روض الافکار میں لکھا ہے کہ سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب خداتعالیٰ نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن اقدس میں پیدا کرنا چاہا تو جنّت کے داروغہ رضوان کو حکم فرمایا کہ آج کی رات فردوس کے تمام دروازے کھول دیئے جائیں اور ایک منادی کرنے والا سات آسمانوں اور زمینوں میں باآواز بلند پکارے کہ اے ساکنانِ آسمان! اور اے ساکنانِ زمین! ہوشیار ہو جاؤ، کہ جو نُور مخزون اور پوشیدہ کیا ہوا تھا۔ اس رات میں اپنی

ماں کے بطنِ اطہر میں قرار پایا۔ (خیرالمونس جلد ا صفحہ ۵۹)

۵۔ اور روایت ہے کہ اس رات کو شیطان کا تخت اوندھا ہوگیا اور چالیس رات دن وہ لعین دریاؤں میں سرگردان رہا۔ حتیٰ کہ آتشِ خصومت سے جل کر سیاہ ہوگیا۔ بعدازاں کوہ ابوقبیس پر فریاد کی۔ اس کی تمام اولاد جمع ہوئی تو کہا۔ اے ملعونو! ہماری ہلاکت کے اسباب جمع ہوئے۔ اور اشرف الاولین والاخرین رحمِ مادر میں مستقر ہوا جو آسمانی راہ ہم سے چھڑا دے گا اور بتوں کو توڑے گا۔ اور عدل کرے گا اور ظلم کو مٹائے گا اور اس کی امت کے لوگ پہلی امتوں سے افضل ہوں گے۔ جو دین میں اخلاص کریں گے اور اہل تقویٰ و اہل نجات ہوں گے۔ سب بھلائیاں دنیا کی ان میں ہوں گے۔ اور کوئی چیز کھانے پینے کی بغیر اللہ کے نام کے نہ کھائیں گے اور سب کو اچھے کاموں کا حکم دیں گے اور بُری باتوں سے منع کریں گے اور نیک کاموں میں جلدی کریں گے اور فقراء و مساکین کے دینے سے خوش ہوں گے اور صلہ رحمی بجا لائیں گے۔ تب عفریت نے جواب دیا کہ ہم نے اُن سے پہلے چھ طبقوں سے جیسے چاہا کرایا۔ حالانکہ وہ قومیں اُن سے طاقت اور عمر میں زیادہ تھیں۔ ان سے بھی جو چاہیں گے کرائیں گے اور ان کے دل میں آرزوئیں ڈالیں گے۔ جن سے ان کے دل خوش ہو جائیں گے۔ تب ابلیس خوش و خرم ہوا۔

(دلائل النبوت جلد ا صفحہ ۲۲)

حورانِ جنت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ارشاد فرماتی ہیں، ربیع الاول کی بارہویں شب صبح صادق کے وقت میرا سارا مکان کچھ ایسی عورتوں سے بھر گیا۔ جن کو میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا اور وہ سب یہ ہی کہتی تھیں کہ اے آمنہ ہم جنت کی

حوریں ہیں۔ تیری اور تیرے بچے کی خدمت کے لئے آئی ہیں۔ اللہ کے دلدار ہیں یہ نبیوں کے سردار ہیں۔ یہ نبی آخرالزماں ہیں۔ یہ سلطان انس وجان ہیں۔ آپکی والدہ فرماتی ہیں کہ میرے بچے کو انھوں نے گود میں لیا ہوا تھا اور کچھ اس طرح کہہ رہی تھیں ؎

خوشا خوبیٔ خط و خالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
دو عالم سے ہے محو جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

گدائے شہنشاہ و پیر و پیمبر
ہیں منت کشانِ نوالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہویدا ہے شمس و قمر سے فلک پر
جلالِ محمد جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بنا کر مٹائے گئے نقش لاکھوں
بنے تب کہیں خط و خالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ آنکھیں بنی ہیں فقط دیکھنے کو
تماشائے حسن و جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تمامی بشر ہیں ہوا خواہ جنت
ہے جنت کو شوق وصالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

وہ مہر چاندنی جسکی چھٹکی لحد میں
ہے داغِ غلامی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

زباں نبی سے خدا بولتا ہے
ہے وحیِ الٰہی مقالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جو ہاتھوں سے دل جائے یا رب تو جائے
یہ دل سے نہ جائے خیالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پھر آسماں مشعلِ مہر لیکر
پر آخر نہ پائی مثالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پہنچتی ہے لو جس کی عرشِ بریں تک
ہے بیشک وہ شمعِ جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شبِ معجزات میں مزید معجزات

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ
فاخضرت الارض وحملت الاشجار (مواہب لدنیہ ص ۱۹)
اللہ تعالیٰ نے زمین کو ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں سرسبز کردیا پوری زمین سرسبز وشاداب ہوگئی۔ درخت ثمردار ہوگئے یعنی خشک درخت ثمردار ہوگئے۔ خشک زمین سرسبز ہوگئی۔

اور مزید ارشاد فرمایا کہ

لما حضرت ولادت	اللہ تعالیٰ یوم میلاد مصطفےٰ کے
آمنۃ قال اللہ تعالیٰ	دن فرشتوں کو ارشاد فرمایا کہ
الملائکۃ افتحوا ابواب	آسمان کے دروازے کھول دو،
السماء کلھا وابواب الجنان	جنت کے دروازے کھول دو
والبست الشمس یومئذٍ نورًا	اس دن سورج کو نورِ عظیم سے
عظیمًا (مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲)	ملبوس کیا گیا۔

اور لکھا کہ

وکان قد اذن اللہ تعالیٰ تلک السنۃ للنساء الدنیا ان یحملن ذکوراً کرامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے اس سال یعنی ولادت مصطفٰے کے سال تمام حاملہ عورتوں کے لئے حکم ارشاد فرمایا کہ وہ لڑکے جنیں۔ عزتِ مصطفٰے کے سبب۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ولادت مصطفٰے کے صدقے اس سال تمام حاملہ عورتوں کو لڑکوں کی خیرات تقسیم فرمائی۔

اور مزید اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ

رأیت رجالاً قد وقفوا فی الھواء بایدیھم اباریق من فضۃ ثم نظرت فاذا انا بقطعۃ من الطیر قد اقبلت حتیٰ غطت حجرتی مناقیرھا من الزمرد واجنتھا من الیاقوت فکشف اللہ عن بصری فرأیت مشارق الارض ومغاربھا۔ مواہب

میں نے مردان خدا کو ہوا میں کھڑا دیکھا ان کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن تھے۔ پھر میں نے ایک جماعت پرندوں کی دیکھی یہاں تک کہ میرے پاس آئے میرا حجرہ ڈھانپ لیا ان کی چونچیں زمرد کی تھیں ان کے پر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے میری بصر کے سامنے یہ انکشاف کر دیا تو میں نے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک ایک ستارا نور کا -۲

حل لغات مجرا۔ ملازمت باریابی۔ سلام۔ بارہ برجوں۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

شرح بارہویں ربیع الاول کو چاند سلام اور نیاز مندی سے سجدے کی صورت میں تھا بلکہ شب ولادت بارہ برجوں سے ہر ایک ستارہ سلامی کے لیے جھکا۔

فائدہ اس شعر میں حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم نجوم کی اصطلاح میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح سرائی فرمائی ہے۔ یعنی بارھویں تاریخ کو چاند آپ کی پیدائش پر آداب بجا لا کر نورانی سجدہ پیش کیا بلکہ ایک چاند ہی نہیں بارہ برجوں سے ہر نورانی ستارے نے جھک کر مجرا یعنی سلام پیش کیا۔ فقیر یہاں پر حضرت علامہ شمس بریلوی مدظلہٗ کی شرح قصیدہ رضا سے برج کی تحقیق عرض کرتا ہے تاکہ اس شعر کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

تحقیق بارہ برج

حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ذیل کی آیت لکھ کر اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ

تہتدوا بہا فی ظلمات البر والبحر۔

اس ارشاد باری کے مثل سورۃ الاعراف، سورۃ الصافات اور دیگر آیات قرآنی میں نجوم کا ذکر آیا ہے اور انسان ان نجوم سے جس طرح رہنمائی اور اندھیری راتوں میں سمتیں معلوم کرنے کے فائدے اٹھاتا ہے اس کو بیان فرمایا گیا ہے۔ لیکن عہدِ جاہلیت میں ان ستاروں کو جس طرح تقدیرِ انسانی پر کارفرما سمجھا جاتا تھا اس کی سختی سے تردید بھی فرمائی گئی ہے عہد جاہلیت میں بت پرستی کے ساتھ ساتھ، ستارہ پرستی کا بھی خوب شیوع تھا۔ صابئی مذہب اسی ضلالت اور گمراہی کا نام تھا۔

دوسری صدی ہجری میں عباسیوں کے زمانے میں فلسفہ و منطق کی طرح علم نجوم پر بھی جو یونانی کتابیں موجود تھیں وہ ترجمہ کرائی گئیں، برامکہ کی سرپرستی میں نجوم و فلکیات کے علوم کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا، ان کی سرپرستی میں صرف یونانی فلکیات پر مشتمل کتابوں کے تراجم نہیں ہوئے بلکہ ہندوستان سے سنسکرت زبان کے زبان دانوں کو گرانقدر عطیات سے نوازا گیا اور ان کی بغداد کے بیت الحکماء میں خوب پذیرائی ہوئی۔ سدھانت کا ترجمہ اسی کرم نوازی کا مرہون منت ہے۔ مختصر یہ کہ عباسی سلطنت کے دور میں اس علم کو پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ ایران میں بھی نجوم و فلکیات سے بڑا شغف تھا، چنانچہ ایرانیوں نے بھی اس علم کی خوب سرپرستی کی جس کی نشانی عید نوروز کی صورت میں آج بھی موجود ہے۔ یورپ تو قرنوں سے اس علم میں داد تحقیق دے رہا ہے۔ مسلمانوں نے یورپ کی تحقیقات سے بھی پورا پورا علم کی حد تک ... فائدہ اٹھایا اور آج تک ... علم توقیت میں المینک کو بڑا عمل دخل حاصل ہے نجوم کے ساتھ ساتھ علم فلکیات و علم ھیئت کو بھی فروغ حاصل ہوتا رہا، چنانچہ علامہ حافظ نے

فلکیات و علم ہیئت کے بہت سے قدیم نظریات کو باطل قرار دے دیا۔ فلاسفۂ اسلام جو فلک میں خرق والتیام کے قائل نہ تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج جسمانی پر اسی نظریہ کی بدولت استحالہ پیش کرتے تھے اور معراج جسمانی سے انکار کر دیا کہ فلک میں خرق والتیام محال ہے۔ افسوس کہ یہ منکرین معراج اگر آج ہوتے تو فلک کا خرق والتیام کے پورے نظریہ کی دھجیاں بکھیرتے اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور امریکی خلانوردوں کو چاند کی سطح پر اترتے دیکھ کر شرم سے اپنا منہ چھپا لیتے، آج امریکہ اور روس نے زہرہ اور مریخ تک اپنے سیاروں کو پہنچایا ہے، یہ خرق والتیام کا دعویٰ کرنے والے اگر آج ہوتے تو اس کا جواب دیتے! افسوس انہوں نے یہ نہیں سمجھا اور جانا کہ

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں (علامہ اقبال)

واضح ہو کہ علم ہیئت یعنی فلکیات فلسفہ فطری ہی کا ایک شعبہ ہے، جو علم جویات کی فرع ہے، جس نے آج سے قرنوں پہلے ترقی کرتے کرتے ایک مستقل علم یا فن کی شکل اختیار کر لی ہے، جویات میں اس سے دلچسپی کی بدولت دو علوم خوب پروان چڑھے ایک علم ہیئت اور دوسرا علم نجوم؛ عالم ہیئت میں افلاک ان کی بناوٹ، ان کی وضع محل وقوع، ان کا دوران کی گردش سے بحث کی جاتی ہے اور علم نجوم میں سیاروں، ستاروں، بروج، منطقۃ البروج، سیاروں کے سعد ونحس محل سعادت اور محل نحس کے مسائل زیر بحث آتے ہیں، سیاروں کی چال، ان کی نظر تدلیس اور تبلیغ پر روشنی ڈالی جاتی ہے، ساکنان خطہ ارض پر جب علم نجوم ان کی رفتار سے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، ان پر بحث کی جاتی ہے، نجوم کی رفتار سے قسمت کا حال بتانا، یہ صرف کم عقلوں کو فریب میں مبتلا کرنے

انسان پر ان کے اثرات کو بڑے یقینی رنگ میں پیش کیا۔ ان شعرا نے علم ہیئت کی مصطلحات کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔

فلکیات اور علم ہیئت پر ہمارے علماء نے جب قلم اٹھایا تو اس موضوع پر بھی انہوں نے دنیائے علم وفن کو حیرت میں ڈال دیا۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ان علوم نے ایران میں بڑا فروغ پایا۔ ایران میں علم ہیئت پر بہت کام ہوا، مراغہ کی رسد گاہ، زیج، عمر خیام اور زیج، ملاشاہی آج تک ان کی یادگار ہیں، ان رصدگاہوں اور ان ماہرین فن کی مرتب کردہ زیجوں نے دانایان فرنگ کو بھی حیرت میں ڈال دیا، صد سالہ زیج بھی مسلمانوں نے تیار کی، علم ہیئت پر انہوں نے اپنی تحقیق کی جو یادگاریں چھوڑی ہیں وہ حیرت انگیز ہیں۔ علم ہیئت پر المختصر فی الہیئۃ البسیط یعنی چغمینی نے دنیا سے خراج تحسین وصول کیا۔ اور اس کی شرح المشہور بہ شرح چغمینی اس موضوع پر بے مثال کتاب قرار پائی، مدارس اسلامیہ میں پہلے کبھی اس کتاب کا بھی درس دیا جاتا تھا اب تو لوگ اس کا نام بھی بھول گئے، الغرض مسلمانوں نے اس موضوع پر بھی داد تحقیق دی اور اپنی فکر کے شاہکار یادگار چھوڑ گئے، فارسی شعراء میں چند شعراء نے ان علمائے ہیئت کی بیان کردہ مصطلحات کو اپنی شاعری میں اپنایا بعض نے کم اور بعض نے زیادہ!

بدر چاچی فارسی زبان کا مشہور شاعر ہے جس نے محمد تغلق کی مدح جو قصیدے لکھے ہیں ان میں اس کثرت سے ان مصطلحات کو پیش کیا کہ آج ان قصائد سے چند اشعار بھی زبان زد عوام تو کیا خواص بھی نہیں ہیں۔ بدر چاچی کی پیش کردہ مصطلحات کو اس وقت سمجھا جا سکتا ہے جب علم ہیئت اور علم الافلاک سے واقفیت ہو۔ اردو کے متقدمین اور متوسطین شعراء نے علم ہیئت کی مصطلحات کو بہت کم رقم کیا ہے البتہ فلک کج رفتار کا شکوہ طرح طرح سے کیا ہے، سودا،

غالب، مومن اور ذوق کے یہاں فلکیات کی کچھ اصطلاحیں ضرور بیان ہوئی ہیں لیکن محض تقلیداً اور رسماً۔ مثلاً غالب کہتے ہیں۔

حیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

ذوق بہادر شاہ ظفر کی مدح کے قصیدے کی تشبیب میں کہتے ہیں۔

حمل سے حوت تلک جا بجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالم بالا بھی عالم تصویر

البتہ مومن خان کے یہاں یہ مصطلحات بطور فن استعمال ہوتی ہیں کہ مومن خان علم نجوم پر کافی دسترس رکھتے تھے !! ان شعرا کی بدولت اور ہندو معاشرے کے اثر سے نجوم پرستی تو نہیں، نجوم کے اثرات کو یقین کے درجہ تک مان لیا۔ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو جہاں درس خودی دیا۔ وہاں انہوں نے اس ستارہ پرستی پر بھی زجر کی۔

ستارہ کیا تجھے تقدیر کی خبر دے گا
کہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں (اقبال)

اگرچہ اسلامی تعلیمات اور اصلاحی تحریکات کے نتیجے مسلمان عموماً اس "العلم نیر نجات" سے قدرے الگ تھلگ رہے لیکن عوام اس سے دامن نہ بچا سکے۔ وہ غالب جیسے بالغ نگاہ کا یہ شعر پڑھتے ہیں۔

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان
ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

تو گردش فلک کے نتائج انسانی حالات پر ان کے لیے ایک قابل قبول نظریہ بن جاتا اور انشاء کی طرح وہ بھی یہ کہنے لگتے۔

بھلا گردشیں فلک کی چین دیتی ہے کسے انشاؔ
غنیمت ہے جو ہم صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

میں اس قبیل کے مزید اشعار پیش کر کے کلام کو طول دینا نہیں چاہتا، عرض کرنا یہ ہے کہ اصحابِ فضل و کمال نے اس علم کو بھی ایک علم ہی کی حیثیت سے اپنایا اور ایک علم ہی کی طرح اپنی افکار کی عقدہ کشائی سے اس علم کے دقائق کو واشگاف کیا اور شرح بنایا۔

چودھویں صدی ہجری کے نابغۂ اعظم فقیہ بے عدیل حضرت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ علم ہیئت، رمل اور جفر پر جو عبور حاصل تھا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں علم نجوم، علم ہیئت کے مبادیات ہی تو ہیں۔ آپ کو علم ہیئت پر جو کامل دسترس حاصل تھی اس کے باعث علم نجوم خود بخود آپ کی قلمروئے الکار میں داخل تھا علم ہیئت، علم ریاضی پر کمال دسترس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ اس علم کے نکات کی عقدہ کشائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی نتائج اخذ ہو سکتے ہیں، جب تک علم ریاضی پر عبور حاصل نہ ہو اور ان علوم کی مصطلحات پر پوری پوری دسترس نہ ہو علم ہیئت کی مبادیات کو سمجھنا ہی دشوار ہے، اس میں بلکہ اور کمال حاصل کرنا تو دور کی بات ہے یہی وجہ ہے کہ آج فارسی اور اردو کے اشعار کا سرسری مطالعہ ہی ذہن اور فکر پر بار ہوتا ہے، جن میں یہ اصطلاحات صرف کی گئی ہیں آج تو سوداؔ کا یہ شعر بھی ایک معمہ سے کم نہیں۔

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملکِ خزاں مستاصل

ان علوم مذکورہ سے آج بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ سوداؔ، مومنؔ اور ذوقؔ کے ایسے قصیدے میں یہ اصطلاحات موجود ہیں ہماری نگاہوں میں کوئی وقعت

نہیں رکھتے اور پسندیدگی کا شرف ان کو حاصل نہیں ہوتا۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے وسط تک ان اشعار کا غلغلہ بلند تھا اور ان کو کمال علمی سمجھا جاتا تھا اس کو خود میری نادانی کہے یا جہل مرکب! ایک نعتیہ غزل میں بیساختہ یہ شعر نوک قلم پر آ گیا۔

سفرِ رسول کی رفعتیں، یہ نزاکتیں یہ لطافتیں
ہوئی مَس نہ پائے رسول سے کہ یہ کہکشاں بھی تو دھول ہے

ایک ادبی نشست میں یہ شعر پڑھا تو سامعین میرے جہل کے آئینے میں حیرت سے اپنی صورتیں دیکھتے رہے خود مجھے بھی یہ احساس ہوا کہ میں نے کہکشاں کی حقیقت کیوں بیان کر دی کہ عام طور پر کہکشاں کو "جادۂ فلک" انگریزی میں "علمی شے" کہتے ہیں مصطفےٰ زیدی کا شعر ہے، جس پر ان کو خوب داد ملی۔

ان ہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکے تو آؤ
میرے گھر کے راستہ میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

لوگ اس کہکشاں سے بہت محظوظ ہوتے ہیں جب کہ علم ہیئت میں نعبات النجوم، فارسی میں "غبار کوہی" ہے جس کے معنی ہیں ستاروں کی دھول آج جدید علم فلکیات میں کہکشاں یعنی milky way کا جب مشاہدہ کیا گیا تو یہ غبار کوہی ہے یوں جدید تحقیق کی بنیاد سیارہ متعدد کہکشاں پر مشتمل ہے۔

بہرحال عرض یہ کرنا تھا کہ یہ علوم اب زینت طاق نسیاں بن گئے ہیں اور ان علوم پہ ہمارے اسلاف کا جو گرانقدر ذخیرہ ہے وہ الماریوں کی زینت ہے ایسے دور میں امام احمد رضا قدس اللہ سرہ کی کاوش اور فکر کے وہ شعری نمونے جن کو حدائق بخشش حصہ سوم میں شامل اور منضبط کیا گیا ہے تو عام طور پر قاری ان سے صرف نظر کرتا ہے، میں یہاں بطور نمونہ اس نعتیہ قصیدے کے چند اشعار

پیش کرتا ہوں جو علم نجوم اور علم ہیئت کی اصطلاحات سے معمور ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے، امام احمد رضا نے بدر جاج کے اُن قصائد سے متاثر ہو کر یہ قصیدہ لکھا ہے جو اس نے محمد تغلق کی مدح میں لکھے ہیں اور مدت گذری مطبع نولکشور سے وہ شائع ہوئے تھے اس ہیچمدان نے بھی ان کا مطالعہ کیا ہے، لیکن نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مصطلحات کا بیان کرنا کمال ہے جبکہ عالم مدح میں ہیں ان کو سلیقے سے استعمال کرنا مشکل ہے، یہ تمام اشعار محاسن شعری سے آراستہ پیراستہ ہیں، اس مختصر مضمون میں ان محاسن شعری کو بیان نہیں کروں گا۔ اب آپ اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

طرفہ کے لئے چار باغ ایک نمونے کے تین
تینوں میں چار آتشیں، چاروں کی تازہ پھبن

تختۂ تسریں میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول
ایک گل نیلوفر، چار گل ــــــ نارون

نارونِ ناروشش ناجیم بالا حصار
سرور اقلیم ترک افسر لشکر، شکن

نور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی
دلو سے نکلے نجوم، چار کا چھوٹا گہن

یہ قصیدۂ نعتیہ در مصطلحات علم ہیئت و نجوم" ۱۵۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدے کی تشبیب ان مصطلحات کے باعث بہت عسیر الفہم ہے۔ نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ان مصطلحات کو پیش کرنا ایک بہت ہی مشکل مرحلہ ہے لیکن نابغہ دوراں نے یہ التزام ختم قصیدہ تک باقی رکھا ہے تشبیب اور العزیز کے اشعار میں یہ مصطلحات زیادہ ہیں۔ اور اپنے تبحر علمی سے اس میدان

میں بھی وہ گوئے سبقت لے گئے ہیں۔

معارف رضا ۱۴۰۵ھ کی تالیف و ترتیب کا کام میرے مخلص محب سید ریاست علی صاحب قادری پورے انہماک سے سر انجام دے رہے ہیں، مجھ سے بھی ان کا اصرار تھا کہ حسب سابق کسی اچھوتے موضوع پر امام احمد رضا کی کاوش فکر کو پیش کروں، میں نے بھی مناسب سمجھا کہ اس قصیدے کی تشبیب کے اشعار کی تصریح و تشریح آپ کے سامنے پیش کروں تاکہ اس مخصوص فن میں احمد رضا نے جو کمال دکھایا ہے اس کا اندازہ آپ کو ہو سکے اور ایک ایسے موضوع سے آپ کو روشناس کراؤں جو آپ کی شاعری کے تحت ابتک نظروں سے اوجھل تھا، خود میں نے جب کلام رضا کا تحقیقی جائزہ پیش کیا تو اس موضوع پر قلم نہیں اٹھایا تھا کہ حدائق بخشش حصہ اول و دوم میں اس قبیل کے اشعار بہت کم تھے۔ دوسرے یہ امر بھی مانع ہوا کہ جائزہ کی ضخامت بہت بڑھ چکی تھی اور میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھ سکا اگرچہ اس قصیدے کی تشبیب کی تشریح اس موضوع پر کافی و وافی نہیں ہوگی لیکن معارف رضا کے صفحات بھی محدود ہیں۔ دوسرے میں کئی ماہ سے علیل ہوں، اس لیے ان چند اشعار کی شرح ہی پر اکتفا کرتا ہوں، ممکن ہے کہ اب ایسا موقع میسر آجائے کہ حصہ سوم کے تمام مشکل اشعار کو اپنے ذہن کی رسائی کی حد تک حل کر سکوں اور آپ کے ذوق مطالعہ کے لیے کچھ سامان بہم ہو جائے۔

جیسا کہ میں اس سے قبل عرض کر چکا ہوں۔ یونانیوں نے علم ہیئت پر خاص توجہ دی بلکہ ان کے مذہب پر بھی اس علم کے اثرات مرتب ہوئے، یونانی علم الاصنام میں یہ علم بڑا دخیل رہا ہے۔ جب اس موضوع پر یونانی افکار عربی میں ترجموں کی شکل میں مسلمانوں کے سامنے آئے تو انہوں نے ان خیالات اور افکار کو بس اسی

حد تک قبول کر لیا کہ اسلامی نظریات پر اس سے کوئی ضرب پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔ یہ میں قرون اولی کی بات کر رہا ہوں۔ آج کل طوطے کے لفافوں سے فال اور قسمت کا حال معلوم کرنے کی بابت نہیں کہہ رہا ہوں۔

قرآن حکیم کی سورۃ البروج کی اس آیت وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اور قسم اس آسمان کی جس میں بُرج ہیں، کنزالایمان کے حضرت محشی اور تعلیقات نگار صدرالافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی مرحوم ومغفور اس آیت کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں کہ جن کی تعداد بارہ ہے اور اس میں عجائب حکمت نمودار ہیں۔ آفتاب اور مہتاب اور کواکب کی سیران میں متعین انداز سے ہے جس میں اختلاف نہیں ہوتا۔

شمس وقمر، ان کی سیر اور ان کی منازل سے متعلقہ آیات یہ ہیں۔

ان کی منازل اور سیر کے احوال کے بعد واضح طور پر یہ بتادیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ قدرت الٰہی نے ان کو مسخر کر لیا ہے، پس ان کی سیر، موسم اور ان کے تغیرات سب کچھ اسی کے حکم میں ہیں۔

ذیل میں منطقۃ البروج، بروج کے نام، فلک الافلاک اور دیگر افلاک کے ان دوائر کو پیش کرتا جاؤں تاکہ امام احمد رضا کے اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

سیارہ فلک زہرہ کے لیے فضا میں

۱۹ فلک الافلاک	چھوڑ گیا ہے جو اب تک کروڑوں
۲۸ فلک ثوابت	میل کا فاصلہ طے کر چکا ہے
۳۷ فلک زہرہ	اور اپنے اس سفر میں
۴۶ فلک مشتری	اس کو کئی اور سال
۵۵ فلک مریخ	صرف کرنا ہوں گے
۶۴ فلک شمس	سیارہ زہرہ فلک زہرہ
۷۳ فلک زحل	سے زمین کے اعتبار سے
۸۲ فلک عطارد	سب سے بعید ترین سیارہ ہے فلک نہم
۹۱ فلک قمر	اگر پہلا فلک قرار دے کر شمار کریں ۔
۹ زمین سے اگر شمار کریں	

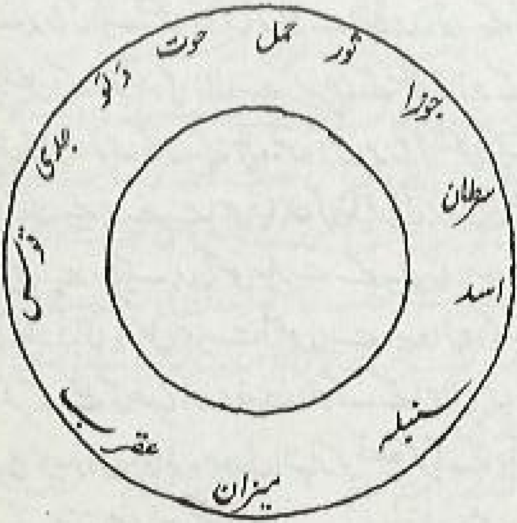

حمل سے حوت تک جا بجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالم بالا ہی عالم تصویر

شکل دائرہ معدل النہار

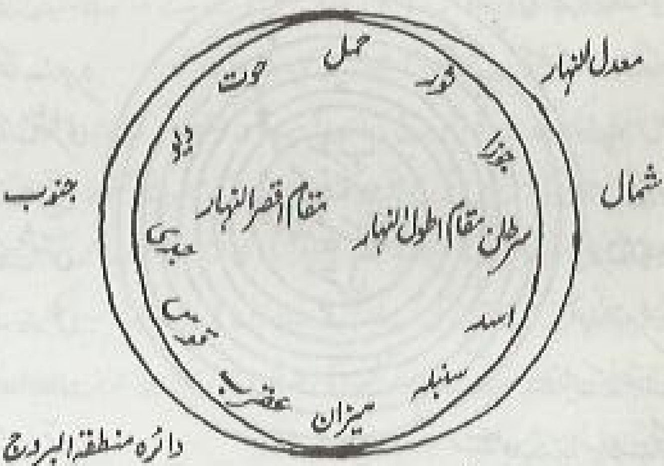

دائرہ منطقۃ البروج

ان بروج کے ناموں کی مناسبت سے علمائے ہیئت و نجوم محض خیال کی بناء پر ایک برج کی ایک شکل قیاس کر لی ہے مثلاً برج ثور کے نام کی مناسبت سے اس کی شکل ایک نرگاؤ کی بنالی ہے۔ میزان کے معنی ترازو کے ہیں لہذا برج میزان کو شکل ترازو، قوس کمان کہتے ہیں بس اس برج کی شکل ایک ایسے شخص کی ہے جو ہاتھ میں کمان لیے ہوئے ہے اسی قیاس کی بنا پر باقی بروج کی شکلیں ہیں۔ ان تمام بروج میں سے ہر ایک برج کسی سیارے کے لیے خانہ سعد ہے اور یہی کسی سیارے کے خانہ وبائی یا محل نحوست (نحس) ہے، یہ دائرہ ایک منطقہ یعنی میاں بند یا کمر کے پٹکے کی طرح اور ہفت افلاک کے احوال میں واقع ہے، منطقۃ البروج کا یہ دائرہ، دائرہ معدل النہار کو قطع کرتا ہے جیسا کہ دائرہ نمبر۲ میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ پس شمس جب دونوں نقطوں میں سے کسی نقطہ تقاطع پر پہنچتا ہے تو زمین پر رات دن برابر ہوتے ہیں۔

امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں بروج کا کئی جگہ ذکر آیا ہے۔ مثلاً

فرماتے ہیں۔

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

ہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں جس کے
ڈالے ایک بوند شب دے پہ باران عرب

علم ہیئت یا علم الافلاک میں آسمانوں کی تعداد ۹ ہے (نہ افلاک) عام طور پر زبان زد عام ہفت افلاک ہیں۔ جیسا کہ غالب کے پیش کردہ، شعر میں سات آسمان موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ افلاک نو ہیں۔ مشہور فارسی شاعر ظہیر فاریابی اپنے ممدوح قزل ارسلان کی تعریف میں کہتا ہے۔

نہ کرسئ فلاک، ہند اندیشہ زیر پائے
تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد

ان کی ہئیت وقوع کو سمجھنے کے لیے آپ پیاز کی ایک گانٹھ لے کر اس کی عرضی تراش کیجئے، پھر اس نصف حصے کو الٹا کر کے دیکھئے ہر پیاز کے پرت آپ کو تہ بہ تہ نظر آئیں گے، بالکل یہی صورت ان افلاک کی ہے کہ ایک کی سطح بالائی دوسرے فلک کی سطح اندرونی کی تہ کے نیچے واقع ہے فلک الافلاک سے مراد فلک نہم ہے جو تمام آسمانوں پر محیط ہے۔ بسانِ شرع میں اس کو عرش کہتے ہیں۔

فلک ہشتم	فلک ثوابت سے	فلک چہارم	فلک شمس سے
فلک ہفتم	فلک زحل سے	فلک سوم	فلک زہرہ سے
فلک ششم	فلک مشتری سے	فلک دوم	فلک عطارد سے
فلک پنجم	فلک مریخ سے	فلک اوّل	فلک قمر سے

پس یہ دائرہ الافلاک فلک قمر پر منتہی ہو جاتا ہے، فلک قمر تمام کرۂ زمین کو محیط ہے، فلک قمر کے جوف میں کرۂ نار ہے اور کرہ نار کے جوف میں کرۂ باد ہے اور کرۂ باد کے جوف میں کرہ آب ہے اور اس کرہ آب میں کرہ خاک ہے، کرہ آب تمامی کرہ خاک کو محیط ہے۔

قدیم ماہرینِ افلاک نے اس کے دور کی مسافت کو بھی واضح کیا ہے لیکن موجودہ عام ارضیات میں اور قدیم متعین کردہ ساخت میں بہت فرق ہے۔ فلک ثوابت پر جب عظیم عدسوں والی دوربینوں سے رصدگاہوں میں معائنہ کیا گیا تو ان کے طبعی محل وقوع سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ جانوروں، پرندوں اور بعض انسانوں جیسی تصویریں ہیں، بس بروج کے ناموں سے ملتی جلتی تصویروں کے مانند ان کواکب اور ان کے اجتماع کی تصویریں بھی خیالی اور ذہنی طور نسر طائر متعین کر لی گئیں، مثلاً نبات النعش۔

تھیں نبات النعش گردوں، دن کے پردے میں نہاں
شب کو ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں (غالب)

دب اکبر، دب اصغر، کتماک، رامح، سماک، اعزل، نسر طائر، جادۂ فلک (کہکشاں) بر ضیا تا النجوم ہے اہلِ فارس اس کو غبار کو بھی کہتے ہیں، اسی طرح سبعہ سیاروں کے مخصوص نام ہیں، اہل فارس نے ان کے نام بطور علم بھی استعمال کئے ہیں اور صفات سے متصف کر کے ان کے مناسب نام بھی رکھ لیے ہیں ذیل میں اس کی صراحت ملاحظہ کیجئے۔

ان ذہنی تصویروں کو ان چند صفحات میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

سبعہ سیارگان

عربی نام	فارسی نام	فارسی میں صفاتی نام
شمس	مہر	رنگریزِ فلک، طباخِ فلک
قمر	ماہ	تمام فلک
مریخ	بہرام	جلّادِ فلک
زحل	کیوان	نحسِ فلک
عطارد	تیر	دبیرِ فلک
زہرہ	برجیس	رقاصۂ فلک
مشتری	ناہید	قاضیٔ فلک

بحیثیت مجموعی ان سبعہ سیارگان کو آبا سے علوی ہی کہا جاتا ہے جبکہ اربعہ عناصر (اخشیجان) امہات ہیں ان کی اثر آفرینی اور انبات کی اثر پذیری سے دنیا کی یہ رنگارنگی ہے۔ لیکن ان کی رفتار، ان کی اثر آفرینی عناصر اربعہ کی اثر پذیری ہیں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جیسا کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ (سورہ اعراف آیت ۵۴)

اور سورج چاند اور ستاروں کو بنایا، سب اس کے حکم سے دبے ہوئے ہیں۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۝

اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا، اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں۔ یہاں تک کہ پھر گیا جیسے کھجور

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ

کی پروا نہیں ڈالی، سورج کو نہیں پہنچتا کہ چاند کو پکڑ لے اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے۔

(سورہ یٰسین ۲۸، ۲۹، اور ۴۰)

اس موضوع پر متعدد آیات موجود ہیں۔ جن سے ثابت اور ظاہر ہے کہ یہ سب اجرام فلکی بھی اس کے حکم کے بندے ہیں، اس کے حکم ہی سے ان کی رفتار ایک برج سے دوسرے برج میں تحویل ہوتی ہے۔ اگر میں فلکیات اور ہیئت کے بیان کو جاری رکھوں تو بہت سے صفحات پڑھ جائیں گے اور پھر بھی کلام ختم نہیں ہوگا، یہ چند امور میں نے اس لیے بیان کر دیئے ہیں کہ قارئین کو ان اشعار کے سمجھنے میں آسانی ہو تو ان مصطلحات ہیئت و نجوم سے معمور قصیدے میں امام احمد رضا کی فکر و ذکاوت نے پیش کئے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ ان کی صرف فہرست مکمل کر دینے سے وہ حق ادا نہیں ہوتا جو ہمارے ذمہ ہے اور نہ وہ ہمارے لیے موجب فخر بن سکتا ہے۔ میں اس سلسلہ میں ہمیشہ اس امر کا کوشاں رہا ہوں کہ حضرت امام احمد رضا کے فضل و کمال کو ان کی تحریروں اور فکر کے نتائج سے مبرہن کیا جائے محض گنتی گنا دینے سے کیا حاصل اس سلسلہ میں گزشتہ سال امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری پر ایک مبسوط مضمون لکھ چکا ہوں داد ملے یا نہ ملے الحمد للہ کہ مجھے اس کی خواہش نہیں۔

آیئے اب آپ کے سامنے اس نعتیہ قصیدے کی تسبیب (تشبیب) کے کچھ اشعار پیش کرتا ہوں اور اس کے بعد ہر ایک شعر کی شرح پیش کروں گا۔ فرماتے ہیں۔

۱۔ خالقِ افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گُل سوسن میں ہیں لاکھوں گُل یاسمن

۲۔ موتیے بیلے کے پھول زیبِ گریبانِ شام
جوہی، چنبیلی کے پھول زینتِ زیبِ چمن

۳۔ دامنِ البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول
کوڑے کی جھولی میں ہیں حاصلِ چند ہی چمن

۴۔ طرفہ کے بیلے چار باغ ایک نمونے کے تین
تینوں میں چار آخشیج، چاروں کی تازہ پھبن

۵۔ تختۂ نسریں میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول
ایک گُل نیلوفر، چار گُل نارون

۶۔ نارون ناروشن، ناظمِ بالاحصار
سرورِ اقلیمِ ترک، افسرِ لشکر شکن

۷۔ یہ صنمِ تُند خو آگ نہ ہو تو کہو
پانی کے ایک پیڑے سے نہ لیا بانکپن

۸۔ شیر کے دل میں جو ہو نارِ غضب کیا عجب
گردم بارد مزاج آئیوں سے ہے زنانہ تگن

۹۔ وسطِ گلستاں نہر، نہر کے ہر سمت دوب
دوب میں بوٹے ہزار، بوٹوں میں دُرِ عدن

۱۰۔ سبزہ و گُل دلنشیں، محوِ تماشہ حسین
بانوئے اقلیمِ چین، دلبرِ اہلِ وطن

۱۱۔ سیر کے قابل بہار کرتے ہیں چنبیلی نگار
دخترک سہ عذار ، دو پسر سیم وتن

۱۲۔ اف رے ستم ، شیشہ بار قطرہ چھلکتا نہیں
سر پہ لیے شیشیاں ، رقص میں قطرۂ زمین

تشریح اشعار

شعر۱۔ خالقِ افلاک نے اپنی صناعی سے افلاک کے یہ حسین اور نادر باغ ایسے کھلائے ہیں کہ ان کا جواب نہیں اور نہ کوئی ایسے طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گل سوسن یعنی فلک ثوابت ، میں اس نے صناعی سے لاکھوں ستارے پیدا کر دیئے ہیں جو اپنے حسن میں گل یاسمین کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں اور صرف نواز ہی نہیں بلکہ تاریکی اور اندھیارے میں تمہارے رہنما ہیں۔ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النجوم لتهتدوا بها فی الظلمات البر والبحر۔ تمہارا رب وہی ہے اور وہی تمہارا خالق ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے جن سے تم خشکی کے اندھیرے میں اور سمندر میں راستہ پا لیتے ہو (اور بھٹکتے نہیں)۔

شعر۲۔ راس شمالی ہی کو دیکھئے موتیے اور بیلے کے ہزاروں پھول (ستارے) اس کے گریبان کی زینت بنے ہوئے ہیں اور کچھ یہی حال جیبِ چمن یعنی راس جنوبی کا ہے کہ وہاں بھی جو چنبیلی کے یہ پھول یعنی ستارے ، اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے ہیں اور اس کی جیب ان پھولوں سے بھری ہوئی ہے ۔ راس شمالی اور جنوبی دائرہ معدل النہار کی سمتیں ہیں۔ افلاک کی سمتوں کے لیے راس کا لفظ اصطلاح مستعمل ہے۔

شعر ۱۳۔ البرز بظاہر تو عظیم الشان پہاڑ کا نام ہے جو کوہ البرز سے موسوم ہے
اور ایران و ہند کے پاس واقع ہے ۔ کوہ ہمالیہ کا ایک حصہ ہے لیکن اصطلاح
فلکیات میں فلک ثوابت ہے اور اس کی کلیاں اس کے بروج ہیں اور ہر
برج ستاروں سے معمور ہے یعنی فلک ثوابت میں جو بروج ہیں ۔ جن کو
منطقۃ البروج بتایا جا چکا ہے وہ ایسی کلیاں ہیں جن میں لاکھوں ستاروں
کے پھول کھلے ہیں ۔ ذرا اس کوڑے کی چوٹی دیکھئے یعنی منطقۃ البروج پر
نظر ڈالیئے کہ بہت سے باغوں کو بہار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے ۔
شعر ۱۴۔ خالق ارض و سما نے اپنی صناعی سے کائنات میں عناصر (آب ، آتش باد
خاک) کے عجیب و غریب چار باغ کھلائے ہیں تمام کائنات میں ان ہی کی
کار فرمائی ہے ۔ اگر موجودات میں خالق حقیقی کے حکم سے یہ کار فرما نہ ہوتے تو
یہ کائنات موجود ہی نہ ہوتی اور اس کائنات میں موالید ثلاثہ یعنی جمادات
نباتات و حیوانات یکساں نمو لے کے تین نشو و نما پانے والے اجسام ہیں فرق
صرف یہ ہے کہ جمادات کی نمو بطئی السیر ہے نباتات کی بطئی السیر نہیں بلکہ
حیوانات کے مقابلہ میں نباتات کی نشو و نما جلد ہوتی ہے ۔ یہ موالید ثلاثہ
نشو و نما کے اعتبار سے یکساں ہیں یعنی ان میں نمو ہوتا ہے ۔ کوئلہ ہیرا بن جاتا
ہے لعل مدتوں میں آب و تاب حاصل کرتا ہے ۔ بلور کی نشو و نما بھی بہت بطئی
ہے ۔ لیکن موالید ثلاثہ کی یہ نمو اربعہ عناصر کی ترکیب کا نتیجہ ہے ان اربعہ عناصر
جو چار اخشیج ہی کے امتزاج (آب آتش و باد خاک کی ترکیب سے ان کی نمو
ہوتی ہے ۔ اور ان ہی کی پھبن اور خوشحالی موجودات میں اپنا اثر پیدا کر کے
ان کو حسین اور دلکش بناتی ہے یہی اربعہ عناصر انسان میں اخلاط اربعہ
پیدا کرتے ہیں یعنی سودا ، بلغم ، صفرا اور بادی ، ان ہی کی پھبن اور خوبصورتی

ان کا اعتدال، انسانی کا مدار بنی ہے۔

شعر۵، تختۂ نسرینِ فلک ہے اور اس میں گیندے کا صرف ایک پھول ہے۔ جس کو عطارد کہتے ہیں (اصحاب علم نجوم عطارد کو اس بر صغیر میں دبیر فلک کی طرح گیندے کے پھول سے بھی تشبیہ دیتے ہیں) اسی باغ یعنی فلک ثوابت میں ایک گل نیلو فر یعنی زحل بھی ہے جب کہ نار ون (گلنار فارسی) کے چار پھول کھلے ہیں، یعنی مریخ، قلب اسد، قلب عقرب اور قلب ثور سے مریخ کے لیے اسد، عقرب اور ثور خانہ ہائے سعد ہیں۔

شعر۶، آگ کی طرح گلِ انار یعنی مریخ ان دنوں ایک حصار بلند و بالا (فلکیات ثوابت) کا حاکم اعلیٰ ہے اور وہ مملکت ترکستان (فلک) کا ایڈتوں سردار ہے (مریخ اپنے خانہ سعد میں ہے اور فوج ستارگان کا ایسا سردار ہے جس نے مقابل کے لشکر کو مار بھگوایا ہے۔

شعر۷، ضنم تند خو اپنے خواص کے اعتبار سے مریخ ہے کہ اس کو جلاد فلک ہی کہتے ہیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ یہ تند خو صنم، میری بات سن کر اگر غصہ سے آگ بگولہ نہ ہو تو میں اس سے کیوں کہ جب تو خانۂ برج سرطان میں پہنچا تو سوائے وبال کے تجھے کچھ اور حاصل نہ ہوا۔ میرا تو خیال تھا کہ برج سرطان کے نام سے ہے کیا شرف مل سکتا ہے، برج سرطان کی فرضی شکل ایک کیکڑے کی ہے جس کو سرطان کہتے ہیں، اس لیے کہ برج سرطان تیرے لیے خانۂ شرف نہیں بلکہ وبال ہے۔

شعر۸، شیر یعنی برج اسد کے دل میں جس کو قلب اسد کہتے ہیں، اگر غلہ اور غضب سے آگ بھڑک اٹھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ کژدم باردہ مزاج یعنی برج عقرب (جس کی شکل ایک بچھو کی ہے) ٹھنڈا

اور بادہ مزاج رکھتے ہوئے کس طرح شعلہ نگن بن گیا ہے۔ برج اسد اور برج عقرب دونوں اہل نجوم اور فلکیات کے نقطۂ نظر سے، مزاجی کیفیات کے اعتبار سے مختلف ہیں، برج اسد آتشیں مزاج ہے اور برج عقرب بادۂ مزاج ہے ان ہر دو کیفیات کو امام رضاؔ نے جس تعلیل کے ذریعہ ظاہر کیا ہے۔

شعر ۹۔ وسط گلستان یعنی فلک میں ایک نہر جاری ہے جو منطقۃ البروج ہے اور ایک نہر مدور ہے اور اس نہر کے دونوں جانب جہاں تک نظر دوڑائیے دوب کی سبزی (گھاس) پھیلی ہوئی ہے اور اس دوب میں ہزاروں بوٹے یعنی ستارے چمک رہے ہیں۔ جن سے اس دوب کا حسن دوبالا ہو گیا ہے۔

شعر ۱۰۔ چمن فلک ان ثوابت وسیارگان سے سیر کے قابل بن گیا ہے۔ جہاں سیر کو آئے یہ نگاران فلک (ثوابت وسیارے) اٹھکیلیاں کرتے پھر رہے ہیں۔ ان حسینان چمن میں ایک چاند جیسا رخسار رکھنے والی حسینہ بھی ہے یہ برج سنبلہ ہے (جس کی تصویر خیال ایک جوان عورت کی ہے، جو اپنے ہاتھ میں بالی لئے ہوئے اس مناسب سے اس کو برج سنبلہ کہتے ہیں) اور اس کے قریب دو حسین لڑکے موجود ہیں، یہ دو سیر سیمئن برج جوزا ہے جو توام بچوں کی شکل میں فرض کیا گیا ہے۔

شعر ۱۱۔ اس چمن (فلک) میں سبزہ بہت ہی دلکش ہے جس حسین (نجم) کو دیکھو وہ اس سبزے کی سیر میں محو ہے، خواہ وہ ملکت چین کی شہزادی ہو جو مشتری ہے یا وہ بابل میں رہنے والی حسینہ ہو جس کا نام زہرہ ہے، اس شعر میں ایک تلمیح بھی ہے، شہر بابل کی سیر کے لیے دو فرشتے ہاروت وماروت بھیجے گئے تھے وہ یہاں آکر زہرہ نامی حسینہ کے جادو سے مسخر ہو گئے اور فارسی

شعرا نے اس روایت کو اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ ناسخ یا جرأت کا شعر ہے۔

دیکھ اس کے پری خاتم یاقوت میں انگلی
ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی

قرآن حکیم نے اس واقعہ کو اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

وما کفر سلیمن ولکن	اور سلیمان نے کفر نہ کیا، ان
الشیطین کفروا یعلمون	شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو
الناس السحر؟ وما انزل	سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو
الملکین ببابل ھاروت	بابل میں دو فرشتوں ہاروت
وماروت ط	ماروت پر اترا۔
وما یعلمن من احد	اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ
حتی یقولا انما نحن	سکھاتے جب تک وہ یہ نہ کہہ
فتنة فلا تکفر فیتعلمون	لیتے کہ ہم تو رب کی آزمائش
منھما ما یفرقون بہ	ہیں تو اپنا ایمان رکھو۔ تو ان
بین المرء وزوجہ و	سے سیکھتے وہ جس سے جدائی
ما ھم بضارین بہ	ڈالیں مرد اور اس کی بیوی میں
من احد الا باذن اللہ ط	اس (جادو) سے ضرر نہیں پہنچا سکتے
	کسی کو مگر خدا کے حکم سے۔

قصص القرآن میں اس واقعے کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ اسرائیلیات میں ہے کہ یہ زہرہ نامی عورت پر فریفتہ ہو گئے تھے اور جب تک خدا نے چاہا ان کو ایک کنوئیں میں بطور سزا لٹکا دیا۔ جو شہر بابل میں واقع تھا، اسی کو شعرا نے

دلبر اہل وطن کہاں ہے؟

امام احمد رضا نے صرف دلبر بابل کہہ کر زہرہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(معارف رضا کراچی ۱۹۸۴)

ستاروں کا جھک کر سلام کرنا

گزشتہ اوراق میں ستاروں کے جھکنے کا حوالہ گذر گیا ہے بلکہ اگر حقیقت میں نگاہ نصیب ہو تو اب بھی میلاد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ملائکہ قطار در قطار حاضری دیتے ہیں، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں میلاد شریف کے روز مکان ولادت نبوی پر حاضر تھا۔ اور لوگ آپ کے ان معجزات کا بیان کر رہے تھے جو حضور کی تشریف آوری سے پہلے یا آپ کی بعثت سے قبل ظاہر ہوئے تو میں نے اچانک دیکھا کہ انوار کی بارش ہوئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ان فرشتوں کے ہیں کہ جن کو ایسی محافل (میلاد شریف وغیرہ) پر مقرر کیا گیا ہے۔ نیز میں نے دیکھا انوارِ ملائکہ اور انوارِ رحمت ملے ہوئے ہیں۔

فیوض الحرمین عربی اردو صہ۸۰ وصہ۸۱)

ان کے قصر قدر کے خلد ایک کمرہ نور کا ۴۔ سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

حل لغات | قصر۔ مکان۔ محل، خلد۔ نا نغم نام بہشت (غیاث)

کرہ :۔ لاطینی) کوٹھا۔ کوٹھڑی۔ ننھا :۔ چھوٹا۔ ٹھگنا۔ ٹیڈی۔ پائیں باغ :۔ وہ باغ جو قلعہ یا محل کے نیچے لگایا جائے۔ پودا :۔ نیا پیڑ۔ بوٹا۔

شرح حبیب کبریا شہ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کے محل شاہی کے آگے بہشت تو ایک نوری کرہ اور سدرہ آپ کے شاہی محل میں ایک چھوٹا سا بوٹا ہے۔

ازالہ وہم منکرین کمالات مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن ہے اسے مبالغہ پر محمول کریں۔ فقیر ایک معمولی اور ادنیٰ بہشتی کے متعلق عرض کرتا ہے احادیث مبارکہ میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کو جنت میں دنیا کی زمین کے برابر جگہ ملے گی تو آپ اندازہ لگائیں جنت کتنی بڑی ہوگی۔ اور سارے جنتیوں کی جنت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کرہ کے برابر ہوگی۔

جنّت کا تعارف جنت ایک دو علاقوں کا نام ہے بلکہ قرآن مجید کی نص قطعی کے مطابق صرف اس کا عرض چودہ طبق کے برابر ہے اس کے طول کو خدا جانے یا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اللہ تعالیٰ پارہ نمبر ۴ اور پارہ نمبر ۲۷ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا	اور بہشت جس کا پھیلاؤ تمام
السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔	آسمان اور زمینیں ہیں۔

یعنی ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کا عرض اگر ان کے ایک دوسرے کو آپس میں ملایا جائے یہ اُس وقت ہے جب اسماء اور زمین کا الف لام استغراق کا مانا جائے۔ جب بہشت کے عرض کا یہ حال ہے تو طول کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ ہر شئے کا طول عرض سے لمبا ہوتا ہے۔

زاں فزوں تر

حضرت اسماعیل سدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر زمین اور آسمانوں کو توڑ کر ریزہ ریزہ کیا جائے تو ہر ریزہ کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کی بہشت ہے جس کا عرض ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ہیں اور یہ تشبیہ صرف انسان کو تمثیل سے سمجھانے کے لیے ہے کہ وہ اسی طرح سمجھتا ہے اور اسی طرح اس کے ذہن میں یہ بات مؤثر ہوگی کہ بہشت اتنا مقدار پر طویل و عریض ہے۔

غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جاگیر

زاہد خشک تو سمجھتا ہے کہ بہشت قصر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل ایک چھوٹا سا پودا کیسے؟ اسے معلوم نہیں کہ یہ بہشت تو آپ کے غلاموں کی جاگیر ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جوتے سمیت، بہشت میں کیسے چل رہے تھے، یوں سمجھئے کہ گویا بہشت ان کی اپنی جاگیر ہے۔ جس میں وہ کسی پرواہ کیئے بغیر جوتے سمیت چل رہے تھے۔ یونہی حدیث شریف میں ہے کہ

ان الجنۃ تشتاق الی المومن (وکما قال)	بے شک بہشت مومن کی مشتاق ہے۔

اور کنز العمال میں روایت ہے کہ بندہ جب دعا مانگتا ہے کہ

اللھم ارزقنی الجنۃ	یا اللہ! مجھے جنت عطا فرما۔

تو جنت اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے کہ یا اللہ! اسے جو مانگتا ہے وہ دے دے۔ جب جنت غلامان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاگیر ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کے باغ وبہار کا کیا کہنا اسی لیے کسی شاعر نے کہا ہے کہ

ط جنت چہ بود کوچۂ بازارِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ترجمہ:۔ جنت تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمالات شہر کی ایک بازار کا ایک کوچہ ہے۔

۵۔
عرش بھی فردوس بھی اُس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

حل لغات شاہ والا بات شاہ۔ بلند قدر۔ مثمن آٹھ ضلعوں کا۔ آٹھ حصے کیا ہوا۔ آٹھ ضلعوں کی شکل کا۔ برج گنبد۔ آسمانی دائرہ کا بارہواں حصہ۔ مشکوئے اعلیٰ:۔ بضم المیم والکاف۔ دار مجہولہ امیروں کا محل (غیاث وغیرہ)

شرح وہ نوری شہنشاہ عرش و جنت کا مالک و مختار ہے آپ کے جنتی محل پر ہشت پہلو نورانی بالاخانہ ہے۔ نہ صرف امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا یہی منصب ہے بلکہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے جملہ اولیائ و مشائخ اور علماء کا یہی مذہب ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے فرمایا۔ ط

عرش است کمیں پایہ ز ایوان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:۔ عرش تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایوان شاہی کا صرف ایک پایہ ہے۔

تعارف عرش معلیٰ

وہ عرش معلیٰ جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملوکہ جاگیر ہے۔ وہ کیسا ہے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عرش معلیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملوکہ جاگیر کیسے؟

حضرت امام اسمٰعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح البیان پ کے تحت آیت العرش العظیم صفحہ ۱۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض محققین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش معلیٰ کو صرف اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شرافت کے اظہار کے لیے پیدا فرمایا اس لیے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا۔

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

تبصرہ اویسی

یہ بات حق بلاشک ہے اس لیے کہ عرش بمعنی سریر تخت، اور یہ اس کے لیے جو ذو جسد ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تو جسم کا تصور گمراہی ہے اسی لیے اہل اسلام نے متفق ہو کر فرقہ مجسمہ بشمول ابن تیمیہ کو گمراہ کہا کیونکہ ان کے مذہب میں اللہ تعالیٰ کو جسم مانا گیا ثابت ہوا کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے سچ فرمایا کہ ؎

وہ لامکاں کے مکیں ہوئے　　　وہی سر عرش تخت نشیں ہوئے

وہی نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکان　　　وہ خدا ہے جس کا مکان نہیں

وسعت عرش

روح البیان حوالہ مذکورہ بالا میں ہے کہ مروی ہے کہ عرش معلےٰ کے ایک ہزار ستون میں ایک روایت میں ہے کہ اس کے تین ہزار پائے ہیں۔ ہر ایک پایہ سے دوسرے پائے تک تین ہزار سال کی مسافت ہے۔ ہر ایک پایہ پر بے شمار صف بستہ اور تکبیر ادا کرنے والے ملائکہ ہیں اور یہ وسیع تخت عرش حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے شاہی محل کا ایک پایہ ہے حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی طرح صدیوں پہلے فرما گئے۔

ع عرش است کمیں پایۂ ز ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۶۔
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہِ سنّت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا

حل لغات

بدعت:۔ نئی رسم دین میں نکالنا۔ اس میں دورِ جاہلیت کی تمام بری رسموں کی طرف اشارہ ہے کہ چھائی ظلمت میں بھی کہ عرب میں دین ابراہیمی نور کی طرح چمکا لیکن رسوم جاہلیت نے اس کا رنگ بدل دیا ظلمت چھائی تاریکی ہی تاریکی تھی۔ ماہِ سنت:۔ طریقہ۔ راہ حق کا چاند۔ مہر طلعت:۔ دیدار۔ رخ۔ چہرہ۔ سورج کے رخ، دور چہرہ والے۔ بدلا:۔ عوض۔ پہلا بدلا:۔ ماضی از بدلنا۔ دوسرا بدلا بمعنی عوض۔

شرح

ادیان سابقین میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ کفر کی سیاہی بڑھ گئی اور نور کی نورانیت پھیکی پڑ گئی اے سنت طریقہ ابراہیم علیہ السلام کے ماہ تاباں اور حق کے طلوع ہونے والے سورج نور کا انتقام کفر سے لے لیجئے، نور کی نورانیت دوبالا فرما دیجیے، کفر کو مٹا دیجئے کعبہ کو اصنام سے پاک فرما دیجیے۔

قبل اسلام عالم دنیا کا حال زبوں

اس شعر میں عالم کی زبوں حالی کی طرف اشارہ فرمایا کہ پھر اسے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے تابانی اور رونق نصیب ہوئی ان دونوں طویل مضامین کو صرف ایک ہی شعر میں دریا در کوزہ کا کام کر دکھایا۔ اگرچہ فقیر نے اس موضوع پر مجلدات سابقہ شرح حدائق بخشش میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن شعر کی مناسبت سے مختصراً عرض ہے۔

آئی بدعت چھائی ظلمت

سابقہ انبیاء و رسل علی نبینا وعلیہم السلام کے طریق مقدسہ کو چھوڑ کر اپنے طریقے کر رکھے تھے اور ادیان حقہ کے انوار مٹا کر لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا تھا اسی لیے دنیا میں ظلمت و تاریکی چھائی ہوئی تھی چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے پہلے دنیا پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے دنیا پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی نہ صرف دنیا کی علمی اور اخلاقی ترقی رک گئی بلکہ ان دونوں کے لحاظ سے سارا عالم اسفل سافلین کی حالت تک پہنچا ہوا تھا وہ چراغ جو مختلف ملکوں اور قوموں میں خدا کے رسول نے اپنے اپنے وقت پر جلائے تھے سب کے سب بجھ چکے تھے اور کسی میں وہ نور باقی نہ رہا تھا جو مخلوق کے لیے موجب ہدایت ہوتا۔ ساری دنیا میں کوئی ملک یا مذہب ایسا نہ تھا جس میں توحید خالص کا عقیدہ باقی رہ گیا ہو۔ ہندو مذہب میں تینتیس کروڑ دیوتا بن چکے تھے۔ بدھ مذہب میں خدا کی ہستی کا ہی انکار ہو گیا تھا۔ زرتشت کے مذہب میں دو خداؤں کی حکومت تھی۔ عیسائی خدائے واحد کے عقیدہ کو چھوڑ کر تثلیث کے کامل تصرف میں تھی۔ یہودی مذہب جس

نے اپنی ساری عملی کمزوریوں کے ساتھ توحید کے عقیدہ کو ایک مدت تک قائم رکھا تھا۔ عیسائیت کے قدم بقدم چل کر حضرت عزیر کو ابن اللہ کے مرتبہ تک پہنچانے لگے باقی دنیا پر بھی بت پرستی تو اصنام پرستی بلکہ ہر ایک غیر اللہ کی پرستش کا دور دورہ تھا خواہ پتھر ہو یا درخت یا جانور، زمین کا کوئی انسان ہو یا آسمان کا کوئی ستارہ توحید کو دنیا بالکل ہی بھول چکی تھی اور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دوبارہ توحید کی روشنی نہ لاتے تو دنیا ہمیشہ کے لیے اس اصول سے جو تمام نیکیوں کی جڑ ہے محروم رہ جاتی اسی طرح پر وحدت قومی کا اصول بھی دنیا گم کر چکی تھی اور تمام ملکوں میں باہم فساد اور جنگ و جدل سے قومیں اپنے آپ کو کمزور کر رہی تھیں اور اس سے بلند تر اصول یعنی وحدت نسل انسانی کی طرف تو ابھی دنیا نے قدم ہی نہ اٹھایا تھا۔

علمی اور اخلاقی رنگ میں اگر دنیا کے مختلف ممالک کی حالت دیکھی جائے تو چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے۔ ہندوستان جو قدیم تہذیب کا گہوارہ تھا اس کی حالت اس درجہ گر چکی تھی کہ علوم مٹ چکے تھے۔ آزادی رائے کی جڑ کٹ چکی تھی۔ انسانوں کے فرزندوں سے وحشیوں سے بدتر سلوک ہوتا تھا۔ ذات پات کی تمیز نے انسان کے مرتبہ کو حد سے نیچے گرا دیا تھا۔ آج اسی کا بقایا اچھوت اقوام کی حالت میں نظر آتا ہے۔ اخلاقی حالت یہاں تک گر چکی تھی کہ ہر قسم کے افعال شنیعہ جھوٹ زنا وغیرہ رشیوں بلکہ دیوتاؤں کی طرف منسوب ہونے لگے اور کتب مقدسہ میں تحریف ہو کر یہ ناپاک قصے ان میں بھی داخل ہو گئے۔ ایسی حالت میں نیکی کے لیے کوئی تحریص باقی رہ نہ گئی تھی۔ شاکت مت جیسے فرقے پیدا ہو گئے جن میں ماں بہن تک کی حرمت باقی نہ رہی چہ جائیکہ زنا کو کوئی عیب خیال کیا جاتا بلکہ نیوگ کے رنگ میں

اسے شریعت کے اندر داخل کیا گیا۔ مرد اور عورت کے وہ مخصوص مقامات جنہیں وحشی سے وحشی قومیں پردہ میں رکھتی ہیں ان کی ننگی تصویریں مندروں میں رکھی جاتیں، جہاں مرد اور عورتیں انہیں دیکھتے بلکہ ان کی عبادت کرتے۔ اعتقادات کے لحاظ سے یہ حالت تھی کہ روئے زمین کی ذلیل سے ذلیل چیز انسان کا معبود سمجھی جاتی تھی جس کے سامنے انسان جھکتا اور اسے اپنے سے بڑھ کر طاقتوں کا مالک مانتا تھا۔ بھلا ایسی حالت میں علمی تحقیقات اور ترقی کا وجود کیونکر باقی رہ سکتا تھا۔ علمی ترقی صرف اس حالت میں ہو سکتی ہے جب انسان کو اپنے بلند مرتبہ کا احساس ہو اور وہ اپنے اندر یہ قوت محسوس کرے کہ وہ روئے زمین کی تمام طاقتوں پر غالب آ سکتا اور انہیں اپنے کام میں لگا سکتا ہے۔

چین اور ایران کی حالت اس سے بہتر نہ تھی۔ وہاں بھی کبھی خدا کا نور روشن ہوا تھا اور مخلوق کو اپنے مولیٰ سے ملنے اور نیکی اور اخلاق کا سبق دیا گیا تھا مگر مرورِ زمانہ سے حالت بدل چکی تھی۔ ایران میں مزدک کی تعلیم کا زور تھا جس نے عورتوں کو جائیداد مشترکہ قرار دے کر بدکاری کا دروازہ چوپٹ کھول دیا تھا۔ پھر جہاں بدی کا خالق الگ مانا جاتا ہو وہاں بدی ترقی کیوں نہ کرے۔

یورپ کی اس زمانہ کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ اس کا اکثر حصہ وحشیانہ پن کی حالت میں تھا اور عیسائیت نے صدیوں تک کسی قسم کی اخلاقی یا علمی ترقی کی طرف ان قوموں کا قدم نہ بڑھایا ہاں ایک رومن امپائر میں کچھ تہذیب کی روشنی تھی مگر وہ بھی آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتی چلی گئی تین سو سال سے یہ سلطنت کامل طور پر عیسائیت کے اثر کے نیچے آ چکی تھی مگر اخلاقی اور علمی لحاظ سے اپنے مقام سے گرتی چلی گئی۔ آزادی رائے کا حق روز بروز کم ہوتا چلا گیا۔ اور علم صرف حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور بشریت کے تعلقات کے جھگڑوں

تک محدود ہو گیا۔ کہلانے کو تو وہ کتابیں کہلاتی تھیں مگر ان کا نہ ہونا ان کے ہونے سے بہتر ہوتا۔ ان جھگڑوں نے نہ صرف انسانوں کے تعلقات محبت کو برباد کیا بلکہ قوائے انسانی کو ایک ایسی ذلیل حالت تک پہنچایا کہ ان میں نشوونما کی قوت بالکل دب گئی۔ رہبانیت نے مذہبی رہنماؤں کے اندر ایسی برائیاں پیدا کر دیں کہ عام لوگوں کو بدی سے بچانے کی بجائے وہ بدی میں گرانے کے محرک ہو گئے۔ ظاہر طور پر تجرد کی حالت میں رہتے مگر اندرونی طور پر سیاہ ترین بدکاریوں کا ارتکاب کرتے ایک عیسائی نے اس حالت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ کنواریاں پادریوں کے پاس اقرار گناہ کے لیے جاتیں مگر کنواریاں واپس نہ آتیں۔ انسانیت کمال درجہ کی ذلت کو پہنچ چکی تھی۔ ایک بشپ اس زمانہ کی عیسائیت کے متعلق لکھتا ہے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے آسمانی سلطنت پوری ابتری بلکہ عین دوزخ کا نمونہ بن رہی تھی۔ سر ولیم میور لکھتا ہے۔ ساتویں صدی کی عیسائیت خود گری ہوئی اور بگڑی ہوئی تھی۔ اس کو باہم لڑنے جھگڑنے والے فرقوں نے نکما کر رکھا تھا اور ابتدائی زمانہ کے پاک اور فراخ ایمان کی جگہ توہم پرستی کی بیہودگی نے لے لی تھی۔

عرب کی اس حالت کا نام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے تھی قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت رکھا ہے۔ اور فی الحقیقت جب ان ملکوں پر بھی جو اس سے پہلے تہذیب اور علم کے مرکز رہ چکے تھے۔ جہالت کی تاریکی چھا گئی تھی تو عرب جو تمام دنیا سے منقطع الگ کا الگ پڑا تھا اور جہاں اگر کوئی نبی آئے بھی تو کناروں کی طرف آئے اس کی حالت کا قیاس کر لینا آسان ہے۔ صحیح اصول علم۔ اخلاق سب مر چکے تھے۔ برائیوں پر فخر کیا جاتا تھا اور فن شاعری اپنے اوج پر تھا اور اسلام سے پہلے کے اشعار اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور کمال شاعری

ظاہر کرتے ہیں۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو فنِ تحریر سے عرب ناواقف نہ تھے پھر بھی تحریر کا رواج ان کے اندر شاذ و نادر تھا۔ حتیٰ کہ ان کے اشعار تک لکھے نہ جاتے تھے۔ اور جاہلیت کے کل اشعار سوائے معلقات کے جس کو لکھ کر خانہ کعبہ پر آویزاں کیا گیا زبانی روایت سے ہی چلے آتے تھے۔ رہے اشعار۔ سو شعر گوئی کو کبھی کسی نے معیارِ تہذیب قرار نہیں دیا۔ بلکہ ہر سوسائٹی کی ابتدائی حالت میں شعر کے ساتھ لوگوں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ اس وقت دلچسپی کے وہ دوسرے سامان موجود نہیں ہوتے جو تہذیب و تمدن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اشعار میں زبان کی خوبصورتی ہر زمانہ میں مل سکتی ہے مگر خیالات کی وسعت تہذیب سے پیدا ہوتی ہے اور عرب کے اشعار خیالات کی وسعت کے زیور سے معرا ہیں۔

اس میں بھی شک نہیں کہ عربوں میں بعض اوصاف ایسے وہ اس وقت اپنی نظیر نہ رکھتے تھے مگر چند اچھے اوصاف کا کسی قوم کے اندر پایا جانا جب کہ اس کے مقابلہ پر جاہلیت اور وحشیانہ حالت کمال کو پہنچی ہوئی ہو، تہذیب نہیں کہلاتا اگر کسی غریب مسافر کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی مہمان نوازی کا سلوک ہوتا تھا تو دوسری طرف راہ چلتوں کو لوٹ لینا بھی ان کا عام شیوہ تھا۔ قومی وفاداری بے شک ان میں ایک بڑی خوبی تھی مگر اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ادنیٰ باتوں پر جہاں کسی قوم کے ایک فرد سے دوسری قوم کے کسی فرد کو کچھ خفیف سا نقصان پہنچ جاتا یا وہ کسی معاملہ کو اپنی ہتک سمجھ لیتا تو ایسی ایسی خونریز لڑائیاں چھڑ جاتیں جو قوموں کی قوموں کو نیست و نابود کر دیتیں۔ اور قومی کینہ بیس بیس پچاس پچاس سال تک نہ جاتا نیک۔ اوصاف۔ اس خطرناک اندھیری رات میں جو اسلام سے پہلے ملک پر چھائی ہوئی تھی کسی اس دھندلے۔ سے ستارہ

کی روشنی کی طرح ہے جو بادل پھٹ کر کہیں سے نظر آجاتا اور پھر آن کی آن میں غائب ہو جاتا۔

مذہبی حالت عرب کی اصل حالت کیا تھی کہ وہ ایک اللہ کو ضرور مانتے تھے مگر نہ عملی رنگ میں خدا کی پرستش کی جگہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف کاموں کی انجام دہی مختلف بتوں اور دیویوں دیوتاؤں کے سپرد کر رکھی ہے۔ اس لیے وہ ہر بات میں انہی بتوں اور دیوتاؤں کی طرف رجوع کرتے تھے پس ان کا ایک خدا کی ہستی کا عقیدہ عام طور پر بالکل بے معنی اور بے جان عقیدہ تھا۔ پھر وہ نہ صرف بتوں کی پرستش کرتے تھے بلکہ ہوا، سورج، چاند اور ستاروں وغیرہ کی بھی پرستش کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ پتھروں، درختوں اور ڈھیروں کی بھی پرستش کی جاتی تھی۔ جہاں کہیں ان کو اچھا اور خوبصورت سا پتھر نظر آجاتا اس کو سجدہ کرتے اور اگر پتھر نہ ملتا تو ریت کے ایک ڈھیر پر اونٹنی کا دودھ دوہ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ فرشتوں کو وہ دیویاں سمجھ کر ان کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ بڑے بڑے ناموراشخاص کے نام پر بت تراش کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ اور صرف گھڑے ہوئے پتھروں ہی کی نہیں بلکہ بن گھڑے پتھروں کی بھی پوجا کرتے تھے جب سفر پر جاتے تو چار پتھر ساتھ لے جاتے۔ کیونکہ ریگستانی علاقہ میں سینکڑوں میلوں تک پتھر بھی نہ مل سکتا تھا۔ ان چار پتھروں میں سے تین چولھے کا کام دیتے۔ اور چوتھا پوجا پاٹ کے کام آتا۔ بعض وقت تین ہی پتھر ساتھ رکھ لیتے اور روٹی پکا کر جب چولھا فارغ ہوتا تو اسی کے پتھروں میں سے ایک کو اٹھا کر اس کی پوجا کر لیتے۔ خانہ کعبہ کے تین سو ساٹھ بتوں کے علاوہ قبیلے اپنے بت الگ بھی رکھتے تھے۔ بلکہ ہر گھر میں الگ الگ بت رہتا تھا جہاں دودھ وغیرہ اشیاء کے چڑھاوے چڑھتے تھے اور وہاں پر وہ بت کوئی نہ ہونے کی وجہ سے

ان چیزوں کو "کتے" کہا جاتے تھے۔ غرض بت پرستی ان لوگوں کے خون کے اندر ایسی رچی ہوئی تھی کہ ان کی روز مرہ زندگی کے تمام کاروبار پر اس کا اثر تھا۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کاروبار عالم کو اور اپنی قدرتوں کو جیسے بیمار کو شفا دینا، اولاد دینا، قحط و وبا وغیرہ کا دور کرنا دوسروں کے سپرد کر رکھا ہے اور یہ بھی کہ بتوں کی پرستش سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ بتوں کو سجدہ بھی کرتے تھے۔ ان پر قربانیاں کرتے تھے۔ کھیتوں کی پیداوار میں سے اور مویشیوں کی نسل میں سے ان کے لیے نذریں مانتے اور ان پر چڑھاوے چڑھاتے تھے اس ذلیل کن بت پرستی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بیس سال کے عرصہ میں سارے ملک عرب کو آزاد کر دیا اور نہ صرف ہمیشہ کے لیے بت پرستی ملک عرب سے رخصت ہوئی بلکہ توحید کی ایک ایسی آگ ان کے سینوں کے اندر لگا دی کہ وہ چاروں طرف دنیا میں پھیل گئے اور خدا کے نام کو ہر طرف بلند کیا۔ بت پرست بت شکن بن گئے۔ بارہ لاکھ مربع میل میں سے ایسی گہری اور دیرینہ بت پرستی کو بیس سال کے عرصہ میں ایسا نکالا کہ پھر اس کا نام تک وہاں نہ آئے۔ انسان کی طاقت میں نہ تھا۔

گو بت پرستی ان کا عام شیوہ تھا مگر ان میں بعض لوگ ستاروں کی پرستش بھی کرتے تھے اور اسی وجہ سے عرب میں یہ بھی عام عقیدہ ہو گیا تھا کہ ستاروں کی گردش کا اثر انسانوں کی قسمت پر پڑتا ہے۔ مینہ برسنا وغیرہ یہ تمام باتیں جو انسان کی برائی بھلائی سے تعلق رکھتی ہیں ان کو وہ ستاروں کی طرف منسوب کرتے تھے ان میں لامذہب اور دہریہ لوگ بھی تھے۔ جہاں ایک طرف ذلیل ترین بت پرستی نے عام طور پر لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ وہاں دوسری طرف ان میں بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی ہستی روح کی بقا جزا و سزا کے منکر بھی تھے۔ اور

مذہب کی کچھ بھی حیثیت نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ خود بت پرست بعض وقت بتوں کے ساتھ استہزا کر لیتے تھے۔ چنانچہ مشہور شاعر امرء القیس کا قصہ لکھا ہے کہ جب اس کا باپ مارا گیا تو اس نے عربوں کے دستور کے مطابق بت کے سامنے جا کر فال نکالی کہ وہ اپنے باپ کے خون کا قصاص لے یا نہیں۔ فال نکالنے کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی کوئی بڑا کام کرنا ہوتا تھا تو تین تیر لیے جاتے تھے۔ جن میں سے ایک پر لا لکھا ہوا ہوتا تھا یعنی نہیں دوسرے پر نعم یعنی ہاں تیسرا خالی ہوتا تھا اگر لا والا تیر نکلتا تو وہ کام نہ کیا جاتا نعم والا تیر نکلتا تو وہ کام کر لیا جاتا خالی پر نکلتا تو پھر فال نکالی جاتی۔ جب امراء القیس نے فال نکالی تو تین مرتبہ ہی لا والا تیر نکلا تب اس نے جھنجھلا کر تیر کو پھینک دیا اور بُت کو مخاطب کر کے کہا کہ کم بخت اگر تیرا باپ مارا جاتا تو پھر تو قصاص کے لیے لا کا حکم نہ دیتا تھا۔

حکایت ایک موقع پر مین کے ایک بادشاہ نے عیسائی پادریوں کے عقیدہ کفارہ مسیح کو تخول میں اڑا کر ان کو شرمندہ کیا چند پادری صاحبان بادشاہ کے دربار میں کفارہ کا عقیدہ بیان کر رہے تھے۔ یعنی یہ کہ کیونکہ مسیح جو خدا اور خدا کا بیٹا تھا۔ صلیب کی لعنتی موت قبول کر کے انسانوں کے گناہوں کو لے گیا کہ اتنے میں وزیر آہستہ سے بادشاہ کے کان میں کچھ بات کہی جس کو سن کر بادشاہ کی صورت بہت غم اور اداسی کی حالت چھا گئی۔ پادریوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ حضور نے کیا غم کی خبر سنی ہے جو اس قدر ملال کے آثار آپ کے چہرہ پر نمودار ہو گئے تو بادشاہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا کہ مجھے ابھی خبر ملی ہے کہ حضرت میکائیل فرشتہ مر گیا ہے۔ تب پادری صاحبان اپنی عقلمندی کا ثبوت دینے کے لیے فوراً بولے کہ حضور یہ خبر قابل اعتبار نہیں ہے۔ آپ اس پر غمگین نہ ہوں کیونکہ فرشتے انسانوں کی طرح فانی نہیں ہوتے۔ بادشاہ

نے فوراً جواب دیا کہ تم تو ابھی مجھے کہہ رہے تھے کہ خدا مر گیا اگر فرشتہ نہیں مر سکتا تو خدا کس طرح مر سکتا ہے۔ پادری صاحبان کی منطق ختم ہو گئی اور شرمندہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

تمدنی حالت اگر مذہب میں اہل عرب کی یہ حالت تھی اور نہایت ذلیل بت پرستی نے ان کو انسانیت کے مرتبہ سے گرا رکھا تھا تو باقی امور میں بھی ان کی حالت جہالت کے مرتبہ سے اوپر نہ تھی۔ تہذیب کا سب سے نمایاں اثر تمدن پر ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو تمدن کے وہ ابتدائی اصولوں تک سے ناواقف تھے۔ اور تمدن ان میں پیدا کیونکر ہو سکتا جہاں شب و روز ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے تھے۔ اور ایک لمحہ کے لیے بھی یہ اطمینان نہیں تھا کہ فلاں قوم سے فلاں وقت جنگ نہ چھڑ جائے۔ اوّل تو عرب کے لوگ اکثر بدوی تھے۔ جو خانہ بدوشی کی حالت میں رہتے تھے جہاں مویشیوں کے لیے سبزی اور چارہ دیکھا وہیں اونٹ کے چمڑے کا خیمہ لگایا اور کچھ دن بسر کر لیے اور وہاں سے چارہ ختم ہوا تو دوسری جگہ جا ڈیرا لگایا۔ بہت کم لوگ دیہات کی صورت میں اور اس سے بھی کم شہروں میں آباد تھے۔ ایسی آبادی کے اندر تمدن کس طرح پیدا ہوتا۔ پھر یہ نقص تھا کہ اتفاق کا نام تک نہ تھا سارے ملک میں ایک حکومت، تو ایک طرف رہی صوبوں کے اندر بھی جو حکومتیں تھیں وہاں بھی کوئی انتظام حق رسی کا نہ تھا اپنا حق دوسرے سے لینے کے لیے صرف ان کی قوتِ بازو کام آتی تھی ہر ایک قوم یا قبیلہ کا الگ سردار تھا۔ جو ان کو وقت پر کسی دوسری قوم یا قبیلہ سے حق لینے کے لیے لڑائی کے لیے جاتا قوم میں افراد اور ملک میں قومیں عموماً کسی قانون کے جوئے کے نیچے اپنی گردن کو نہ سمجھتی تھیں ایک متعصب عیسائی حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زندگی

کے واقعات لکھتا ہوا صاف الفاظ میں اس کا اعتراف کرتا ہے کہ

"سب سے پہلی خصوصیت جو ہماری توجہ کو کھینچتی ہے وہ عربوں کا بیشمار جتھوں میں تقسیم ہونا ہے جو ایک ہی زبان کے بولنے والے اور اپنے حالات و اطوار میں قریباً یکساں ہیں مگر ہر ایک بجائے خود خودمختار رہے کبھی اپنی حالت پر قانع نہیں اور اکثر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مشغول ہیں بلکہ جہاں رشتہ داری کی وجہ سے یا کسی فائدہ کی غرض سے ایک قوم کے دوسری کے ساتھ تعلقات بھی پیدا ہوئے ہیں، وہاں بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر تعلقات ... کے قطع کرنے اور جنگ کرنے کے لیے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں۔ یہی حالت اسلام کے زمانہ تک چلی آئی ہے کہ کبھی کوئی سی دو قوموں میں اتفاق ہوا بھی ہے تو چند دنوں میں ہی وہ خطرناک جنگ میں مبتلا ہو گئی ہیں اور تمام کوششیں جو اسلام سے پہلے ان کے ایک کرنے کے لیے کی گئیں وہ بے سود اور ناکام ثابت ہوئیں"

قرآن کریم نے چھ لفظوں میں کیسا نقشہ اس بربادی کا کھینچا ہے جس میں ملک عرب پڑا ہوا تھا۔

كُنْتُمْ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔

گویا بھسم ہی ہوا چاہتے تھے۔ جنگ شروع ہو جاتی تو پچاس پچاس سال تک چلی جاتی اور ایک نسل تباہ ہو جاتی تو دوسری نسل انتقام کا جوش اپنے خون میں لیے ہوئے اٹھتی اور ایک استہزاء کا کلمہ گھوڑ دوڑ میں ذرا سی شرارت ہزاروں انسانوں کی خونریزی کا باعث بن جاتی اور پھر ان جنگوں میں جو کامل طور پر

مغلوب ہو جاتے یا گرفتار ہو جاتے۔ وہ فاتح قوم کے لونڈی غلام بن جاتے پھر اس انسان کے احسان کو دیکھو جس نے پانچویں حصہ صدی میں مشرق سے مغرب، اور شمال سے جنوب تک سب قوموں کو ایک ایسی وحدت کی لڑی میں پرو دیا کہ جس طرح عرب کی باہم خونریزیوں اور جنگوں کی نظیر نہیں ملتی اس وحدت کی بھی نظیر نہیں ملتی۔ تمدن سے اتر کر معاشرت کا پہلو قوم کی تہذیب یا جہالت کا فیصلہ کرتا ہے سو اس پہلو سے عرب کی زندگی اسی جاہلیت کے فتویٰ کے نیچے آتی ہے، جس کے نیچے وہ اپنے مذہب اور تمدن کی رو سے ہے۔

عورتوں کی حالت زار

ملک عرب میں عورتوں کی حالت یہاں تک خراب تھی کہ سوائے اس کے کہ اغراض شہوانی کے لیے کوئی اپنی محبوبہ کی تعریف میں شعر لکھ دے عملی رنگ میں ان کے ساتھ حیوانوں کا سا سلوک ہوتا تھا ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہونے کا رواج جو نہایت ادنیٰ اقوام میں پایا جاتا ہے۔ ان میں موجود تھا ایک مرد جس قدر عورتوں سے چاہتا شادی کر سکتا تھا اور اس کے علاوہ جیسا یورپ میں رواج ہے اپنے لیے محبوبہ بھی رکھ سکتا تھا۔ زنا کاری یورپ کے اکثر بلاد کی طرح بطور پیشہ ان میں مروج تھی اور لونڈیوں سے یعنی دوسری قوموں کی گرفتار کردہ عورتوں سے جہاں اور ذلیل کام لیتے تھے وہاں ان سے زنا کاری کرا کر حرام کاری کی کمائی کو اپنا جائز مال سمجھتے تھے۔ نیوگ کی رسم جو ہندوستان میں پائی جاتی ہے اور جس پر اس تعلیم اور روشنی کے زمانہ میں بھی آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی نے بہت زور دیا ہے وہ بھی ان میں مروّج تھی۔ اور اس کے لیے وہ لفظ استبضاع استعمال کرتے تھے۔ جس کی تشریح میں اہل لغت لکھتے ہیں کہ عورت صرف خواہش اولاد کے لیے اپنے خاوند کے سوائے دوسرے

سے تعلق چاہے بلکہ لکھا ہے کہ مرد خود اپنی عورت یا لونڈی کو کہہ دیتا تھا۔

اَرسِلِی اِلیٰ فُلاَنٍ فَاسْتَبْضِعِی مِنْہُ

فلاں کو بھیجو اور اس سے اولاد حاصل کرنے کے لیے تعلق پیدا کرو۔

پھر عورت محض ایک جائیداد کے طور پر سمجھی جاتی تھی اور نہ صرف اس کا اپنے متوفی خاوند یا اور رشتہ داروں کی وراثت میں کوئی حصّہ تسلیم نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ وہ خود جائیداد موروثہ کا ایک حصّہ قرار پاکر ورثہ میں چلی جاتی اور وارث چاہتا تو خود اس سے نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے کرا دیتا یہاں تک کہ باپ کی عورتوں کو بیٹے ورثہ کا حصّہ سمجھ کر ان کے ساتھ شادی کر لیتے۔ اور انہیں انکار کا حق نہ تھا۔ طلاق دینے کا طریق بھی نہایت ظالمانہ تھا۔ ایک مرد اگر چاہتا تو ہزار مرتبہ بھی اپنی بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔ بعض وقت یوں ہی قسم کھا لیتا کہ میں اس کے قریب نہیں جاؤں گا۔ اور وہ عورت نہ مُطلّقہ کے حکم میں ہوتی نہ منکوحہ کے بعض وقت عورت کو ماں کہہ دیا جاتا اور اس طرح اسے مُعلّقہ کی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔ ان تمام طریقوں کے اختیار کرنے سے عورت ایک ایسی مظلومانہ حالت میں ہو جاتی۔ جس سے نکلنے کے لیے اس کے پاس کوئی علاج نہ ہوتا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اس بات کو اپنی غیرت کے خلاف سمجھتے تھے کہ ان کی بیوی طلاق لے کر دوسرے خاوند کے پاس جائے۔ باایں مرد و عورت کے تعلقات میں نہایت درجہ کا فحش بھی تھا۔ عشق و محبت اور ناجائز تعلقات کے نہایت گندے قصے کھلے اشعار میں فخریہ بیان کئے جاتے۔ بڑے بڑے مشہور قصائد میں جو اپنی فصاحت میں لاثانی سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے فحش اور ننگے الفاظ میں ان تعلقات کا ذکر ہے کہ جن کی برداشت زبان اور کان نہیں کر سکتے۔ پھر بلند خاندان کی خواتین سے تشبیب۔ کرنا یعنی ان کو

مخاطب کر کے عشقیہ اشعار میں ان کا ذکر کرنا ان میں عام رواج تھا۔ اور ان سب سے بڑھ کر وحشیانہ پن میں انتہا کو پہنچا ہوا طریق لڑکی کو زندہ درگور کرنے کا تھا پانچ چھ سال کی لڑکی کو باپ جنگل کی طرف ساتھ لے جاتا اور ایک گڑھے کے کنارے پر جو اس غرض کے لیے پہلے سے کھودا ہوا ہوتا تھا۔ اسے کھڑا کر کے دھکا دے کر اس میں گرا دیتا اور چیختی چلاتی ہوئی لخت جگر پر مٹی ڈال کر اس سنگدلی کا ثبوت دیتا جس کے سامنے پتھر بھی شرمندہ ہوں۔ جب ہمارے نبی کریم کے سامنے ایک ایسے قصہ کا ذکر ایک صحابی نے کیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے یہ اس درد کی وجہ سے تھا جو آپ کے دل میں نوع انسان کی بھلائی کے لیے تھا بعض وقت نکاح کے وقت یہ معاہدہ کر لیا جاتا تھا کہ جو لڑکی پیدا ہوگی اسے مار دیا جائے گا۔ اس صورت میں غریب ماں سے اس وحشیانہ فعل کا ارتکاب کرایا جاتا تھا۔ اس صورت میں کنبہ کی سب عورتوں کو اکٹھا کر کے اُن کے سامنے اس ظلم کا ارتکاب ہوتا صرف اس ایک پہلو کو ہی لو تو کس قدر احسان حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نسلِ انسانی پر ہے کہ نہ صرف اس خونخوار وحشیانہ پن کا خاتمہ ہی ملک عرب میں ایک ہی آواز سے کر دیا بلکہ عورت کی عزت کو کمال تک پہنچا دیا۔

عام حالت اہل عرب پر اگر نظر کی جائے تو وہی جہالت کا نقشہ نظر آتا ہے قمار بازی ان کا فخر تھا۔ جس طرح آج مہذب یورپ کا یہ فخر ہے۔ جو جوا نہ کھیلے اسے بخیل قرار دیا جاتا تھا۔ شراب خوری کی بلا اس قدر عام اور وسیع تھی کہ کوئی گھر اس سے خالی نہ تھا اور دن میں کئی کئی مرتبہ شراب نوشی کی جاتی تھی۔ ہر گھر میں شراب کے مٹکے رہتے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب قرآن شریف میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو مدینہ کی گلیوں کی شراب اس طرح بہتی تھی جیسے

بحال درجہ کی جہالت کی وجہ سے عرب طرح طرح کی توہم پرستیوں میں مبتلا تھے، دیوتاؤں اور خبیث ارواح کو مانتے تھے تنہائی کے مقامات پر جنوں اور خبیث روحوں کی شکلیں ان کو نظر آتی تھیں۔ بعض بیماریوں کو بھی خبیث ارواح کی طرف منسوب کرتے تھے اور اُن سے بچنے کے لئے طرح طرح کے تعویذ اور ٹوٹکے اور منتر استعمال کرتے تھے۔ روح انسانی کو ایک چھوٹا سا جانور سمجھتے تھے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور پھر بڑھتا رہتا ہے۔ مرنے کے وقت یہی جسم سے نکل کر قبر کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے۔ امساک باراں میں مینہ برسنے کا یہ ٹوٹکا سمجھا جاتا تھا۔ کہ ایک گائے کی دم میں سوکھی ہوئی گھاس اور جھاڑیاں وغیرہ باندھ کر انھیں آگ لگا دیتے اور ایسی گائے کو پہاڑوں پر چھوڑ دیتے وہ سمجھتے تھے کہ جلتی ہوئی آگ بجلی کی چمک سے مشابہ ہے اور اس طرح پر پانی برسے گا۔ کوئی مصیبت آ جائے تو گھر میں دروازہ کی راہ سے داخل نہ ہوتے تھے بلکہ پچھواڑہ سے داخل ہوتے تھے۔ جانور کے اڑنے سے اچھا بُرا شگون لیتے تھے۔ بائیں طرف سے دائیں طرف کو جانور راستہ کاٹ جائے تو اسے اچھا شگون سمجھتے تھے اگر دائیں سے بائیں طرف کو کاٹ جائے تو اسے بدفالی جانتے تھے جو لوگ حیات بعد ممات کے قائل تھے ان میں۔

سے کوئی مر جاتا تو اس کی قبر پر ایک اونٹ باندھ دیتے اور اس کو بھوکا پیاسا رکھ کر مار دیتے کہ تا قیامت کے دن مردہ اسی پر سوار ہو یہ بھی ان کا عقیدہ تھا کہ مردہ کی روح قبر پر اُلّو کی شکل میں اُڑتی ہوئی پھرتا رہتی ہے، اگر مردہ مقتول ہو تو وہ اَسْقُونِیْ اَسْقُونِیْ پکارتا رہتا ہے. جب تک کہ مقتول کا قصاص نہ لیا جائے. کاہنوں رمالوں پر بڑا ایمان رکھتے تھے یہ کاہن ان کے خدا بنے ہوئے تھے وہ جو کہتے اس کو ذبح ان لیتے اس قسم کی اور بہت سی توہم پرستیاں تھیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں. کہانت، بیماری میں آسیب اور جنوں کے خیالات، خبیث ارواح کا جسم انسانی پر قبضہ جادو وغیرہ ہزار قسم کی توہم پرستیوں کی چند سالوں میں ایسی صفائی کی کہ اس جزیرہ نما میں یہ باتیں کبھی تھیں ہی نہیں اور نوع انسانی کو توہم پرستی کی قید سے آزاد کر کے تہذیب علم کے بلند ترین مینار پر پہنچایا، واقعات کے رنگ میں تاریخ کو کوئی دوسرا ایسا انسان پیش کرنے سے عاجز ہے. جس نے ہزاروں قسم کی اعتقادی اور عملی بیماریوں کا ایسے وسیع ملک میں اس طرح قلیل مدت میں اس کمال کے ساتھ علاج کر دیا ہو اور ان بیماریوں سے آزاد کر کے پھر ان لوگوں کو صحت اور قوت کے کمال تک پہنچا دیا ہو۔

دوسرا رُخ

ماہ سنت مہر خلعت لے لے بدلہ نور کا

اگرچہ تقریر مذکور میں اسی دوسرے رُخ کا اجمالی طور ذکر ہوا ہے لیکن جب تک اس کی تفصیل مجملاً سامنے نہ ہو بات نہیں بنے گی اس لیے کہ

تعرف الاشیاء باضدادھا عرب کا مشہور مقولہ ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ملک عرب کو پایا تو یہ لوگ نہ مذھب کے صحیح اصول سے واقف تھے نہ سیاست کے نہ تمدن کے نہ معاشرت کے نہ علم کے اندر تھے نہ ان کے تعلقات بیرونی لوگوں سے تھے نہ ان میں کوئی اتفاق و اتحاد تھا نہ ایک قوم کی حیثیت رکھتے تھے غرض ہر پہلو سے یہ قوم اصلاح طلب تھی اور خطرناک جہالت میں مبتلا تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہودی اپنا پورا زور ان کی اصلاح پر صرف کر چکے عیسائی پورا زور لگا چکے اور دونوں ایسے ناکام ہوئے کہ کسی امر میں بھی ملک کے اندر اصلاح پیدا نہ کر سکے۔ حنفیت کی اندرونی تحریک تھی پیدا ہو کر ختم ہو چکی تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ظہور ہوا اور چند ہی سال کے عرصہ میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر کے دکھا یا کہ ملک عرب کی زمین و آسمان بدل گئے ذلیل سے ذلیل بت پرستی اور توہم پرستی سے نکال کر توحید کے اس بلند مقام پہ پہنچا دیا۔ جس پر نہ اس سے پہلے کوئی قوم پہنچی نہ بعد میں پہنچ سکے گی پھر اس توحید کے لیے ایسا جوش کہ دنیا کے ممالک میں چاروں طرف نکل گئے اور دور دور تک ندائے حق کو بلند کیا۔ خدا کی عبادت میں ان لوگوں کا مقام تمام راھبوں اور دنیا سے کنارہ کشی کر لینے والوں سے بڑھ کر تھا اس لیے کہ وہ دن کو کاروبار میں گزارتے ہوئے اللہ اکبر کی ندا سن کر دیوانہ وار خدا کے حضور جا کھڑے ہوتے تو راتوں کو بیداری میں گزارتے ہوئے عبادت الٰہی میں مصروف ہوتے وہ دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا سے قطع تعلق رکھتے تھے اس لیے جو لذت اور جو خضوع خشوع ان کو عبادت میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ

کسی گوشہ نشین زاہد کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر روحانیت کے لحاظ سے عبادت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کھڑے تھے تو دنیوی نقطۂ نگاہ سے بھی اس اعلیٰ سے ابعد مقام پر پہنچ گئے تھے۔ جس پر انسان پہنچ سکتا ہے یعنی وہ دنیا کے عظیم الشان فاتح بنے بڑی سے بڑی سلطنتیں ان کے سامنے یوں گرتی چلی گئیں کہ گویا ان کی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔ پھر وہ صرف فاتح ہی نہ تھے بلکہ فتح کے بعد ہر ملک میں ایسا انتظام کیا کہ پچھلے لوگوں کی غفلت کے باوجود بارہ صدیوں تک اس سلطنت کو کچھ نقصان نہ پہنچا۔ غرض وہ زاہدوں میں سب سے بڑے زاہد اور فاتحوں میں سب سے بڑے فاتح ہوئے اور ان دونوں باتوں کے باوجود تیسری بات جس میں انہوں نے کمال کر دکھایا وہ علم تھا انہوں نے زہد اور فتوحات کے ساتھ ساتھ علم کو ایسا کمال پہنچایا کہ آج انہی کی بدولت دنیا علم کے نور سے منور ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ملک عرب کو ایسی حالت میں پایا جس سے بڑھ کر گری ہوئی حالت کسی ملک کی متصور نہیں ہو سکتی۔ اور دنیوی اور روحانی ترقی کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا جس سے آگے کوئی مقام نہیں اور یہ سب کچھ بیس برس کے عرصہ میں ہو گیا۔ اس میں یہ بھی دکھانا مقصود تھا کہ آپ کی تعلیم قوائے انسانی کی کل شاخوں پر مشتمل ہے اور دنیا کی کوئی بیماری نہیں جس کا علاج آپ کی تعلیم میں نہ ہو۔ جس طرح سب سے بڑا طبیب وہ نہیں جو سب سے بڑھ کر دعویٰ کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے زیادہ بیماروں کو اچھا کرے۔ اسی طرح مصلحین عالم میں سب سے بڑا وہ نہیں جیسا بعض کا خیال ہے جو سب سے بڑھ کر دعویٰ کرے بلکہ وہ ہے جو سب سے بڑھ کر اصلاح

کرے اور یہ وہ بات ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے کل انبیاء اور کل مصلحین کا سرتاج بناتی ہے۔ دنیا میں ہر ایک نبی ایک قوم کی اصلاح کے لیے آیا۔ وہ نور اور ہدایت لایا مگر صرف ایک خاص قوم اور خاص ملک کے لیے۔ اس کے دنیا میں آنے کی غرض انسانوں کا تزکیہ نفس تھا مگر انہی کا جن کی طرف وہ بھیجا گیا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے وہ نور اور ہدایت جو آپ کو دیا گیا ایک قوم کے لیے نہ تھا بلکہ دنیا کی کل قوموں کے لیے۔ تزکیہ نفوس کے لیے آپ کی عقد ہمت کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ تمام دنیا کو اپنے اندر شامل کر لیا۔ یہی وہ بات ہے جس کی طرف آیت مندرجہ عنوان میں توجہ دلائی گئی ہے اسی قسم کی اور آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ اور فرمایا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ پھر فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ اور فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ مصلحت الٰہی کا یوں تقاضا ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں الگ الگ پڑی ہوئی تھی اور قوموں کے باہمی میل جول کے ذرائع بہت کم تھے ان کی ضروریات اور ان کے خیالات بھی محدود تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی اصلاح کے لیے ایک نبی بھیج دیا۔ بعض قوموں میں کئی کئی نبی بھی بھیج دیے۔ ان انبیاء نے اپنے زمانہ کے مطابق ان قوموں کی اصلاح کی مگر جس طرح وہ قوم محدود تھی اسی طرح ان کا عقد ہمت بھی اسی دائرہ کے اندر تھا اور نہ صرف مکان کے لحاظ سے بلکہ زمانہ کے لحاظ سے بھی ان کی قوت قدسی کا دائرہ ایک جگہ آ کر ختم ہو جاتا جہاں

یا جب دوسرے نبی کی ضرورت پیش آئی لیکن جہاں اس طریق سے اللہ تعالیٰ نے کل عالم کی ربوبیت روحانی کا سامان کر دیا اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ ظرفی کی وجہ سے ہر قوم میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں خاص قوم کو ہی اپنی مہربانیوں کے لیے چن لیا ہے اور دوسری کسی قوم کو اس نعمت سے حصہ نہیں ملا پس ایک خطرناک قومی تفریق پیدا ہو گئی اور ملکی حد بندیوں نے تعلقات انسانی کے اندر ایسی قیود پیدا کر دیں کہ ہر ایک قوم اپنے سوائے دوسروں کو ہیچ سمجھنے لگی اس لیے اللہ تعالیٰ نے یوں مقدر فرمایا کہ تمام انبیاء کے آخر پر ایک ایسا نبی بھیجا جو کل قوموں کی طرف مبعوث ہوا اور جس کی

قوتِ قدسی جس طرح مکان کے لحاظ سے ساری زمین پر محیط ہوا اسی طرح زمانہ کے لحاظ سے اس کا دائرہ قیامت تک وسیع ہوا اس لئے جب قومی نبیوں کا دائرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر منتہی ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ کہنا پڑا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی بھیڑوں کے سوائے اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا تو رحمۃ للعالمین کا ظہور دنیا میں ہوا۔ انبیائے سابقین کی مثال ایسی تھی جیسے ایک اندھیری رات میں مختلف مکانات میں مختلف چراغوں کی روشنی ہو۔ ان کا وجود تاریکی کے اندر ایک شمع نور افگن تھا مگر جس طرح ایک کمرہ کے اندر ہی روشنی دے سکتا ہے اسی طرح ان کے نور ان کی ہدایت اُن کی قوت قدسی کا دائرہ چراغ بھی اس قوم کے اندر محدود تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور آفتاب عالمتاب کا طلوع ہے جس کے ساتھ دنیا کے چاروں کناروں میں روشنی پہنچ جاتی ہے جس کی شعاعیں زمین کے ہر کونہ کو منور کر دیتی

ہیں انبیائے عالم سب روشن چراغ تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب عالمتاب تھے۔ چراغ کی روشنی ایک مکان کے اندر محدود ہوتی ہے۔ اور ایک وقت کے بعد وہ ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حالت ان انبیاء کی تعلیم کی تعلیم کی تھی آفتاب کل عالم کو روشن کرتا ہے اور اس کی روشنی قیامت تک اس عالم کو منور کرتی رہے گی۔ یہی کیفیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی ہے پس یہ دوسری بات ہے جو آپ کو مصلحین عالم میں ممتاز کرتی ہے۔

دنیا میں کوئی ترقی بغیر ایک قید لگانے کے ممکن نہیں اس لئے ہر قوم نے اپنی قوم کی ترقی کو ہی اپنا نصب العین قرار دیا ہے لیکن اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...

انہی لوگوں کا اتباع کرتے تو آپ ... کیا آپ نے کی اصل غرض قومی اور ملکی قیود کو توڑ کر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا تھا اور ایک عالمگیر اخوت کا سلسلہ قائم کرنا تھا۔ اگر غور کیا جائے تو قومی اور ملکی قیود مصنوعی قیود ہیں۔ پس ایک فطری مذہب مصنوعی قیود کو قائم نہ رکھ سکتا تھا۔ اگر اور مذاہب کی غرض افراد کو اکٹھا کر کے ایک قوم بنانا تھا تو اسلام کی غرض قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کا ایک اتحاد پیدا کرنا تھا۔ اس لیے اسلام کی تعلیم نے قومی قیود کو اسی طرح توڑ کر نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی ہے۔ جس طرح مختلف مذاہب نے شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کی بنیاد رکھی تھی وہ بھی ایک بڑا کام تھا۔

جو پہلے انبیاء کے سپرد کیا گیا مگر یہ کام اس سے بدرجہا بڑا ہے۔ اس کی مشکلات کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ شخصیت کی قیود کو توڑ کر قومی وحدت کا پیدا کرنا ایک بڑا کام ہے مگر قومی تفریقوں کو دور کر کے نسل انسانی کی وحدت کے پیدا کرنے کے سامنے ہیچ ہے۔ یہ تیسری خصوصیت ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء میں ممتاز کرتی ہے کہ وہ قومی وحدت قومی ترقی کا راز سکھانے آئے آپ نسل انسانی کی وحدت نسل انسانی کی ترقی کے عظیم الشان راز کے انکشاف کے لیے ظاہر ہوئے۔

چوتھی خصوصیت جو آپ کو تمام مصلحین پر ممتاز کرتی ہے یہ ہے کہ جہاں ہر ایک نبی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشوونما کے لیے آیا اور اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو ظہور پذیر ہوا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فطرت انسانی کی ساری شاخوں کی ایسی کامل تربیت کی اور آپ کے وجود مبارک میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے روشن ہوئے کہ آپ کے بعد کسی نبی کی حاجت دنیا میں نہ رہی۔ سلسلہ بنی اسرائیل میں کتنے نبی آئے مگر ہر ایک فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشوونما کے لیے۔ انسانی زندگی کے لیے ایک خاص پہلو میں نمونہ بن کر مگر امت محمدیہ میں ایک ہی آتا ہے۔ اور وہ ان پہلوؤں سے بڑھ کر ہر ایک پہلو میں خود ہی نمونہ ہے۔ وہ موسیٰ کی جوانمردی۔ ہارون کی نرمی۔ یشوع کی جرنیلی۔ ایوب کے صبر۔ داؤد کی سپہ گری۔ سلیمان کی شان و شوکت۔ یحییٰ کی سادگی۔ مسیح کی فروتنی اور حلیمی سب کو۔ مگر ہر ایک سے بڑھ کر اپنے اندر جمع رکھتا ہے۔ اگر سلسلہ موسوی کے سرتاج حضرت

موسیٰ مظہر جلال ہیں اور اس کے آخری نبی حضرت عیسیٰ مظہر جمال ہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے بڑھ کر کمال کو لیے ہوئے جامع جمال وجلال ہیں۔ اگر آپ وحشیوں اور اخلاق سے عاری قوموں کو متمدن اور با اخلاق انسان بنا سکتے ہیں تو متمدن اور با اخلاق انسانوں کو بھی باخدا بنا سکتے ہیں۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جہاں ہر ایک صاحب کمال فطرت یا حالات انسانی کے کسی خاص حصہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضور کے کمالات فطرت انسانی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہیں۔

اگر کوئی شخص دنیا میں اس لیے بڑا کہلاتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو پستی سے نکال کر بلندی پر پہنچا دیا تو یہ بڑائی سب سے زیادہ اس شخص میں پائی جاتی ہے جس نے ایک نہایت ہی گری ہوئی قوم کو جو نہ کبھی اپنے ملک سے باہر نکلی تھی نہ تہذیب اور علم ہی کا اس میں کوئی چرچا تھا، چند سال کے اندر نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصہ پر فاتح بلکہ فتوحات کے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کی روشنی کو تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والا بنا دیا۔

اگر کوئی شخص اس لئے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اپنی قوم کے بکھرے ہوئے اجزاء کو اکٹھا کر دیا تو اہل عرب جیسی بکھری ہوئی قوم کو جس کا ایک ایک قبیلہ پشتہا پشت کی خانہ جنگیوں سے ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو چکا تھا ایک کرنے والے سے بڑھ کر کون شخص بڑا کہلا سکتا ہے۔ جس نے ریت کے

ذروں کو جمع کر کے ایک مضبوط پہاڑ بنا دیا۔ وہ پہاڑ جو حوادث روزگار کی خطرناک سے خطرناک ٹکروں کے مقابلہ کے بعد آج بھی ویسا ہی مستحکم ہے جیسا پہلے روز تھا۔

اگر کوئی شخص اس لیے بڑا ہے کہ اس نے خدائے واحد کے نام کو دنیا میں بلند کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا دنیا میں اور کون ہو سکتا ہے جس کی بعثت کا منشاء ہی اعلاء کلمۃ اللہ تھا اور جس نے اس منشاء کو ایسے بے مثل انداز میں پورا کیا کہ بت پرستی اور شرک کے چہرہ پر جو نقاب پڑا تھا وہ ہمیشہ کے لیے اٹھ گیا اور توحید کے نور سے دنیا جگمگا اٹھی۔

اگر کوئی شخص اس لیے بڑا کہلا سکتا ہے کہ اس نے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دنیا میں پھیلائی تو اس سے بڑا آدمی دنیا میں اور کون ہوگا جو اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کا مصداق اعظم ہے جس کے اخلاق کی شمیم سے فضاء عالم معطر و عنبر ہے اور جس کا احسان اس لحاظ سے دنیا پر ابدالآباد تک رہے گا۔ یہ خوشبو جس نے سونگھنی ہو وہ قرآن کریم کے اوراق کی ورق گردانی کرے۔

اگر کوئی شخص فاتح اور کشورکشا ہو کر بڑا ہو سکتا ہے تو کون شخص بڑا ہے اس جہاں کشا سے جس نے یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور باوجود بے یار و مددگار ہونے کے نہ صرف فاتح بلکہ شہنشاہ گر بن گیا اور اس عظیم الشان سلطنت کا بانی ہوا جو آج تیرہ سو سال بعد بھی دنیا کی متفقہ کوششوں کا جو اس کے بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لیے جاری ہیں مقابلہ کر رہی ہے۔

شعر و شاعری کا شوق بڑھ رہا ہو تو ایک بڑے شاعر کا پیدا ہو جانا عین ان حالات

انسانی کے مطابق ہے، جن کا مشاہدہ تاریخ ہمیں کراتی ہے۔ مگر ایک سخت بت پرست قوم کے اندر جو شرک کی نجاست میں لتھڑی ہوئی ہو اور توحید سے مطلقاً نا آشنا ہو ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جس کی فطرت کے اندر ہی بتوں سے تنفر ہو اور پندرہ سولہ سال کی ہی عمر میں لات اور عزیٰ کا واسطہ دیئے جانے پر نہایت جرأت سے یہ کہہ دے کہ مجھے دنیا میں کسی چیز سے اس قدر نفرت نہیں جتنی ان پتھر کے معبودوں سے ہے اور جو خالص توحید کا معلم واحد ہو، ایک ایسی قوم کے اندر جو توہم پرستی میں حد سے گزری ہوئی ہو، ایک اعلیٰ درجہ کے فلسفیانہ دماغ رکھنے والے دشمن توہم پرستی کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جس پر علم کی روشنی کی ایک کرن بھی نہ پڑی ہو، اس روشنی کو دنیا کے تاریک سے تاریک کونوں تک پہنچانے والے انسان کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو شیرازہ جمعیت کے بکھر جانے کے باعث اس بات کے سمجھنے سے بھی عاری ہو چکی ہو کر قومی وحدت بھی کوئی چیز ہے۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا کی ندا کے بلند کرنے والے کا پیدا ہو جانا۔ ایک ایسی قوم کے اندر جو اخلاق فاضلہ سے اس قدر دور جا پڑی ہو کہ اخلاق رذیلہ پر فخر کرنا اس کا شیوہ ہو چکا ہو خلق عظیم کا سبق دینے والے اور تخلقوا باخلاق اللہ کا نعرہ مارنے والے کا پیدا ہو جانا۔ ہاں اس قوم کے اندر جو شراب نوشی اور قمار بازی میں دنیا کی کل قوموں پر فوقیت لے جا چکی ہو۔ دنیا سے شراب نوشی اور قمار بازی کے استیصال کی ایک ہم کوشش کرنے والے کا پیدا ہو جانا۔ پھر اس قوم کے اندر جو عورت کو اس قدر ذلیل سمجھتی ہو کہ

زندہ لڑکی کو گاڑ دینا اس کے بڑے آدمیوں کا فخر ہو عورتوں کی عزت اور عورتوں کے ان حقوق کے قائم کرنے والے کا پیدا ہو جانا جو آج کل کی تہذیب بھی طبقہ نسواں کو نہیں عطا کر سکی۔ اور بالآخر اس قوم کے اندر جس میں صدیوں کی باہمی لڑائیوں سے جنگجوئی کو فخر انسانیت سمجھا جاتا تھا ایک ایسے شخص کا پیدا ہو جانا جو دنیا میں صلح اور اتحاد اور نسل انسانی کی اخوت کی بنیاد رکھنے والا ہو۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کے لئے تاریخ کسی دوسرے آدمی کا نمونہ نہیں دکھا سکتی اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی ظلمتوں اور نجاستوں کے اندر اس نور اسس لطافت کو تیار کرنے والا ہی خدا تھا جو زمین اور سمندر کی تاریکیوں میں ہیرے اور موتی پیدا کرتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں اس نے اپنی اسس قدرت کاملہ کا وہ کامل نمونہ دکھایا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

ساتویں اور سب سے بڑی خصوصیت جو آپ کو تمام انبیاء پر ممتاز کرتی ہے۔ اور تمام عالم کے لیے رحمت ٹھہراتی ہے۔ آپ کا ایک عظیم الشان صلح کی بنیاد رکھنا ہے نہ صرف مختلف انسانوں میں نہ صرف مختلف قوموں میں بلکہ ان سب میں مشکل کام۔ یعنی مختلف مذاہب میں صلح کی بنیاد رکھنا۔ تمام انسانوں میں مساوات کا رنگ یوں پیدا کیا کہ بڑے سے بڑے انسان کے متعلق بھی یہ تعلیم دی۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ — میں بھی تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں۔

مرد اور عورت۔ نوکر اور آقا۔ جاہل اور عالم بادشاہ اور رعیت سب ایک دوسرے پر حقوق رکھتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے متعلق ایک ذمہ داری کے

نیچے ہے۔ انسانیت کی صف میں وہ سب ایک مقام پر کھڑے ہیں۔ حج کے اندر اس کا ایک عملی نظارہ بھی دکھا دیا کہ لاکھوں انسان ایک۔ لباس میں ایک حیثیت میں ایک شکل میں اکٹھے کر کے دکھا دیئے وہ مساوات نسل انسانی جس کا نظارہ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ خانہ کعبہ کے گرد اور منیٰ اور عرفات کے مقاموں میں وہ نظارہ ہر ایک آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ پھر پانچ وقت کی نماز میں بھی کم و بیش یہی مساوات کا نظارہ نظر آتا ہے خدا کے حضور بادشاہ اور درویش دوش بدوش کھڑے ہوتے ہیں ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر حاکم مقرر کر کے دکھا دیا۔ حصول علم میں کوئی فرق مرد و عورت کا نہیں رکھا نہ چھوٹے اور بڑے کا۔ قومی مساوات کے لیے یہ قاعدہ تجویز فرمایا کہ یہ قومیں اور قبیلے ایک دوسرے پر بڑائی کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف شناخت کے لیے ایک دوسرے کو پہچاننے کے لیے ہیں۔ اور بڑائی کا معیار اب دنیا میں قومیت نہ رہے گا بلکہ تقویٰ ہی رہے گا، کالے گورے کا فرق مشرقی اور مغربی کا فرق سب مٹا دیا سب ایک باپ کے بیٹے ہیں اور پھر سب سے مشکل کام بھی کر کے دکھا دیا۔ یعنی مذاہب میں صلح۔ جو دنیا کے کسی مصلح کے وہم میں بھی نہ آیا عام اصول قائم کر دیا کہ سب قوموں میں رسول ہوتے رہے کوئی قوم خدا کے نعمائے روحانی سے محروم نہیں رہی اور ایک مسلمان کا فرض قرار دے دیا کہ نہ صرف اپنے رسول پر ایمان لائے بلکہ جس قدر مختلف قوموں میں دنیا میں نبی اور رسول ہوئے سب پر ایمان لائے آپ سے پہلے کسی شخص کے منہ سے یہ کلمہ نہ نکلا تھا کہ دنیا کی ہر قوم میں رسول آتے رہے ہیں۔ جب ہم نے

سب دنیا کے پیشواؤں کو سچا مان لیا تو نسل انسانی میں ایک ایسے اتحاد کی بنیاد رکھ دی جو کبھی برباد نہیں ہو سکتا ہم سب بھائی بھائی ہو گئے پھر سب پیشواؤں کی عزت کرنا ہمارا فرض قرار دیا یہاں تک کہ جن کو ہم باطل معبود بھی سمجھتے ہیں۔

ان کو بھی گالی دینا منع کر دیا۔ پھر حقیقی پیشوایانِ قوم کی عزت کیوں نہ کریں۔ پھر نہ صرف مذاہب میں صلح کی بنیاد ڈالی بلکہ مختلف اعتقادات میں بھی جو ایک دوسرے کے خلاف نظر آتے ہیں، صلح کی راہ بتا دی اور فرمایا کہ جو امور مشترک سب مذاہب میں پائے جاتے ہیں ان کو بطور ایک بنیاد کے صحیح قبول کر لیا جائے اور پھر تمام اعتقادات کو اس امر مشترک پر پرکھا جائے کہ وہ اس کے خلاف تو نہیں۔

مختصر یوں کہ اگر ایک طرف آپ نے اللہ تعالیٰ کی عزت و جبروت کو دنیا میں قائم کیا اور اس کی توحید کو تمام آلائشوں سے پاک کر دیا تو دوسری طرف مساوات اور وحدتِ نسلِ انسانی کو بھی کمال پر پہنچایا اور انسان کی عزت کو دنیا میں بلند کیا (ماخوذ)

فصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم والہ واصحابہ وحزبہ العظیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلہم

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

حل لغات بخت، نصیب، ستارہ چمکا۔ نصیبہ جاگا۔ ماتھا۔ پیشانی۔ سر کا اگلا حصہ۔ سہرا: پھولوں یا موتیوں کی وہ لڑیاں جو دولہا اور دلھن کے سر سے منہ پر لٹکائی جاتی ہیں۔

شرح اے جان جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامیابی کا سہرا آپ کی پیشانی مبارک پر بندھا آپ کی بدولت نور کا نصیب بیدار ہوا اور نور کا ستارا روشن ہوگیا۔ نہ صرف نور کا نصیب بیدار ہوا بلکہ جملہ عالمین کا وجود ہی آپ کی ذات اقدس کا مرہون منت ہے جیسا کہ احادیث لولاک اس کی شاہد ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے قصیدہ نعمانیہ میں لکھتے ہیں کہ

انت الذی لولاك ماخلق امری
كلا ولا خلق الوری لولاك

علامہ اقبال نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو — چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو — بزم توحید کی دنیا بھی نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
بزم ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

حیوانوں سے بدتر مذکورہ بالا عقیدہ تو ہمارے ایمان کی جان ہے لیکن بعض بدقسمت انسان ایسے بھی ہیں. جو ایسے عقیدہ کو گمراہی تصور کرتے ہیں پھر ادیبی عقیدہ کو کہئے دیکھیے کہ ایسا انسان اس حیوان سے بدتر ہے اس لیے کہ حیوانات بھی نہ صرف زبان حال بلکہ ببانگ دُہل معترف ہیں کہ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا یہی وجہ ہے کہ شب ولادت ان کا حال خوشحال انسانوں سے کچھ کم نہ تھا حضرت مفتی دحلان اپنی سیرۃ نبویہ میں لکھتے ہیں کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک جب آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر میں قرار پذیر ہوا اس رات سارا عالم بقعہ نور بن گیا. زمین سرسبز و شاداب ہو گئی. خشک درخت ہرے اور بار آور ہو گئے. قحط سالی دور ہوئی. رزق میں اتنی فراخی اور وسعت ہوئی کہ ولادت مصطفےٰ کے سال کو "سنۃ الفتح والابتہاج" (یعنی مسرت و شادمانی کا سال) کا نام دیا گیا خشکی اور تری کے تمام جانور، چوپائے، درندے، پرندے ایک دوسرے کو نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے جلوہ گر ہونے کی بشارت دینے لگے اور قریش کے تمام جانور یوں گویا ہوئے.

حمل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورب الکعبۃ — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے شکم میں تشریف لائے

ھو امام الدنیا و سراج اھلھا.	یعنی رب کعبہ کی قسم آپ امام الدنیا اور تمام اہل دنیا کے چراغ ہیں۔

> ۸۔ میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
> نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

حل لغات دونا، (ہندی) دوگنا، دوہرا، بیش دو حصے

اے شاہوں کے شاہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ بھکاری کو ایک پیالہ نور سے بھر کر عنایت فرمائیے آپ کا نور دن دوگنا رات چوگنا ہو نور کی خیرات کر ڈالیے۔

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نور کی بھیک مانگی ہے۔ جیسا کہ مدینے کے تاج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھکاریوں کی عادت ہے۔

فقیر قادری مدینے کا بھکاری اویسی رضوی غفرلہٗ بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے بھکاریوں کی زبان میں عرض کرتا ہے۔

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

یا شفیع المذنبین بارِ گناہ آوردہ ام
بر درت ایں بار با پشت دوتاہ آوردہ ام

چشمِ رحمت برکشا موئے سفید من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو
ہستم آں گمراہ کہ اکنوں رو براہ آوردہ ام

عجز و بے خویشی و درویشی و دلریشی و درد
ایں ہمہ بر دعوئ عشقت گواہ آوردہ ام

دیو رہزن در کمیں نفس و ہوا اعدائے دیں
زیں ہمہ با سایۂ لطفت پناہ آوردہ ام

گرچہ روئے معذرت نگذاشت گستاخی مرا
کردہ گستاخی زبانِ عذر خواہ آوردہ ام

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

غریبم یا رسول اللہ غریبم — ندارم در جہاں جز تو حبیبم
مرض دارم ز عصیاں لا دوائے — مگر الطافِ تو باشد طبیبم

بریں نازم کہ ہستم امتِ تو
گنہگارم و لیکن خوش نصیبم

۹۔ تیرے ہی جانب ہے پانچوں وقت سجدہ نور کا
رخ ہے قبلہ نور کا ابرو ہے کعبہ نور کا

شرح پانچوں وقت نور آپ کی طرف سجدہ کرتا ہے آپ کا رخ انور نور کا قبلہ اور آبروئے مبارک نور کا کعبہ ہیں۔ چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ کائنات کے ذرہ ذرہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور نور بھی منجملہ کائنات ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر امتی اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نیاز مند ہے اور ما سوئی الانسان کے باقی ہر شے کو سجدہ روا ہے یہاں حقیقی سجدہ مراد تو بھی اہلسنّت کے نزدیک ہر شے کو اس کے لائق حیات حاصل ہے تو نور اپنی حقیقت کے بارگاہِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سجدہ ریز ہے یا اس سے مطلقاً نیاز مندی مراد ہے۔ جیسے عرف عام میں سجدہ کو نیاز مندی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس وقت انسان کے لیے بھی سجدہ کا اطلاق جائز ہے اور نور کی بارگاہ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی بڑی بات نہیں جب کعبہ معظمہ کا سجدہ سوئے کوئے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت ہے۔ چنانچہ احمد قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

> پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا
>
> دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

حل لغات ڈھلکا، ماضی از ڈھلکنا۔ اوپر سے نیچے آیا، شملہ، پگڑی کا طرہ۔ صحیفہ، کتاب رسالہ، لکھا ہوا۔

شرح پشت مبارک پر سر انور سے پگڑی کا طرہ پاک نیچے تشریف لایا ہے تو یہ ایک نور کا صحیفہ ہے اس حقیقت ناآشناؤں کو کیا خبر سیدنا موسیٰ علیہ السلام گواہی دیں گے ان سے عرض ہے کہ آپ دیکھ کر فرمائیں کہ یہ صحیفہ نور کا عالم بالا سے اترا ہے یا نہ۔

عمامہ کا شملہ شملہ میں اختلاف ہے اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس پشت ہوتا ہے اور کبھی کبھی دائیں ہاتھ کی طرف اور بائیں طرف شملہ رکھنا غیر مسنون ہے اور شملہ کی کم از کم لمبائی چار انگل ہے اور زیادہ ایک ہاتھ پیٹھ سے زیادہ لمبا کرنا غیر مسنون ہے۔

اور شملہ کو وقت نماز سے مخصوص سمجھنا بھی سنت نہیں شملہ لٹکانا مستحب ہے اور زوائد سنتوں میں سے ہے جس کے ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں اگرچہ اس کے کرنے میں ثواب اور فضیلت میں لکھا ہے۔

اِرْسَالُ ذَنَبِ الْعَمَامَةِ	یعنی دونوں کاندھوں کے
بَیْنَ الْکَتِفَیْنِ مَنْدُوْبٌ	درمیان شملہ لٹکانا مستحب ہے

پشت پر شملہ لٹکانا مستحب سنت مؤکدہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دستار کا شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی نہیں فقہا کے پاس شملہ کے لٹکانے کے متعلق قیاسی دلیلیں بہت ہیں وہ شملہ لٹکانا سنت مؤکدہ سمجھتے ہیں۔ بعض بائیں طرف لٹکانا مستحب سمجھتے ہیں مگر اس کی سند قوی اور معتبر نہیں اگرچہ اس بارہ میں بعض نے دلیلیں لکھی ہیں اور علماء متاخرین جہاں زمانہ کے طعن و تشنیع و تمسخر کی وجہ سے پانچوں نمازوں کے سوا اور کسی وقت شملہ لٹکانا لازم نہیں سمجھتے اور فتاوی حجت جامع لکھا ہے۔

تَرْكُ الذَّنَبِ وَرَكْعَتَانِ	یعنی شملہ نہ چھوڑنا گناہ ہے اور
مَعَ الذَّنَبِ اَفْضَلُ	شملہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھنا
مِنْ سَبْعِیْنَ رَكْعَةً	بے شملہ ستر رکعتیں سے افضل ہے
بِغَیْرِ ذَنَبٍ وَالذَّنَبُ	اور شملہ چھ قسم ہے قاضی کے
سِتَّةُ اَنْوَاعٍ لِلْقَاضِیْ	لیے پینتیس انگل کا شملہ اور خطبہ
خَمْسٌ ثَلٰثُوْنَ اِصْبَعًا	خوان کے لیے ستائیس انگل کا
لِلْخَطِیْبِ اِحْدٰی وَ	اور طالب علم کے لیے سترہ انگل
عِشْرُوْنَ اِصْبَعًا وَلِلْمُتَعَلِّمِ	کا اور صوفی کے لیے سات انگل
سَبْعَ عَشَرَ اِصْبَعًا وَلِلصُّوْفِیِّ	کا اور عام آدمیوں کے لیے صرف

لِلصُّوْفِیْ سَبْعَ اَصَابِعَ وَلِلْعَامِیْ اَرْبَعُ اَصَابِعُ	صوفی کے لئے سات انگل کا اور عام آدمیوں کے لئے صرف چار انگل کا دستار کو بیٹھ کر تہ باندھے۔

مزید مسائل فقیر کے رسالہ فضائل عمامہ دیکھیے۔

احادیث فضائل عمامہ	رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔
(۱) العمامہ علی القلنسوۃ فصل ما بیننا و بین المشرقین یعطی بکل کورۃ یدورھا علی راسہ نورا	ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

(۲) مولا علی و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

العمائم تیجان العرب	عمامے عرب کے تاج ہیں۔

۵۔ حضرت اسامہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اعتموا تزدادوا حلماً	عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور
والعمائم تیجان العرب	عمامے عرب کے تاج ہیں۔

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

العمائم وقار المؤمن و	عمامے مسلمان کے وقار اور
عز العرب فاذا وضعت العرب	عرب کی عزت ہیں تو جب عمامے
عمائمها وضعت.	اتار دیں تو اپنی عزت اتار دیں گے

۷۔ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لا تزال اُمتی علی الفطرة	میری امت ہمیشہ دینِ حق پر
ما لبسوا العمائم	رہے گی۔ جب تک وہ ٹوپیوں
علی القلانس	پر عمامے باندھیں گے۔

۸۔ حضرت امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ امدنی یوم	بے شک، اللہ عزوجل نے بدر و
بدر و حنین بملئکة	حنین کے دن ایسے ملائکہ سے
یعتمون هذه العمة	میری مدد فرمائی جو اس طرح کا عمامہ
ان العمامة حاجزة بین	باندھتے ہیں بے شک عمامہ
الکفر والایمان.	کفر اور ایمان میں فارق ہے۔

۹۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔

هکذا تکون یتجان الملٰئکۃ (رواہ ابن شاذان)	فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب	بے شک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا۔

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَلَیْکُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّھَا سِیمَاءُ الملائکۃ وارخوا لھا خلف ظھورکم۔	عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو۔

۱۲۔ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملٰئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم الجمعۃ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر۔ (رواہ طبرانی فی الکبیر)

۱۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الصلوٰۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ	عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

۱۴۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

العمائم تيجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فله بكل كور حسنة فاذا حط فله بكل حطة حطها خطيئة.

عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامے باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لیے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلا ضرورت یا ترک قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ بارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة (رواه الديلمي عن جابرؓ)

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

عن ميمون بن مهران قال دخلت على سالم بن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهم فحدثني مليا ثم التفت الي فقال يا ابا ايوب الا

یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامے باندھ رہے تھے، جب باندھ چکے

اخبرك تحبه وتحمله
عني وتحدث به
قلت بلى قال دخلت
على ابى عبدالله بن
عمر بن الخطاب
رضی الله تعالیٰ عنهما
وهو معتم فلما
فرغ التفت فقال
اتحب العمامة قلت
بلى احبها تكرم ولا
يراك الشيطان
الا ولى سمعت رسول الله
صلى الله عليه وسلم يقول
صلوة تطوع او فريضة
بعمامة تعدل خمسا
وعشرين صلوة بلا
عمامة وجمعة بعمامة
تعدل سبعين جمعة
بلا عمامة اى بنى
اعتم فان الملئكة يشهدون
يوم الجمعة معتمين

میری طرف التفات کر کے
فرمایا۔ تم عمامہ کو دوست
رکھتے ہو۔ میں نے عرض کی کیوں
نہیں، فرمایا دوست رکھو۔
عزت پاؤ گے اور جب شیطان
تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ
پھیرے گا۔ میں نے رسول اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ
عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل
خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس
نمازوں کے برابر ہے
اور عمامہ کے ساتھ
ایک جمعہ اور بے عمامہ کے ستر
جمعوں کے برابر ہے پھر ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے
فرزند عمامہ باندھ فرشتے جمعہ
کے دن عمامہ باندھے آتے
ہیں اور سورج ڈوبنے تک
عمامہ والوں پر سلام بھیجتے

یسلمون علی اھل العمائم	رہتے ہیں۔
حتی تغیب الشمس۔	

رواہ ابن عساکر والدیلمی وابن النجار ان کے علاوہ اور بھی بہت احادیث مبارکہ ہیں۔

فائدہ یہ احادیث مبارکہ فقیر نے مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۴۲۶/۴۲۷ جلد چہارم اور صاحب مرقات رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ "المقامۃ الغدیہ فی العمامۃ والعذیۃ" قلمی اور فتاوی رضویہ شریف ج ۳ ص ۷۷-۶۹ سے لی ہیں۔

انتباہ بعض نئی تہذیب کے دلدادہ مولوی نما لیڈر اور بعض غیر مقلدین کی مطالعہ کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ احادیث ضعیف۔ موضوع مجروح ہیں وغیرہ وغیرہ اس کے متعلق جوابات حاضر ہیں۔

۱۔ عمامہ شریف کی احادیث مختلف۔ طریق کے لحاظ سے متواتر المعنیٰ کا معنی درجہ رکھتی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی بن سلطان محمد القاری حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ اپنے رسالہ (المقامۃ الغدیۃ) قلمی میں تحریر فرماتے ہیں۔

انہ ثبت بالاخبار	آثار واخبار سے ثابت ہے کہ
والآثار انہ صلی اللہ	حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم	دائمی طور پہ عمامہ مبارک
تعمم بالعمامۃ	استعمال فرماتے اور یہ ثبوت
مما کاد ان یکون	(دباصطلاح فن حدیث) متواتر
متواترا فی المعنی	المعنی کے طور حاصل ہوا۔

صحیح ہے کیونکہ اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب اور نہ متہم بالکذب نہ اس میں عقل یا نقل کی مخالفت۔

لطیفہ دور سابق میں بعض نے صرف پگڑی اتار کر چھوٹا سا کپڑا سر پر باندھا تو فقہا کرام کے ہدف ملامت ٹھہرے چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ المقامہ الغدیہ میں لکھتے ہیں کہ

واما ما احدثه فقهاء زماننا من انهم یاتون المسجد بعمامة کبیرة یضعونها ویلفون بلفافة صغیرة ویصعون بغیر عمامة فمکره غایة کراهته۔

۵۔ بلکہ بعض یمنی مشائخ نے صرف ٹوپی کی عادت بنائی تو بھی فقہاء کی ملامت سے نہ بچ سکے۔ چنانچہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات ج۸ ص۲۴۲ میں لکھتے ہیں۔

لکن صار شعار البعض مشائخ الیمن واللہ اعلم بمقاصدھم ونیاتھم۔

کاش وہی علماء وفقہاء آج زندہ ہوتے تو بڑی شدومد سے ان ماڈرن مولویوں کی خبر لیتے لیکن جب واضح ہوگیا کہ پگڑی باندھنا حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور ٹوپی مشرکین اور کفار کی وضع اور بعض ٹوپیاں فساق اور مبتدعین کا شعار مثلاً لوگ گاندھی اور نہرو اور دیگر ہندوؤں مشرکین کفار کی سی ٹوپیاں پہنتے ہیں اور ایسا فعل مکروہ ہے جیسے علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔

فالمسلمون یلبسون القلنسوة وفوقها العمائم

اما لبس القلنسوة وحدها فتزی المشرکین فالعمامة سنة۔

مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامے باندھتے ہیں۔ تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے اور جو فعل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مواظبہ کا خلاف یقیناً مکروہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ تعالےٰ بحرالرائق ص۳۷، ۳۶ میں لکھتے ہیں۔

ان السنة اذا کانت مؤکدة قریبة لایبعدان یکون ترکھا کراھتہ تحریمیۃ	بے شک وہ فعل سنت مؤکدہ ہے اس کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

جس زمانہ میں سنت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو امت یک لخت ترک کر دے اس سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنا ہو تو شہیدوں کا ثواب ہے۔ اب دیکھئے عوام کے علاوہ اکثر علماء و مشائخ کے سروں سے پگڑی اتر چکی ہے بجائے اس کے کہ علماء و مشائخ کو ہمارے ساتھ مل کر پگڑی کی اہمیت بیان کریں۔ سختی سے اس عمل کے کاربند ہیں نہ کہ الٹا سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کو موقع دیں کہ اتنا تب ہی تو وہ کہیں گے جب علماء و مشائخ کے سروں پر پگڑی نہیں کیا ضروری ہے کہ اتنا تکلیف گوارہ کریں۔ اسی طرح سے پگڑی باندھنے کی سنت کی اہمیت یکسر ذہنوں سے نہ صرف اتر جائے گی بلکہ دور حاضر کا ماڈرن مسلم اپنی تائید پیش کرے گا کہ علماء و مشائخ عمل نہیں کرتے اس طرح سے سنت زندہ کرنے کے، بجائے اس اہمیت کو سخت دھکا لگے گا۔ جس عمل کے ساتھ کسی غیر مذہب والے کے ساتھ تشابہ لازم آتا ہو تو اسی عمل سے بچنے کے لیے شدید تاکیدیں واقع ہوتی ہیں مثلاً نماز میں منہ اور ناک بند رکھنا

مکروہ ہے اس لیے کہ اس طرح سے مجوسیوں سے مشابہت ہوتی ہے کیونکہ وہ آگ کی پرستش کے وقت اس کے دھوئیں سے بچنے کے لیے منہ اور ناک بند رکھتے ہیں۔ اب ہمیں اس فعل سے روکا گیا۔ اسی طرح کمر میں کپڑا باندھنا مکروہ ہے اسی طرح امام کا طاق میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ ان میں اہلِ کتاب سے تشابہ ہوتا ہے۔ جب اہلِ اسلام کو غیر مسلموں کے شعار سے تشابہ سے روکا گیا۔ پگڑی نہ باندھنا اور سر پر ٹوپی وغیرہ مبتدعین کا شعار نہیں ہے تو پھر اہلِ اسلام کیوں غیروں کو خوش کرتے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں۔

مسئلہ نماز میں عمامہ کا استعمال نماز کے مستحبات سے ہے جس کے ترک سے نماز میں خلل تو در کنار کراہت بھی نہیں۔

کیونکہ یہ سنن زوائد سے ہے اور اصول فقہ کے قاعدہ کی بنا پر سنن زوائد کا حکم مستحبات کا ہے چنانچہ درمختار میں ہے کہ

لھا آداب ترکہ لایوجب اساءۃ ولا عتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل۔	نماز کے مستحبات بھی ہیں۔ ان میں کسی ایک کے ترک سے نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ عتاب جیسے سنن زوائد کا ترک لیکن افضل ہے ان پر عمل کرنا۔

ردالمحتار (شامی ۱/۳۰) میں ہے کہ

السنۃ نوعان سنۃ الھدیٰ وترکھا یوجب اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ۔	سنت دو قسم ہے (۱) سنت الہدیٰ جس کا ترک گناہ اور مکروہ ہے۔ جیسے نماز باجماعت اور اذان واقامت وغیرہ۔

ونحوها وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذالک کسر النبی صلی اللہ علیه وسلم فی لباسه والنفل ومنه المندوب ثیاب فاعله ولا لیئ تارکه الخ۔

(۲) سنت زوائد ان کا نہ گناہ ہے اور نہ مکروہ جیسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ لباس وغیرہ میں اسی طرح نوافل اور مندوب کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کے عامل کو ثواب ملتا ہے لیکن ترک پر گناہ نہیں۔

رومال اگر ایسا بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں کہ سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ کے حکم میں ہے اگر چھوٹا ہو کہ جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں تو لپیٹنا مکروہ ہے. جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت المقامۃ الغدیہ (قلمی) ابھی گذری اور حدیث شریف بھی بیان ہوئی کہ

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس۔

یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

اور حضرت سیدی شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ لمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

ان تعمیم الشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وهم

یعنے مشرکین عرب کا پگڑی پہننا معلوم ہے معنے یہ ہوا کہ ہم پگڑیاں ٹوپیوں پر پہنتے ہیں اور پگڑیاں وہ ٹوپیوں کے بغیر

يتمعون بدونها.   پہنتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ بڑے رومال کے نیچے ٹوپی ہو تو نماز جائز ہے ورنہ مکروہ۔
خالی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا پڑھانا خلاف سنت ہے لیکن سابقاً معلوم ہوا کہ پگڑی سنن زوائد سے ہے اس کے ترک سے نماز میں خلل نہیں آتا۔ لیکن خلاف اولیٰ ضرور ہے۔

عمامہ کا رنگ | سفید سنت ہے باقی رنگ جائز مباح لیکن خاص رنگ کو اصطلاحی سنت نہیں کہہ سکتے اور ہمارے دور میں دعوتِ اسلامی کے عام وخاص اپنی علامت کے اظہار کے لیے سبز عمامہ استعمال کرتے ہیں تو کوئی حرج نہیں اسے مکروہ کے کھاتے میں لے جایا جا سکتا ہے اور نہ ہی اباحت سے اسے خارج کیا جا سکتا ہے۔ حضرت سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عمامہ باندھنے میں سنت یہ ہے کہ سفید ہو جس میں کسی دوسرے رنگ کی آمیزش نہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دستار مبارک اکثر اوقات سفید ہوتی تھی بعض نے کہا کہ جنگ اور غزوہ کے اوقات آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ ہوتا تھا بعض نے کہا کہ خود کے سبب سے جس کو آپ جنگ میں پہنے ہوتے تھے دستار کا رنگ میلا اور سیاہ ہو جاتا تھا ورنہ وہ دستار سفید ہوتی تھی مگر ثابت یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے سیاہ رنگ کی دستار پہنی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں پہننے کی دستار سات یا آٹھ گز بیان کی گئی ہے۔ پانچوں نمازوں کے وقت دستار بارہ گز اور عید اور جمعہ کے روز کی چودہ گز اور جنگ و جدل کے وقت کی دستار پندرہ گز علماء متاخرین نے تجویز کیا ہے کہ سلطان، قاضی، فقیہہ، مشائخ اور نمازی کو وقار تمکین اور شان قائم رکھنے کے لیے اکیس گز تک

لمبی دستار باندھنی جائز ہے اور دستار کا عرض آدھ گز ہونا چاہیئے اس کی قدر کم وبیش ہو تو کوئی حرج نہیں۔

مزید تفصیل فقیر کے رسالہ "فضائل عمامہ" میں پڑھیئے۔

پشت مبارک اور اس کے متعلقات قدسیہ

شملہ مبارک جہاں جہاں سے ڈھلا۔ کر کمر تک پہنچا اس قدسی شملہ کی گذرگاہوں کے متعلق معروضات پیش کر رہا ہوں۔

گردن اقدس اور کاندھے پاک

کتب سیر میں ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اعتدال کے ساتھ طویل اور چاندی کی طرح سفید تھی اور حسین ایسی کہ

كَانَ عُنُقُهٗ اِبْرِيْقَ فِضَّةٍ (شمائل ترمذی خصائص ص۶۵ ج۱)

گویا آپ کی گردن مبارک چاندی کی صراحی تھی اور آپ کے کندھے مبارک بھی عجیب شان کے تھے نہایت خوبصورت کہ کسی انسان کے ایسے نہ تھے۔

ابن سبع اور رزین نے آپ کے خصائص میں ذکر کیا ہے۔

اَنَّهٗ كَانَ اِذَا جَلَسَ	کہ جب آپ لوگوں میں بیٹھے
يَكُوْنُ كَتِفَهٗ اَعْلٰى مِنْ	ہوتے تو آپ کا کندھا مبارک
جَمِيْعِ الْجَالِسِيْنَ۔	سب سے اونچا ہوتا۔

(زرقانی علی المواہب۔ ص۲۰۰ ج۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے جب کبھی ننگے ہوجاتے۔

فَکَاَنَّمَا سَبِیْکَۃُ فِضَّۃٍ (بیہقی و بزار، ترمذی، خصائص کبریٰ)

تو یوں معلوم ہوتا جیسے چاندی سے ڈھلے ہوئے ہیں۔

معجزہ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آیا۔

رَاٰی عَلٰی کَتِفَیْہِ ثُعْبَانَیْنِ فِیْ تَصَرُّفِ مَرْعُوْبًا۔ (تفسیر کبیر، زرقانی صفحہ ۱۹۵/۵)

اس نے دوش اقدس پر دو بڑے بڑے اژدھے دیکھے تو ڈر کر بھاگ گیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بت کو توڑنے کے لیے مجھ کو کندھوں پر چڑھایا تو ان کندھوں کی قوت کا یہ عالم تھا کہ

اَنِّیْ لَوْ شِئْتُ نِلْتُ اُفُقَ السَّمَآءِ (المستدرک، خصائص کبریٰ صفحہ ۲۶۴)

اگر میں چاہتا تو میں آسمان کے کنارے تک پہنچ جاتا۔

حضرت محرش کعبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رات کے وقت جعرانہ سے عمرہ کے ارادہ سے احرام باندھا۔

فَنَظَرْتُ اِلٰی ظَهْرِہٖ کَاَنَّ سَبِیْکَۃَ فِضَّۃٍ۔

تو میری نظر آپ کی پشت مبارک پر پڑی تو وہ ایسی تھی کہ گویا وہ چاندی کی ڈھالی ہوئی تھی۔

(احمد، بیہقی، خصائص کبریٰ صفحہ ۳/۱، زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۴۹/۴)

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَمْ يَبْعَثِ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا وَقَدْ كَانَتْ عَلَيْهِ شَامَةُ النُّبُوَّةِ فِي يَدِهِ الْيُمْنَى إِلَّا نَبِيَّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ شَامَةَ النُّبُوَّةِ كَانَتْ بَيْنَ كَتِفَيْهِ۔

کہ نہیں بھیجا اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو مگر اس کی مہر نبوت اس کے دائیں ہاتھ پہ ہوتی تھی سوائے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کی مہر نبوت دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

(حاکم، خصائص کبریٰ ص۶۱)

حضرت عباد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ عَلَى طَرَفِ كَتِفِهِ الْأَيْسَرِ كَأَنَّهُ رُكْبَةُ عَنْزٍ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْرَهُ أَنْ يُرَى الْخَاتَمُ۔

کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بائیں کندھے کی طرف مہر نبوت تھی گویا کہ وہ بکری کا گھٹنا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے کہ اس کو دیکھا جائے۔

(طبرانی، ابونعیم، خصائص کبریٰ ص۶۱)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرْتُ إِلَى خَاتَمِهِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ

کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا، اور میں نے آپ کی مہر نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان پاکی کے بٹن کی

مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ۔ — مانند دیکھا۔

(بخاری و مسلم ص۲۵۹ ج۲)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رَأَيْتُ الْخَاتَمَ عِنْدَ كَتِفِهٖ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ يُشْبِهُ جَسَدَهٗ	کہ میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو آپ کے شانے کے پاس کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا، رنگت کے اعتبار سے وہ آپ کے جسم کے مشابہ تھی۔
(مسلم شریف ص۲۵۹ ج۲)	

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَلْقٰى إِلَيَّ رِدَاءَهٗ وَقَالَ انْظُرْ إِلٰى مَا أُمِرْتَ بِهٖ فَرَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ۔	کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مجھ پر ڈالی اور فرمایا جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ دیکھ، تو میں نے آپ کی مہرِ نبوت کو دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل دیکھا۔
(بیہقی۔ خصائص کبریٰ ص۵۹ ج۱)	

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

كَانَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ الْبُنْدُقَةِ۔	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اقدس پر مہرِ نبوت گوشت کے ٹکڑے کے مانند تھی جس میں گوشت

مِنْ نَحْرِمٍ مَكْتُوْبٌ فِيْهَا بِالنَّحْرِمِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ ابنِ عساکر۔ حاکم۔ خصائص کبریٰ ص۶۶)

کے ساتھ یعنی قدرتاً طور پر لکھا ہوا تھا "محمد رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم۔

مہر نبوت کے متعلق جو مختلف روایتیں ہیں ان میں تطبیق اس طرح کی جائے کہ جس کسی نے اس کو جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہ اپنے ذہن کے مطابق دی ہے اور تشبیہ ہر شخص کی اس کے ذہن کے موافق ہوتی ہے۔

حضرت جلہمہ بن عرفطہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مکہ میں آیا اس وقت ساکنان مکہ قحط کی سخت مصیبت میں گرفتار تھے قریش مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب لوگ سخت مصیبت میں مبتلا ہیں نکلو اور خدا سے مینہ مانگو!

فَخَرَجَ اَبُوْ طَالِبٍ وَ مَعَهٗ غُلَامٌ كَاَنَّهٗ شَمْسُ دَجْنٍ تَجَلَّتْ عَنْهَا سَحَابَةٌ وَحَوْلَهٗ اُغَيْلِمَةٌ فَاَخَذَهٗ اَبُوْطَالِبٍ فَاَلْصَقَ ظَهْرَهٗ اَلْكَعْبَةَ وَلَاذَ الْغُلَامُ بِاِصْبِعِهٖ وَ مَا فِي السَّمَاءِ قَزْعَةٌ فَاَقْبَلَ السَّحَابُ مِنْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا وَاَغْدَقَ وَاَغْدَوْدَقَ وَانْفَجَرَ لَهُ الْوَادِيْ وَاَخْصَبَ الْبَادِيْ وَالنَّادِيْ وَفِيْ هٰذَا يَقُوْلُ اَبُوْطَالِبٍ۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۹؛ خصائص کبریٰ)

پس ابوطالب نکلے اور ان کے ساتھ ایک ایسا نورانی بچہ تھا کہ گویا وہ ایک آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نکل ہوا اور اس کے گرد چند بچے اور بھی تھے۔ (بیت اللہ شریف سے چمٹکر) ابوطالب نے اس نورانی بچہ کی پشت دیوار

کعبہ سے لگا دی اس نورانی بچہ نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا مگر اس کے اشارہ سے چاروں طرف سے بادل آگیا اور اتنا برسا کہ جنگل بہہ نکلے اور اہلِ شہر اور دیہات خوب سیراب ہو گئے۔ (اور قحط دور ہو گیا) ابوطالب نے اپنے اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَ اَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے رنگ والے کہ اُنؐ کے چہرۂ انور کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان ہیں۔

یَلُوْذُ بِہٖ الْھَلَاکُ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ
فَھُمْ عِنْدَہٗ فِیْ نِعْمَۃٍ وَّ فَوَاضِلِ

بنی ہاشم جیسے غیور لوگ ہلاکت و تباہی کے وقت ان سے التجا و فریاد کرتے ہیں اور وہ آپ کے پاس آکر عظیم نعمتیں اور برکتیں پاتے ہیں۔

(زرقانی علی المواہب ص۱۹۰، خصائص کبریٰ (ص۸۶))

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
۱۱۔
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

عمامہ: پگڑی　　　　بول بالا: عزت و احترام

شرح اے پیارے حبیب کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے بڑے تاجدار شہنشاہانِ وقت، آپ کے عمامہ شریف کی سج دھج کو دیکھ کر سر خم کر دیتے ہیں کہ سراپا نور کا بول بالا ہو۔

مسئلہ عمامہ سے سر ڈھانکنا سنتِ حبیبِ خدا ہے لیکن افسوس کہ آج اکثر علماء و مشائخ تک اس سنت سے محروم ہیں اور جناح کیپ نامعلوم کس بلا کے کیپ یا صرف رومالی یا ٹوپی یا سر سے ننگے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور دعویٰ سنو تو عشق بلال اور جب قربانی سے پیچھے ٹھہرنے کا نام تک نہیں لیتے حالانکہ سچا عاشق وہ ہے جو اپنے محبوب کی ہر ادا پر جان نچھاور کرے اور عمامہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی اور محبوب سنت ہے۔ آپ کا عمامہ شریف، چھوٹے سے چھوٹا سات ہاتھ اور بڑا بارہ ہاتھ ہوتا تھا۔ عمامہ شریف اکثر سفید کبھی سیاہ اور کبھی سبز بھی استعمال فرمایا ہے، شملہ مبارک کبھی چھوڑتے اور کبھی نہیں، شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی دوشِ مبارک پر پڑا رہتا، بعض اوقات تحنک بھی فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ تھوڑی مبارک کے نیچے سے لاکر باندھتے۔ عمامہ کے نیچے سرِ اقدس سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی۔ اور فرماتے۔

فَرْقُ مَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ۔	ہم میں اور مشرکین میں یہ امتیاز ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

(ابو داؤد کتاب اللباس)

عمامہ والی سنّت چھوٹنے کی وجہ

دورِ حاضرہ میں عمامہ کی سنّت مردہ ہوگئی ہے۔ بہت بڑے اچھے بھلے دیندار بھی اس کے استعمال سے کتراتے ہیں حالانکہ ضمیر انہیں ملامت بھی کرتا ہے دراصل بات یہ ہے کہ دورِ دنیا آخری چکر میں ہے۔ لیکن انسان نشۂ غفلت میں چکنا چور ہے۔ حالانکہ تھوڑی دیر کے لیے غور وفکر کرنے پر یقین ہو جاتا ہے کہ اس فانی جہان سے لازماً کوچ کرنا ہے اور ایسے ملک میں جانا ہے جہاں سے واپس لوٹنے کی تمام اُمیدیں منقطع ہو جائیں گی۔ پھر یہ عقیدہ ہر مسلمان کے دل میں راسخ ہے کہ مرنے کے بعد اعمال کام آئیں گے اور سب سے بڑا نیک عمل "شہادت فی سبیل اللہ" ہے لیکن شہادت کہاں سے اور کیسے یہ ایک سخت مشکل امر ہے۔ لیکن امت کے شفیق نبی علیہ السّلام نے خوشخبری سنائی ہے وہ یہ کہ جو کسی سنّت نبوی کو زندہ کرے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

آج کل پگڑی باندھنے کی سنّت مردہ ہو چکی ہے اسے زندہ کرنے سے سو شہیدوں کا اجر وثواب نصیب ہوتا ہے اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ خود پگڑی باندھیں اور اپنے حلقۂ اثر میں سختی سے پابندی کرائیں۔

فقیر اپنے دور کے علماء مقتدر، مدرسین، واعظین، مشائخ طریقت، سجادہ نشینوں اور عوام سے اپیل کرتا ہے کہ خدارا نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر سنّت پر عمل کریں۔ اور اپنے ماتحتوں سے عمل کرائیں تاکہ ہر سنت تاقیامت زندہ وتابندہ ہو۔ اس سے قیامت میں اپنے آقا ومولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا۔ کسی بھی مذہب والے کی اختلاف بھی نہیں ہے سوائے ماڈرن مسلم کے کہ جسے مغربیت چھو گئی اور اس کے جادو میں ایسا پھنسا ہے کہ تا اس پھنس پھنسا کو

نہ صرف اپنی نجات سمجھتا ہے بلکہ اس پر نازاں وفرحاں ہے ورنہ اہل علم خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں، علمی لحاظ سے سب مانتے ہیں کہ عمامہ پگڑی باندھنا سنت ہے اور صرف ٹوپی کافروں کی وضع ہے۔ چنانچہ مرقات شرح مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۷ میں ہے۔

لم یروا ان صلے اللہ علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین الا یکون ھذا زی المشرکین۔

یعنی ہرگز مروی نہیں کہ حضور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے۔

اس شرح مشکوٰۃ میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ لکھتے ہیں۔

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقاً نعم مع القلنسوۃ افضل و لبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان۔

ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی کے بغیر ہو اور ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد میں اہل بدعت کی وضع ہے اور پھر ٹوپی پر رومال اوڑھنا۔

بینی پر نور پر رخشاں ہے بکہ نور کا
۱۲۔
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

حل لغت بینی: ناک مبارک۔ رخشاں: چمکتا ہوا روشن۔ لواء الحمد: حمد کا جھنڈا۔ بکہ: بضم الباء و کاف مشدود۔ دھوئیں و گرد وغیرہ کا اکٹھا ہو کر نکلنا۔ پھریرا: بفتح باء عجمی کھلا ہوا جھنڈے کا کپڑا۔

شرح نورانی ناک شریف پر نور کا شعلہ ایسے چمکتا ہے جیسے لواء الحمد پر نورانی علم کا پھریرا اڑ رہا ہے۔

بینی پر نور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناک مبارک کے متعلق شمائل ترمذی میں حدیث روایت کی ہے۔

فقیر وہ حدیث مبارک مع شرح از علامہ سید محمد میر صاحب گیلانی یہاں درج کرتا ہے اگرچہ ہمارے موضوع میں صرف ناک مبارک کا بیان کافی تھا لیکن حدیث پھر اس کی شرح خالی از فائدہ نہیں اسی لیے مع ترمیم و اضافہ ہدیہ قارئین ہے۔

حدیث نمبر۱ حدثنا سفیٰن بن وکیع قال حدثنا جمیع جمیع ابن عمیر بن عبدالرحمٰن بن العجلی املاء علینا من کتابہ قال حدثنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ھالۃ زوج خدیجۃ یکنے ابا

عبد الله عن ابن لابی ہالة عن الحسن بن علی
قال سئلت خالی هند ابن ابی هالة وكان وصافا
عن حلية النبی صلی الله عَلَيْهِ وسلم و انا اشتهی
ان يصف لی منها شيئاً اتعلق به فقالَ كانَ رسول
اللهِ صلی الله عليهِ وآلهٖ وسلم فَخْماً مُفَخَّماً يَتَلَأْ
لَأُ وجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَطْوَلَ
مِنَ الْمَرْبُوْعِ وَ اَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عظِيمُ الْهَامَةِ
رَجِلَ الشَّعْرِ اِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَقَهَا وَ اِلَّا
فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ اِذَا هُوَ وَفَّرَهُ
اَزْهَرَ اللَّوْنِ وَاسِعَ الْجَبِيْنِ اَزَجَّ الحواجِبِ سَوَابِغَ
مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ اَقْنَى
الْعِرْنِيْنِ لَهُ نُوْرٌ يَعْلُوْهُ يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ يَتَاَمَّلْهُ
اَشَمَّ كَثَّ اللِّحْيَةِ سَهْلَ الْخَدَّيْنِ ضَلِيْعَ الْفَمِ
مُفَلَّجَ الْاَسْنَانِ دَقِيْقَ الْمَسْرُبَةِ۔

كَاَنَّ عُنُقَهُ جِيْدُ دُمْيَةٍ فِىْ صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ
الْخَلْقِ بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ الْبَطْنِ وَ الصَّدْرِ
بَعِيْدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيْسِ اَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ
مَوْصُوْلُ مَا بَيْنَ اللَّبَّةِ وَ السُّرَّةِ بِشَعْرٍ يَجْرِىْ كَالْخَطِّ
عَارِىَ الثَّدْيَيْنِ وَ الْبَطْنِ مِمَّا سِوٰى ذٰلِكَ اَشْعَرُ
الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ وَ اَعَالِى الصَّدْرِ طَوِيْلُ الزَّنْدَيْنِ
رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَ الْقَدَمَيْنِ سَائِلُ

الْاَطْرَافِ اَوْ قَالَ شَائِلُ الْاَطْرَافِ خُمْصَانُ
الْاَخْمَصَيْنِ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ يَنْبُوْ عَنْهُمَا الْمَاءُ
اِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُوْ تَكَفِّيًا وَّ يَمْشِيْ هَوْنًا
ذَرِيْعُ الْمِشْيَةِ اِذَا مَشٰى كَاَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ وَ
اِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيْعًا خَافِضُ الطَّرْفِ نَظَرُهٗ
اِلَى الْاَرْضِ اَكْثَرُ مِنْ نَظَرِهٖ اِلَى السَّمَاءِ
نَظَرِهِ الْمُلَاحَظَةُ يَسُوْقُ اَصْحَابَهٗ وَيَبْدَءُ مَنْ
لَقِيَ بِالسَّلَامِ۔

ترجمہ:۔ جناب امام حسن بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا اور وہ حضور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بہت ہی زیادہ حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے بڑا شوق تھا وہ میرے لیے سید پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کریں تاکہ میں اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں، پس انہوں نے فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس عظیم و بزرگ تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے معظم اور محترم تھے، چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درمیانہ قد سے ذرا بڑے تھے اور لمبے تڑنگے قد سے ذرا چھوٹے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس موزوں بھاری تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک کنڈل دار (خمیدہ) تھے اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک انتہائی سفید اور چمکدار تھا۔ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ پیشانی والے تھے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور انتہائی باریک تھے جو کہ پورے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے، دونوں ابروؤں کے درمیان رگ تھی جو کہ غصہ کے وقت اُبھر آتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور پھوٹ پھوٹ پڑتا تھا، جو شخص غور سے دیکھتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند بینی والا خیال کرتا حالانکہ ایسا نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخسار مبارک ہموار تھے، آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کشادہ دہن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت اور چمکتی تھی جو کہ چاندی کی طرح صاف تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اعضاء ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے (یہ نہیں کہ ڈھیلے ڈھلے ہوئے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیٹ اور سینہ بالکل برابر تھا، سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے، آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر نورٌ علیٰ نور تھا، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے حلق سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی، سوائے اس لکیر کے دونوں پستانوں اور پیٹ پر بال نہیں تھے، دونوں بازوؤں، دونوں مونڈھوں اور اس کے اوپر کے حصہ پر بال تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں لمبی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں فراخ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں پاؤں کے تلوے گہرے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک ہموار تھے، جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مضبوط قدم اُٹھاتے اور آہستہ آہستہ چلتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار بھی تھے، جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی طرف جا رہے ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچی نظر سے دیکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اکثر زمین کی طرف ہوتی کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشۂ چشم سے ملاحظہ کیا کرتے تھے، آپ اپنے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس سے بھی ملتے تو سلام میں پہل فرماتے۔

حل لغات

وَصَّافٌ. بہت وضاحت سے بیان کرنے والے، وَصَفَ یَصِفُ وَصْفًا وصِفَةً بیان کرنا، تعریف کرنا۔ اَشْتَهِیْ میں بہت شوق رکھتا ہوں، میں بہت خواہش کرتا ہوں۔ اَتَعَلَّقُ میں تعلق پیدا کروں، تعلق کروں، میں جانوں۔ فَخْمٌ. بزرگ، عظیم، شاندار۔ فَخْمٌ عالی مرتبت، عالی شان، عظیما فی نفسہ۔ مُفَخَّمًا. دوسروں کی نظروں میں بھی عالی مرتبت۔ معظما فی

صدر الصدور وعین العیون۔ یَتَلَأْلَأُ۔ التلألؤ هو الاضاءة والاشراق چمکتا تھا۔ واصل "تلالا"۔ ابیض۔ اَطْوَلُ ذرا بڑا تھا، مائل بطول۔ اَلْمَرْبُوْعُ درمیانہ قد، وهو ما بين الطويل والقصير على حد سواء يقال رجل ربعة ومربوع (مجمع الوسائل)۔ اَلْمُشَذَّبُ، بہت لمبا تڑنگا، اصل میں مُشَذَّب کھجور کا وہ درخت ہے جس کی ڈالیاں کاٹ ڈالی گئی ہوں، مصدر شَذْبٌ ہے، جس کا معنی چھیلنا، کاٹنا اور چھانٹنا ہے۔ اَلْمُشَذَّبُ کا مصدر "تَشْذِيْبٌ" ہے۔ طویل مفرط اَلْهَامَةُ، موزوں، سر۔ سر عَظِيْمُ الْهَامَةِ، سر اقدس موزوں بڑا تھا۔ رَجِلٌ بالوں کا نہ بالکل سیدھا ہونا اور نہ ہی گھونگر دار ہونا بلکہ کنڈل دار یا خمیدہ بال ہونا۔ اِنْفَرَقَتْ الگ ہوئے، جدا ہوئے۔ عَقِيْقَةٌ، کے بال پھٹ جانا، جس کو "مانگ" کہتے ہیں، انفقاق مصدر ہے جس کے معنی "پھٹ جانا" ہے۔ اَزْهَرُ اللَّوْنِ، سفید اور چمکدار رنگ والے زُهْرَةٌ اصل ہے جس کے معنی سفیدی، خوبصورتی، تازگی، حسن اور روشن کے ہیں۔ اَزَجُّ۔ لمبی خمیدہ، کمان کی طرح، زَجَجٌ سے نکلا ہے جس کے معنی لطیف باریکی کے ہیں۔ الحواجب ابرو، یہ جمع ہے اس کا واحد حَاجِبٌ آتا ہے۔ سَوَابِغُ، بھرے ہوئے پورے قَرَنٌ، ملے ہوئے، عِرْقٌ، رگ، يُدِرُّهُ، ابھر آتی ہے، سوج جاتی تھی، اَقْنَى، اونچی، بلند، عِرْنِيْن۔ ناک اَقْنَى الْعِرْنِيْنِ۔ ناک مبارک اونچی بلند تھی، نہایہ میں ہے۔ قِنًا کہتے ہیں، ناک لمبی ہونا اور درمیان میں احدداب ہونا اور لم اور محیط میں ہے "قَنَانِي الْاَنْف" یہ ہے کہ ناک کا اوپر کا حصہ بلند ہو اور درمیانی حصہ محدب ہو، مرد کو اَقْنَى الْاَنْف اور عورت قَنْوَاءُ کہتے ہیں۔ اَشَمُّ بلند بینی، شَمَمٌ کے معنی ناک کا بلند ہونا اور اوپر سے برابر ہونا اور نتھنوں کا ذرا باہر نکلنا۔ كَثُّ، گھنی داڑھی والا، نہایہ میں ہے کہ داڑھی کی کثافت یہ ہے کہ باریک اور لمبی نہ ہو بلکہ اس میں کثافت اور دلدار پنا ہو، مجمع البحرین میں ہے یعنی چھوٹی داڑھی

اور گھنی ہوئی۔ سَهْلٌ، ہموار، اَلْخَدَّيْنِ۔ رخسارے، ضَلِيْعٌ کشادہ، پورے اعضاء والے مضبوط آدمی کو بھی کہتے ہیں، یہاں پر منہ، یعنی فم قرینہ سے کشادہ کا ہی معنی ہے۔ مُفَلَّجٌ، جدائی، کشادگی، مَلَجٌ سے نکلا ہوا۔ دَقِيْقٌ، باریک، ہلکی۔ اَلْمَسْرَبَه۔ ناف، جِيْدٌ، گردن یا گردن کا وہ مقام جہاں ہار پہنتے ہیں۔ دُمْيَةٌ۔ پتلی، وہ پتلی جو منقش اور مزین ہو اور اس میں خون کی طرح سرخی ہو، بعضوں نے کہا کہ ہاتھی دانت کی پتلی، عرب لوگ کہتے ہیں اَحْسَنُ مِنَ الدُّمْيَةِ، پتلی سے بھی زیادہ خوبصورت، اَلْخَلْقِ، اعضاء، بَادِنٌ، مضبوط اعضاء، مُتَمَاسِكٌ، قوی، بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ آپ کے اعضاء مبارک باقوت ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے، یہ نہیں کہ ڈھیلے لٹکتے تھے، سَوَاءٌ برابر، ہموار، ایک جیسے۔ اَنْوَرُ۔ نورانی، مُتَجَرِّدٌ جسم مبارک محیط میں ہے کہ مُتَجَرَّدٌ بفتح را مصدر میمی ہے، بمعنی برہنگی اور ننگا پن اور بکھرا جسم کو کہتے ہیں۔ اَللَّبَّه۔ ذبح کرنے کی جگہ، حلقوم، دگدگی۔ "المتھر" عَارِيْ صاف خالی، اَلثَّدْيَيْنِ دونوں پستان۔ رَحْبٌ۔ سخی، کشادہ، رَحْبُ الرَّاحَةِ، ہتھیلی، ہاتھ۔ اَطْرَافٌ، انگلیوں کے پورے، طرف کی جمع ہے خُمْصَانُ الْاَخْمَصَيْنِ دونوں اخمصین خالی تھے۔ اَخْمَصُ پاؤں کا وہ مقام ہے جو ایڑی پنجہ کے بیچ میں ہوتا ہے۔ خَمْصٌ یا خُمُوْصٌ کے معنی ورم بیٹھ جانا، باریک شکم ہونا، پیٹ خالی ہونا یہاں مراد تلوے خالی ہونا ہے۔ مَسِيْحُ الْقَدَمَيْنِ۔ ہموار سپاٹ تلوے والے یعنی چکنے نرم، جن میں پھٹن اور شگاف نہ ہو، يَنْبُوْ، بہ جائے۔ زَالَ، چلتا۔ تَقَلُّعًا، زور سے پاؤں اٹھانا۔ ذَرِيْعٌ، جلدی، تیز رفتار۔ خَافِضٌ۔ نیچی نظر سے دیکھنا۔ جُلُّ۔ گوشۂ چشم سے دیکھنا، يَسُوْقُ۔ آگے چلاتے، يَبْدَاُ، ابتداء کرتے، شروع کرتے پہل کرتے۔

تشریح

جناب امیر المؤمنین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے کہ مجھے بڑا شوق تھا کہ وہ میرے سامنے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کریں تاکہ میں اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں" کمال محبت کا اظہار ہو رہا ہے حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری جمع الوسائل ص ۳۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

اتثبت بذلک الوصف	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
واجعلہ محفوظا فی	وسلم کے اس حلیہ مبارک کو لیے رہوں
خزانۃ خیالی"	(اس پر عمل کرنا کافی ہے تاکہ میری نجات

ہو جائے) اور اپنے تصور میں اسے محفوظ کر لوں۔

گویا اس نورانی حلیہ مبارک کو یاد رکھوں، اس کے ساتھ تعلق پیدا کروں اور اس مرکز انوار و تجلیات کے وجود مبارک کے ساتھ رابطہ پیدا کروں" تاکہ فیوضات و برکات نبوت سے مستفیض ہو جاؤں، اتنی کم سنی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت امام حسن علیہ السلام کا والہانہ عشق و محبت کا تعلق اہل بیت کرام کا ہی حصہ ہے، ہند بن ابی ہالہ نے فرمایا" چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا" یتلالؤ تجدد اور استمرار کے معنی پر دلالت کرتا ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ اور ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے اقدس چمکتا رہتا تھا۔ استاذ گرامی قدر محدث جلیل حضرت مولانا مولوی صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور کو سورج سے تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کے ساتھ دی ہے اس لیے کہ یہ بات مشہور ہے کہ چاند کی روشنی سورج سے مستفاد ہے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کی روشنی

اللہ تعالیٰ کے نورِ قدسی سے مستفاد تھی. گویا آنحضرت عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے روئے اقدس کے حسن و جمال میں اتنی کشش اور جاذبیت تھی کہ دیکھتے ہی چلے جائیے. آنکھوں میں ٹھنڈک اور فرحت بڑھتی جاتی ہے اور جمال جہاں آراء کو دیکھنے سے جی بھرتا ہی نہیں، مگر سورج کو ایک بار دیکھنے سے ہی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور بصارت بھی کمزور ہو جاتی ہے۔ فافہم ارشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گردن مبارک نہایت خوبصورت تھی اور چمکتی تھی" یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک پتلی کی گردن تھی. صاف اور سفید عرب کہتے ہیں. اَحْسَنُ مِنَ الدُّمْیَۃِ پتلی سے بھی زیادہ خوبصورت. ارشاد ہے "آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے" جناب سید العرب والعجم، شفیع المذنبین، صاحب لواء حمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس کے بالوں کے بارے میں احادیث مبارکہ میں تین قسم کا ذکر آیا ہے. وفرہ جمتہ اور لمہ. علماء کرام فرماتے ہیں جب بال مبارک فی الجملہ بڑھ جاتے تو وفرہ یعنی گوش مبارک کی لو سے لمبے ہو جاتے اور جب بہت بڑھ جاتے تو کندھوں پر پہنچ جاتے، اور جب اتنے زیادہ نہ بڑھ جاتے تو کانوں تک یا ان سے ذرا اوپر ہی ہوتے اور سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ کیفیت اختلاف اوقات پر مبنی ہے تو ثابت ہوا کہ تینوں طرح بال رکھنا سنت ہے اور یہ جو بعض مرد عورتوں کی طرح بالکل ہی بال چھوڑ دیتے ہیں. یہاں تک اور بسا اوقات پیٹ تک پہنچ جاتے ہیں، خلافِ سنت ہے اور جناب سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس طرح بال رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ سر کے بعض حصہ پر بناؤ سنگار کے لیے ; بال رکھے جائیں اور بعض حصہ سے ترشوا دیئے جائیں، آج کل کی اصطلاح میں اسے فرنگی بال کہتے ہیں. اللھم احفظنا من ھذا. ارشاد ہے اپنے صحابہ کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے تھے" علماء فرماتے ہیں کہ آپ

صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی کمال تواضع تھی حضرت علامہ مولانا مولوی قاضی محمد عاقل صاحب، صاحب شرح شمائل شریف میں فرماتے ہیں۔

"وی فرمود بگذارید پشت مرا از برائے فرشتگان"

یعنی میرے پیچھے سے ہٹ جاؤ کہ فرشتے چل رہے ہیں۔"

واخرج الدارمی باسناد صحیح انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال خلوا ظہری للملئکۃ، واخرج احمد عن جابر قال کان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم یمشون امامہ ویدعون ظہرہ للملئکۃ ارشاد ہے۔

آنحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی نظر مبارک اکثر زمین کی طرف ہوتی کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے"

یہ حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی عادت شریفہ تھی اور حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کوئی عادت مبارکہ حکمت و معرفت سے خالی نہیں تھی اور ابوداؤد میں جو یہ حدیث آئی ہے۔

"عن عبداللہ بن سلام قال کان صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم اذا جلس یتحدث یکثران یرفع طرفہ الی السماء"	جس وقت حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم گفتگو فرمانے کے لیے تشریف فرما ہوتے تو اکثر آسمان کی طرف نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھتے"

۱۳۔

مصحف عارض ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

حل لغات مصحف۔ وہ کتاب جس میں رسالے اور صحیفے جمع ہوں مراد قرآن شریف۔ عارض۔ رخسار، گال۔ قبالہ۔ تمسک۔ بیعانہ۔ مکان کا کاغذ یا سند یہاں یہی مراد ہے۔

شرح چہرہ مبارک پر شفاعت کرنے والی ریش مبارک گناہ گاروں کی شفاعت کا مبارک نورانی بیع نامہ ہے۔

اس شعر مبارک میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ریش مبارک کے بال مقدس کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ بیشمار برکات و معجزات میں سے فقیر چند ایک یہاں تبرکاً عرض کرتا ہے۔

۱۔ بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ایک یہودی نے آپ کی ریش مبارک کا ایک بال (زمین پر گرا دیکھ کر) اٹھایا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ اس کو جمال دے۔ اس یہودی کی داڑھی سفید تھی اسی وقت سیاہ ہو گئی (کنز العمال)

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (درالثمین فی مبشرات النبی الامین) میں بیان کرتے ہیں۔ مجھ کو میرے والد شاہ عبدالرحیم نے ایک خواب بیان کیا۔ وہ مریض تھے انہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حال دریافت فرمایا، صحت کی بشارت دی اور ریش مبارک

کے دو بال عنایت فرمائے۔ والد صاحب ان موئے مبارک کی برکت سے اسی وقت شفایاب ہوگئے اور خواب سے بیدار ہو کر ان دونوں موئے مبارک کو اپنے ہاتھ میں دیکھا اور ایک موئے مبارک مجھے عطا فرمایا۔ جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔

داڑھی مبارک

بال مبارک کے متعلق فقیر کی دو تصنیفیں ہیں اور شرح حدائق کے مجلدات سابقہ میں متعدد مقامات پر مفصل لکھا جا چکا ہے۔ یہاں داڑھی کے متعلق عرض کرنا ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈاڑھی مبارک گھنی اور بہت ہی زیادہ خوشنما تھی، آپ ڈاڑھی مبارک کو تیل لگایا کرتے اور شانہ بھی کیا کرتے تھے اور اس کی لمبائی چوڑائی سے کچھ لے لیا کرتے تھے اور مونچھیں مبارک کتروایا کرتے تھے۔

آپ نے کبھی خضاب وغیرہ نہیں کیا کیونکہ آپ کی ڈاڑھی اور سر مبارک میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔

حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

هَلْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَضَبَ؟ فَقَالَ لَمْ يَبْلُغِ الْخِضَابَ كَانَ فِيْ لِحْيَتِهٖ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ۔ (مسلم شریف ص۲۵۸ ج۲)	کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خضاب کیا تھا؟ فرمایا آپ کو خضاب کی حاجت ہی پیش نہیں آئی۔ کیونکہ آپ کی ڈاڑھی میں تقریباً دس بال سفید تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لَيْسَ فِيْ رَاسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ (شمائل ترمذی شریف)	آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

چنانچہ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک میں کل سفید سترہ یا اٹھارہ تھے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۲)

داڑھی کی مقدار

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے لمعۃ الضحیٰ میں لکھتے ہیں کہ حضور اقدس سرہٗ حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت ابوہریرہ وغیرھما صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے افعال و اقوال اور ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد رضی اللہ عنہما و عامہ رفیقہ حدیث کی تصریح سے داڑھی یکمشت ہے اس سے کم کرنا کسی کو بھی حلال نہ جانا قبضہ سے زائد کاٹنا ہمارے نزدیک مسنون ہے بلکہ نہایہ میں بلفظ وجوب تعبیر کیا۔

دلائل قبضہ

(۱) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

جزوا الشوارب وارخوا اللحی	مونچھیں کاٹو داڑھیاں بڑھاؤ
وخالفوا المجوس (مسلم ج۱ صفحہ ۱۲۹)	مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

خالِفُوا المشرکین وَفِّرُوا	مشرکین کی مخالفت کرو۔ داڑھیاں
اللحی واَحفُوا الشوارب۔	بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔

(بخاری شریف صفحہ ۸۷۵ ج۲)

ان دونوں حدیثوں میں داڑھیاں بڑھانے مونچھیں کٹوانے اور مشرکین و مجوس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آئمہ حدیث نے تصریح فرمائی ہے کہ عہد رسالت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مجوس و مشرکین میں سے بعض داڑھی چھوٹی رکھتے ہیں۔ اور بعض منڈوا دیتے ہیں۔ اور مونچھیں بڑی بڑی رکھتے تھے لہٰذا

ان کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا کہ داڑھی نہ تو چھوٹی رکھو اور نہ منڈاؤ بلکہ بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔

سوال داڑھی کی وہ کم سے کم مقدار کیا ہو جو مشرکین و مجوس کی داڑھیوں سے مختلف بھی ہو اور حکم نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ داڑھیاں بڑھاؤ، کے موافق بھی ہو۔

جواب بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیثوں کی روایت کرنیوالے حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے متعلق صراحۃً موجود ہے کہ وہ داڑھی کا وہ حصہ جو قبضہ سے زیادہ ہوتا. کٹوا دیتے چنانچہ بخاری شریف صـ ۸۷۵ میں ہے کہ

كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ.	ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کرتے تو داڑھی کا وہ حصہ جو ایک قبضہ سے زیادہ ہوتا اُسے کٹوا دیتے۔
وَرُوِيَ مِثْلُ ذَالِكَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَفَعَلَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِرَجُلٍ وَعَنِ الْحَسَنِ الْبَصَرِيِّ اَنَّهٗ يُؤْخَذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا	اور اسی کی مثل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ (وہ بھی زائد حصہ کٹوا دیتے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا کہ اس کی ایک مشت سے زائد داڑھی

کو کٹوا دیا اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ وہ بھی طول و عرض سے لیتے تھے۔ (ارشاد الساری شرح بخاری صـ ۴۵۰/۸)

خود حضور علیہ السلام کا اپنا عمل مبارک

صحیح ترمذی شریف میں ہے کہ
ان النبی صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کان یاخذ من
لحیۃ من عرضہا وطولہا
(رواہ ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی داڑھی مبارک کے طول وعرض سے لیتے تھے۔

داڑھی رکھنا سو شہیدوں کا ثواب

سب کو معلوم ہے کہ داڑھی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب سنت ہے اور اس پر فتن دور میں جب کہ چاروں طرف سے انواع واقسام کے فتنے درپے تخریب دین وشعار دین ہیں اور نفوس پر شہوات نفسانی کا اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم پر چلنا دشوار اور شرم وعار کا باعث ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے دور میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق ہدایت پر چلنے اور سنت پر عمل کرنے سے بے شمار اجر وثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِيْ
عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِيْ فَلَهٗ
اَجْرُ مِائَةِ شَهِيْدٍ۔
(مشکوٰۃ ص۳۰)

جو شخص میری سنت پر مضبوطی سے قائم رہے جب کہ میری امت میں فتنہ وفساد پھیل جائے تو اس کے لیے سو شہیدوں کا اجر وثواب ہے۔

داڑھی کے دشمن

داڑھی کے دشمن اعدائے اسلام تو ہیں ہی دشمن بعض پڑھے لکھے بلکہ بعض پیری مریدی کا دھندا کرنے والے بھی اس محبوب سنّت کے دوست نما دشمن بن گئے ہیں اور مجھے توان علم کے مدعیوں پر تعجب ہے جو داڑھی کی مقدار قبضہ سے کم کے جواز پہ اپنی علم قوت صرف کر کے مودودی جیسے بدعقیدہ کی چال چل کر داڑھی سے دشمنی کا ثبوت عملاً پیش کر رہے ہیں۔ اس سے قبل مودودی کے سوا کسی نے قبضہ کی کمی کا دعویٰ نہیں کیا۔ وہ تو اپنی سزا بھگتے گا۔ اب اس کی چال چلنے والے بھی اسی کے ساتھ محشور ہونے کی تیاری میں ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا

۱۴- مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

حل لغات

آب زر: سونے کا پانی، عارض: چہرہ، مصحف: قرآن حکیم۔

شرح

قرآن حکیم کی جلد پر سونے کا پانی چڑھایا جائے تو جلد سنہری اور خوبصورت نظر آتی ہے۔ سرورِ عالم نورِ مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پہ پسینہ آتا ہے تو خوب محبوب لگتا ہے۔ رخ محبوب پہ نورانی پسینہ سونے کے پانی کی طرح ہے۔ جیسے نورانی سونا چڑھا دیا گیا ہے مصحف پر۔

حدیث شریف

یہ شعر مبارک ذیل کی حدیث شریف کا خلاصہ ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَظَرْتُ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهٗ وَقَدْ عَرِقَ جَبِيْنُهٗ وَجَعَلَ عَرَقُهٗ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا فَبُهِتُّ فَقَالَ مَالَكِ بُهِتِّيْنَ فَقَالَتْ نَظَرْتُ بِعَرَقِكَ يَتَوَلَّدُ نُوْرًا فَلَوْ رَاكَ اَبُوْ كَبِيْرٍ هُذَلِیْ لَعَلِمَ اَنَّكَ اَحَقُّ بِقَوْلِهٖ ؎

وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهٖ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

(نسیم الریاض ص ۳۳۶ ج ۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا جوتا مبارک گانٹھتے دیکھا۔ آپ کی پیشانی مبارک میں پسینے کے قطرے جھلک رہے تھے اور ان پسینے کے قطروں سے نور اُبل رہا تھا۔ میں حیرت و استعجاب سے اس حسین منظر کو دیکھ رہی تھی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! کیا ہے تو کس سوچ بچار میں ہے! عرض کیا یا رسول اللہ! میں جناب کے پسینہ کو دیکھ رہی ہوں۔ جس میں نور جلوہ فگن ہے۔ اگر آپ کو ابو کبیر ہذلی دیکھتا تو پکار اٹھتا کہ اس کے اس شعر کا مصداق صرف آپ کی ذات گرامی ہی ہے۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے جب محبوب کے چہرہ کی لکیریں دیکھیں تو یوں چمکتی تھیں

جیسے بادل سے بجلی کوندتی ہے۔

سہ رخ تھا رخ بہار سحر گاہ عید کا
جیسے ورق کھلا ہو کلام مجید کا

چہرہ اقدس حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت سے آگاہی کے بعد پسینہ انور کا ماننے میں اشکال نہیں رہے گا۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ما رأیت شیئاً احسن من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان الشمس تجری فی وجھہ۔ (رواہ الترمذی فی شمائلہ)	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا گویا آپ کے چہرۂ اقدس سے آفتاب کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں۔

شارحین کی گواہی علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نبی علیہ السلام نور تھے، چاند یا سورج کی روشنی میں جب چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سایہ نہیں پڑتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا چہرہ چاند سورج کی طرح تاباں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا روئے مبارک گولائی کی طرف مائل تھا۔ (وسائل الوصول صـ۲۹)

جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، ایسا محسوس ہوتا گویا چاند سورج آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرے میں ضوفشاں ہیں، جب مسکراتے تو ایسا لگتا جیسے خوبصورت

نبات اور پودوں پر سفید موتی چمک رہے ہیں۔ الربیع بنت معوذ کی حدیث میں ہے جس کا اخراج دارمی نے کیا ہے، فرماتی ہیں۔

"لو رائیته لرایت الشمس طالعة"	"اگر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ سورج چمک رہا ہے"۔

حضرت علامہ محدث کبیر عبدالرؤف صاحب المصری المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

و فی حدیث ابن عباس قال لم یکن یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوءها ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوءها ولم یقم مع سراج قط اغلب ضوءہ ضوء السراج ذکرہ فی الوفاء باسانیدہ۔	ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کی ضیاء بار کرنوں میں کھڑے نہ ہوتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جمال وجلال آفتاب سے کہیں زیادہ تجلیاں بکھیرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا آفتاب پر غالب رہتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی دیئے کی روشنی میں کھڑے ہوتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی چاندنی اتنی نکھرتی کہ چراغ کی روشنی ماند پڑ جاتی اور آپ
(جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۷۶ حاشیہ)	

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا ضوء پاش ماہتاب چراغ پر غالب رہتا

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ

لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔

(جمع الوسائل ج ۱ ص ۱۷۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور آپ سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی سورج پر غالب ہو جاتی اور آپ چراغ کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پہ غالب ہو جاتی۔

۱۵۔ پیچ کرتا ہے فدا ہونے کو لمعہ نور کا
گردِ سر پھرنے کو بنتا ہے عمامہ نور کا

حل لغات

پیچ :۔ حلقہ۔ لپیٹ۔ فدا :۔ نثار۔ نچھاور۔ لمعہ :۔ چمکارا۔ روشنی کرنا شعاع۔ گرد :۔ چاروں طرف۔ عمامہ :۔ بالکسر دستار۔ پگڑی جمع عائم وعمام ہے۔

شرح

نور کی روشنی نچھاور ہونے کے لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک کے گرد اس طرح حلقہ بناتی ہے۔ جیسے نوری عمامہ سر کے گرد اگرد گھما کر باندھا جاتا ہے۔

عمامۃُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے قبل مطلقاً عمامہ کے فضائل اور مختصر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ضمناً بحث آگئی تھی اب صرف اور صرف عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عرض کرنا ہے۔

۱۔ حضرت علامہ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

العمامة سنة لاسيما للصلوٰة و بقصدا لتجمل لاخبار كثير فيها.	عمامہ سنت ہے بالخصوص نماز کے لیے اور اس سے مقصد اظہار خوبصورتی ہو۔ اس کے بارے کثیر احادیث وارد ہیں۔

۲۔ ایسے ہی حاشیہ شمائل میں ہے کہ

اعلم لان لبس العمامة سنة وردت فضلها اخبار كثيرة حتى وردان الركعتين مع العمامة افضل من سبعين ركعة بدونها	بے شک عمامہ پہننا سنت ہے اور اس کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں یہاں تک وارد ہے کہ دو رکعت عمامہ کے ساتھ پڑھنا بغیر عمامے کی ستر رکعت سے افضل ہے۔

۳۔ حلم میں اضافہ

فتح الباری شرح البخاری میں ہے کہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے۔

۴۔ عینی شرح بخاری میں ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا گیا پگڑی باندھنا سنّت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں سنّت ہے، مزید فرمایا۔ "عمامہ باندھا کرو کہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے

والا ہے" علامہ العینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"ففی الخبر فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس واما لبس القلنسوۃ وحدھا فھو زی المشرکین"

حدیث میں ہے کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپی اور پگڑی باندھنا فرق واضح کرتا ہے اور یہ کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کی پوشش ہے یعنی لباس ہے"

حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ الباری مشکوٰۃ شریف کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"لم یرو انہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین"

یعنی اصلاً مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے"

پھر پگڑی باندھنے کی فضیلت کی احادیث لکھ کر فرماتے ہیں۔

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل ولبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا لمبتدعۃ فی بعض بلدان.

ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ ٹوپی ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیوں کر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے"

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ جلد ۳ میں ص[illegible] سے لے کر ص[illegible] تک ۱۹ احادیث اور کئی فقہاء کی کتابوں سے عبارات نقل کی ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں "عمامہ حضور پُر نور

سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحدِ ضروریاتِ دین تک پہنچتا ہے اور عمامہ سنّتِ لازمہ دائمہ ہے، یہاں تک کہ علماء نے خالی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا۔

افسوس صد افسوس کہ دورِ حاضرہ میں اکثر علماء و مشائخ نے عمامے اتار پھینکے اور جدید طرز کی ٹوپیوں اور کیپوں سے سر کو سجا رکھا ہے۔

عمامہ کا راج حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادتِ کریمہ تو سب کو معلوم ہے کہ عمامہ مبارکہ سے زندگی بسر فرمائی اور دوسروں کو بھی تاکید فرمائی اور جب کسی کو کسی شہر کا حاکم فرماتے تو اس کے سر پر عمامہ بندھواتے (شرح شمائل) گویا اس طرف اشارہ ہو تا کہ صاحبِ عمامہ صاحب التاج ہے مزید تفصیل گزری اور فقیر کا رسالہ فضائل عمامہ بھی قابلِ مطالعہ ہے۔

ہیبتِ عارض سے تھراتا ہے شعلہ نور کا

-۱۶

کفشِ پا پر گر کے بن جاتا ہے گپھا نور کا

حل لغات ہیبت: رعب، عارض: رخسار، تھراتا ہے: لرزتا ہے کفشِ پا: پاؤں کا جوتا۔ گپھا: ایک شاخ پر چند پھول۔ گچھا۔

شرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے رخسارِ پاک رعب سے نورانی شعلہ نعلین پاک پر گر کر نورانی پھولوں کا گچھا بن جاتا ہے۔

رعب رسول صلے اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ رحیم و کریم اور مشفق و شفیق تھے لیکن رعب کا یہ حال تھا کہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما جیسے مقرب بلکہ خسر بھی آنکھ سے آنکھ ملا کر نہیں دیکھ سکتے تھے اور جرأت کر کے کبھی گفتگو میں پہل نہیں کرتے۔ سجدہ سہو کے موقع پر رعب سے صحابہ کرام شیخین سمیت کسی کو بھی عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ نماز سے فراغت پا کر مسجد شریف کے دروازہ تک پہنچے تو حضرت ذوالیدین صحابی رضی اللہ عنہ محض وضاحت طلبی پر کچھ عرض کیا۔

نعلین پاک حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم (۱) اس شعر میں نعل پاک کا ذکر خیر ہے اصل نعل تو سبحان اللہ صرف اس کے نقشہ کے متعلق عرض ہے کہ علامہ محدث، حافظ تلمسانی کتاب فتح المقال میں فرماتے ہیں کہ اس نقشہ مبارکہ کے منافع ایسے ظاہر و باہر ہیں کہ بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں منجملہ ان کے ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کے لیے یہ نقشہ بنوایا وہ ایک روز میرے ہاں آکر کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ شب اس کی عجیب برکت دیکھی کہ میری بی بی کے اتفاقاً ایسا سخت درد ہوا کہ قریب ہلاکت ہو گئی ہیں نے نقشہ مبارک درد کی جگہ رکھ کر عرض کیا کہ یاالٰہی! مجھ کو صاحب نعلین شریف کی برکت دکھلا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمائی۔

فوائد ۲۔ قاسم بن محمد کا قول ہے کہ اس نقشہ کی آزمائی ہوئی برکت یہ ہے کہ جو شخص اس کو تبرکاً اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم،

بیماریوں کے غلبے سے، شیطان سرکش سے، حاسد کی نظر بد سے، امن و امان میں رہے، اور اگر حاملہ عورت دردِ زہ کی شدت کے وقت اس کو اپنے داہنے ہاتھ میں رکھے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس کی مشکل آسان ہو۔

حکایت حضرت شیخ ابن حبیب الیمنی روایت فرماتے ہیں کہ اُن کے ایک دمبل نکلا کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا نہایت سخت درد ہوا کسی طبیب کی سمجھ میں اُس کی دوا نہ آئی انہوں نے یہ نقش شریف درد کی جگہ رکھ لیا معاً ایسا سکون ہو گیا کہ گویا کبھی درد ہی نہ تھا۔

حکایت ایک اثر خود میرا (صاحب فتح المتعال کا) مشاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار سفر دریائے شور کا اتفاق ہوا ایک دفعہ ایسی حالت ہوئی کہ سب ہلاکت کے قریب ہو گئے کسی کو بچنے کی امید نہ تھی۔ میں نے یہ نقشہ ناخدا کے پاس بھیج دیا کہ اس سے توسل کرے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے عافیت عطا فرمائی۔

محمد ابن الجزری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقشہ شریف کو اپنے پاس رکھے خلائق میں مقبول رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہو اور یہ نقش شریف جس لشکر میں ہو اُس کو شکست نہ ہو۔ اور جس قافلے میں ہو لوٹ مار سے محفوظ رہے جس اسباب میں ہو چوروں کا اُس پر قابو نہ چلے۔ جس کشتی میں ہو غرق سے بچے اور جس حاجت میں اس سے توسل کریں وہ پوری ہو۔

بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ جو شخص نعل پاک کا نقشہ اپنے پاس رکھے اپنی ہر دلی مراد پر کامیاب رہے گا۔ اور جو شخص اس نقشہ پاک کو تعویذ بنا کر پگڑی میں رکھے۔ اس ارادہ پر کہ میرے جملہ امور بآسانی طے ہوں تو بفضلہٖ تعالیٰ وہ

اپنی مراد کو پائے گا. بلکہ اپنے تمام ابنائے زمان سے ہمیشہ فائق رہے گا. بلکہ دنیا میں اس کا ہم مرتبہ کوئی نہیں ہو سکے گا. کذا فی المرتجی اور کتاب المرتجی بالمقبول فی خدمة قدم الرسول میں علماء محققین وصلحائے معتبرین نے بہت آثار وخواص وحکایات نقل کئے ہیں. چند اشعار ذوقیہ.

قَالَ الْاِمَامُ اَبُوالْخَیْرِ مُحَمَّدُبْنِ مُحَمَّدُ الْجَزْرِیُّ عَلَیْهِ الرَّحْمَةِ

۱- یَا طَالِبًا تِمْثَالَ نَعْلِ نَبِیِّهٖ
مَا قَدْ وَجَدْتَ اِلَی اللِّقَاءِ سَبِیْلًا

۲- فَاجْعَلْهُ فَوْقَ الرَّاسِ وَاخْضَعْ لَهٗ
وَتَعَالَ فِیْهِ وَاَدْلِهِ التَّقْبِیْلًا

۳- مَنْ یَدَّعِی الْحُبَّ الصَّحِیْحَ فَاِنَّهٗ
یُثْبِتُ عَلٰی مَا یَدَّعِیْهِ دَلِیْلًا

۱- ترجمہ: اے طلب کرنے والے نقش نعل شریف اپنے نبی کے
آگاہ ہو جا تحقیق پا لیا تو نے اس کے ملنے کا راستہ

۲- پس رکھ اس کو سر پر اور خضوع کر اس کے لئے
اور مبالغہ کر خضوع میں اور پیا پے اس کو بوسے دے.

۳- جو شخص دعوی کرے سچی محبت کا پس بیشک وہ
قائم کرتا ہے اپنے دعوے پر دلیل کو

عن السید محمد الحمازی الحسینی المالکی

١- لما رأیتُ مثال نعل المصطفیٰ ؐ
المسند الوضع الصحیح مُعنعنا

٢- فمسحتُ وجهی بالمثال تبرکا
فشفیتُ من وقتی وکنتُ علی الشفا

وظفرتُ بالمطلوب من برکاته

٣- ووجدتُ فیه ما اُرید من الصفا

١- ترجمہ: جب دیکھا میں نے نقشہ نعل شریف حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔
جس کی وضع سند صحیح سے بتلائی ہوئی ہے۔

٢- تو میں نے مل لیا اپنے چہرے پر اس نقشے کو واسطے برکت کے۔
سو مجھ کو اس وقت شفا ہو گئی حالانکہ میں قریب بہلاکت ہو گیا تھا۔

٣- اور پہنچ گیا میں مطلب کو اس کی برکتوں سے
اور پایا میں نے اس میں جو کچھ میں چاہتا تھا صفائی سے۔

مزید تفصیل "فتح المتعال امام قلسانی رحمۃ اللہ علیہ یا فقیر اویسی غفرلہ کا رسالہ نیل المرام میں پڑھیے۔

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

حل لغت

مشکوٰۃ۔ فانوس چراغ دان ۔ زجاجہ۔ کانچ شیشہ
سورہ نور۔ قرآن مجید کے اٹھارھویں پارہ کی ایک سورۃ کا نام۔

شرح

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قلب مبارک شمع کی طرح روشن و منور ہے جسم پاک مثل فانوس دل کو ڈھانپے ہوئے ہے اور سینہ مبارک مثل شیشہ چمک رہا ہے آپ کے چہرے منور کی تعریف میں سورۃ نور نازل فرمائی ہے۔

شمع دل

شمع دل یعنی سینہ مبارک کے بارے میں کتب سیر و احادیث میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سواء البطن والصدر تھے یعنی آپ کا شکم اقدس اور سینۂ اطہر ہموار و برابر تھا۔ سینۂ اقدس کچھ قدر ابھرا ہوا اور چوڑا تھا۔ سینۂ اقدس کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا جو ناف تک تھا اور سینۂ اقدس کے اوپر دونوں طرف بال نہ تھے، اس سینۂ اقدس کی شرح اور قلب شریف کی وسعت کا بیان طاقت انسانی سے خارج ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ	اے حبیب کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

شرح صدر، اس کے لفظی معنی ہیں کھول دینا یہ ہدایت کا آخری مرتبہ ہے، اس مرتبے میں تمام حقائق ملک و ملکوت، لاہوت و جبروت منکشف ہو جاتے ہیں۔ زبان اسرار غیب کی کنجی اور دل خزانہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ جو کچھ فرماتا ہے عالم غیب میں مشاہدہ کر کے فرماتا ہے۔

نکتہ آیت میں ہے کہ لَكَ کی قید بتلا رہی ہے کہ یہ وہ شرح صدر ہے جو خاص آپ ہی کے واسطے ہے یہی وجہ ہے کہ جو اسرار آپ کے قلب اقدس کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی کا قلب متحمل ہو سکتا ہے اور اسی قلب مبارک کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ میرا قلب سوتا نہیں۔

آیۂ نور مع تفسیر

يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (قرآن ۱۸/۱۰)	چمکتا ہوا ستارہ ہے روشن، ہوتا ہے مبارک درخت زیتون سے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے نور پر نور ہے، اللہ ہدایت فرماتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے اور لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نور کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ کا نور کیا ہے، اور اس مثال کا مطلب کیا ہے؟

نور کے متعلق حضرت کعب احبار اور ابن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِيْ هُنَا مُحَمَّدٌ | اللہ تعالےٰ کے ارشاد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى مَثَلُ نُوْرِهٖ اَىْ نُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفا شریف ص۱)

مَثَلُ نُوْرِهٖ میں نورِ ثانی سے مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اور مثال کے متعلق محی السنۃ علامہ علاؤالدین علی بن محمد المعروف بالخازن فرماتے ہیں۔

وَقِيْلَ وَقَعَ هٰذَا التَّمْثِيْلُ لِنُوْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لِكَعْبِ الْاَحْبَارِ اَخْبِرْنِىْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ قَالَ كَعْبٌ هٰذَا مَثَلٌ ضَرَبَهُ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَالْمِشْكٰوةُ صَدْرُهٗ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهٗ وَالْمِصْبَاحُ فِيْهِ النُّبُوَّةُ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ هِىَ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ يَكَادُ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمْرُهٗ يَتَبَيَّنُ لِلنَّاسِ وَلَوْ لَمْ يَتَكَلَّمْ بِهٖ اَنَّهٗ نَبِىٌّ كَمَا يَكَادُ ذٰلِكَ الزَّيْتُ يُضِىْٓءُ

اور کہا گیا ہے یہ تمثیل نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے (چنانچہ) حضرت ابن عباس ؓ نے حضرت کعب احبار ؓ سے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے اس قول مثل نورہ کمشکوٰۃ کا معنی مجھے بتاؤ! انہوں نے فرمایا اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بیان فرمائی ہے تو مشکوٰۃ (طاق) سے مراد آپ کا سینہ اور زجاجہ (فانوس) سے مراد آپ کا قلب، اور مصباح (چراغ) سے مراد نبوت ہے جو نبوت کے مبارک شجرہ سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی اور چمک ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے نبی

وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ النَّارُ۔
(تفسیر خازن ص۳۳۲/۳)

ہونے کا بیان نہ بھی فرمائیں تب بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

المشكوٰة جَوْفُ مُحَمَّدٍ صلى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالزُّجَاجَةُ قَلْبُهُ وَالْمِصْبَاحُ النُّوْرُ الَّذِيْ جَعَلَهُ اللهُ فِيْهِ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ لَا يَهُوْدِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ تُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِبْرَاهِيْمَ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ نُوْرُ قَلْبِ اِبْرَاهِيْمَ وَنُوْرُ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

کہ طاق تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ اور فانوس قلب مبارک ہے اور چراغ وہ نور ہے جو اللہ تعالےٰ نے اس میں رکھا ہے، وہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی، روشن ہے شجرہ مبارکہ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے نور پر نور ہے یعنی نور قلب ابراہیم پر نور قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

(خازن ص۲۳۲ ج۳)

فائدہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سینہ اقدس وہ ہے جس میں اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ اور علوم و حکم کے بے شمار اور بے حد و عد اور بے شمار سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ جنہیں وہ جانیں یا ان کا خدا تعالیٰ۔

صاحب روح البیان نے اس آیت کی متعدد تفاسیر لکھ کر ایک تفسیر لکھتے ہیں کہ روح الارواح میں ہے کہ مثل نورہٖ سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور اقدس مراد ہے جو کہ آدم علیہ السلام کے مشکوٰۃ اور

نوح علیہ السلام کے زجاجہ ابراہیم علیہ السلام کے زیتون سے روشن تھے آپ نہ یہودی تھے جو عزبی جانب کو قبلہ مانتے اور نہ نصرانی جو مشرق کو قبلہ سمجھتے ہیں۔
مصباح سے مراد حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشکوٰۃ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں اور آپ کی زجاجہ دل صافی طاہر اور آپ کی مصباح علم کامل اور آپ کا شجرۂ خلق شامل کہ وہ نہ جانب غلو و افراط میں ہے نہ صرف تقصیر و تفریط میں بلکہ وہ حد اعتدال میں ہے۔ خیر الامور اوسطہا آپ کے لیے واقع ہے اور آپ کی ذات ہی صراطِ مستقیم ہے اور عین المعانی میں ہے کہ نور محبت حبیب نور خلت خلیل سے مل کر نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔

ے پدر نور پسر نور لیست مشہور
از ینجا فہم کن نُوْرٌ عَلٰی نور

ترجمہ:۔ باپ بیٹا دونوں مشہور نور ہیں یہاں سے ہی نُوْرٌ عَلٰی نُوْر کا معنی سمجھ لیجئے۔

سینہ اسرار الٰہیہ کا خزانہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں اپنی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس کو ایک رفیع الشان محل سمجھنا چاہیئے جس میں بارہ کمرے ہوں اور ہر کمرے میں ایک مجلس ہو اور مجلس کے حاکم اعلیٰ آپ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں جس کی توضیح یہ ہے۔

کمرہ نمبر ۱ اس میں ایک عظیم الشان شہنشاہ تشریف فرما ہیں کہ روئے زمین کے بڑے بڑے بادشاہان عرب و عجم، روم و شام، ایران و ہند وغیرہ ممالک کے دست بستہ ان کے سامنے حاضر ہیں۔ اور تدابیر مملکت

قوانین جہانداری امور سلطنت وغیرہ ان سے دریافت کر رہے ہیں۔ اور جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس کو وہ سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ وہ ان جملہ بادشاہوں کے بادشاہ کون ہیں۔ نبی اکرم، نورِ مجسم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ نمبر ۲ اس میں ایک عظیم القدر جلیل الشان حکیم تشریف فرما ہیں کہ دنیا بھر کے حکماء ان کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں۔ علوم سیاست، تدبیر منزل، درستی آداب واخلاق اور دیگر علوم حکمیہ کا استفادہ کر رہے ہیں اور وہ استاد کل بمعلم علم وحکمت صلے اللہ علیہ وسلم ہر ایک اس کی استعداد فہم کے مطابق تعلیم فرما رہے ہیں۔

کمرہ نمبر ۳ اس میں ایک جلیل القدر عظیم الشان قاضی القضاۃ بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے دنیا بھر کے قاضی (جج) معاملہ فہم، موجد قوانین سیاسیہ و نوامیسیہ حاضر ہیں اور آپ کے فیصلہ جات اور ارشادات کو اپنا دستور العمل بنا رہے ہیں۔ وہ قاضی القضاۃ بھی حضور ہی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

کمرہ نمبر ۴ اس میں ایک مفتی متبحر مسندِ افتا پر تشریف فرما ہیں اور علوم وفنون کے دریا جو اس کے سینۂ اقدس میں موجزن ہیں رواں ہیں اور دنیا بھر کے محدثین، مفسرین، متکلمین، مقررین، مفرعین اس کے سامنے حاضر ہیں اور سب کے سب اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس چشمۂ علم وحکمت سے سیراب ہو رہے ہیں، وہ مفتی متبحر بھی سید الکائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ۵ اس میں ایک محتسب باوقار مسند حکومت پر رعب و جلال سے تشریف فرما ہیں۔ اور احکام الٰہی سے نافرمانی

کرنے والوں کو سزائیں دلوا رہے ہیں، کہیں زانی سنگسار ہو رہا ہے اور کہیں چور کے ہاتھ کاٹے جا رہے ہیں۔ منکرات کے استعمال کرنے والوں پر درے پڑ رہے ہیں ظلم و تعدی کرنے والوں کو سزائیں ہو رہی ہیں۔ شہوات و فسق و فجور کے رسوم مٹائے جا رہے ہیں۔ دغابازوں، مکاروں اور فریبیوں پر سرزنش ہو رہی ہے۔ راشی اور مرتشی حکام سے باز پرس ہو رہی ہے یہ صاحب وقار محتسب بھی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ۶ اس میں ایک جلیل القدر، رفیع الصوت، خوش الحان قاری جلوہ افروز ہیں اور دنیا بھر کے قاری اس کے سامنے سر جھکائے دست بستہ حاضر ہیں۔ فن تجوید، قرأت سبعہ اور قواعد و قوانین لب ولہجہ وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عظیم الشان قاری بھی آپ ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ۷ اس میں ایک عابد و زاہد دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر تشریف فرما ہیں۔ صبح و شام رات دن میں ایک گھڑی تو کیا ایک سانس بھی غفلت سے نہیں گزارتے ہر وقت تسبیح و تہلیل اور ورد وظائف، فرائض و نوافل، ادعیہ صبح و شام میں مشغول و معروف ہیں اور دنیا بھر کے عابد و زاہد اس کے حضور حاضر ہیں۔ عبادت و ریاضت اور طریقت کے اصول و طریق وغیرہ حاصل کر رہے ہیں اور وظائف صبح و شام اوراد و اشغال کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ عابد و زاہد بھی حضور سرور کائنات ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ۸ اس میں ایک عارف کامل تشریف فرما ہیں کہ ذات و صفات کے اسرار اور عالم ناسوت و ملکوت کے حقائق اس کے دل میں منکشف ہیں اور تمام دنیا کے عارف اس کے حضور عجز و انکسار سے حاضر ہیں اور حقائق و معارف، اسرار و رموز کی تعلیم ہو رہی ہے یہ عارف

کامل بھی وہی معدن اسرار کل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

کمرہ نمبر ۹ اس میں ایک واعظ عالم وفاضل منبرِ اطہر پر جلوہ افروز ہے۔ اور لوگوں کی ارواح اور قلوب کو اپنے کلام مقدس کی تاثیر و انوار سے مسرور و منور کر رہا ہے کسی کو ثواب عظیم اور اجرِ جزیل کی ترغیب سے راہِ راست پر لا رہا ہے اور کسی کو عذابِ قبر اور جہنم کے المناک حالات سنا کر توبہ کرا رہا ہے۔ ہزاروں دارِ آخرت کے درجات اور حیاتِ جاودانی کے برکات سُن کر ایمان لا رہے ہیں اور ہزاروں بدکار عذابِ قبر اور دوزخ کی سزاؤں کے حالات سُن کر اپنی بدکاریوں پر نادم ہو کر توبہ کر رہے اور رو رہے ہیں۔ دنیا بھر کے عالم وفاضل اور واعظ اس کے حضور دست بستہ حاضر ہیں اور طریق وعظ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ واعظ اور عالمِ علم لدنی بھی حضور سید عالم ہی ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کمرہ نمبر ۱۰ اس میں ایک مرشد کامل صاحب طریقت وصاحبِ دل تشریف فرما ہیں جس کی نگاہ خاک کو کیمیا کر رہی ہے ہزاروں نامراد بامراد اور ہزاروں ناشاد شاد ہو رہے ہیں۔ کہیں چور قطب بن رہے ہیں اور کہیں قطب غوث بن رہے ہیں۔ تمام دنیا کے مرشد کامل اس کے حضور حلقہ بگوش ہیں۔ ہر ایک کی استعداد کے مطابق اسے سیراب کیا جا رہا ہے وصول الی اللہ کے رستے حجابات دور کرنے کے طریقے، مقامات، احوال، مراقبہ، توجہ، تاثیر، ذوق وشوق، وجد ورقص، فنا وبقا وغیرہ کی وغیرہ کی تعلیم ہو رہی ہے۔ یہ مرشد کامل بھی حضور ہی ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

کمرہ نمبر ۱۱ اس میں ایک اولوالعزم، رفیع الشان، خاتم نبوت، صاحب کتاب رسول مکرم تشریف فرما ہیں، اور تمام

رسول حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و داؤد و سلیمان و موسیٰ و عیسےٰ علیہم السّلام کے اردگرد تشریف رکھتے ہیں اور خاتم النبیین سے فیوض و برکات حاصل کر رہے ہیں اور رسول مکرم خاتم النبیین ان کی شریعتوں کے احکام گھٹا بڑھا رہے ہیں ۔ اور سب رسول بسر و چشم قبول کر رہے ہیں اور انہیں اپنا امام اور سردار انبیاء تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ رسول مکرم خاتم النبیین بھی جناب محمد مصطفےٰ ہی ہیں صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

کمرہ نمبر ۱۲

اس میں ایک پیکر نور حسن ازل، نازنین محبوب کعبے کی مانند تشریف فرما ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے حسن و جمال کی تجلی نے اس گلبدن کے بدن اطہر کو اپنا مظہر و مسکن ٹھہرایا ہے۔ حسنِ ازل کے انوار وں نے اس کو روشن کر کے خدا کی شان محبوبیت اس میں جلوہ گر رکھی ہے اور وہ اپنی محبت کی کشش سے لوگوں کے دلوں کا شکار کر رہا ہے اور لاکھوں اس ازلی حسن کے عاشق بڑی دور سے امید کسی منفعت اور بدون کسی خواہش کمال کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آتے ہیں اور اپنی اپنی پیشانیاں اس کے فیض کے آستانے پر گھستے ہیں اور اس کے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہیں

، اور یہ مرتبہ کسی اور کو حاصل نہیں ہوا ہے مگر اسی محبوب کے صدقے سے بعض کو تھوڑا حصہ اس محبوب کی محبوبیت سے حاصل ہوا ہے اور جن کو اس محبوبیت سے کچھ حصہ ملا ہے۔ مخلوق کا جھکاؤ ان کی طرف ہوگیا ہے اور وہ محبوب ازلی بھی جناب سرورِ کائنات حبیب خالق کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اگر کسی کو ان بارہ مجلسوں میں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو وہ خوب غور کرے۔

اور سوچے کہ ان سب کاموں کی اصل کہاں سے ہے تو بے شک اس کو یقین آجائے گا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہے کمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انواروں میں سے جیسے جڑ کی تازگی سے شاخ اور پتا پتا سرسبز رہتا ہے۔
اور جیسے دریا سے نہریں نکل کر چاروں طرف جاری ہوتی ہیں اسی طرح حقیقت میں سینۂ بے کینہ جناب سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبع اور مخزن ہے تمام کمالات ظاہری اور باطنی کا نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض فوارے کی مانند چشموں کی طرح جاری ہے اور کائنات کے ہر فرد کو سیراب کر رہا ہے۔
(تفسیر عزیزی وحقانی ملخصاً)

؎ تو اصل وجود آمدی از نخست
دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

ترجمہ | آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب سے پہلے سب کی اصل ہیں۔ دوسری جو شے بھی پیدا ہوئی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرع ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
۱۸-
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

حل لغات | میل: (بفتح المیم) ہندی، رنگ، کیچڑ، چرک، گندگی۔
رنج، ستھرا: (ہندی) صاف پاکیزہ پتلا: (ہندی)

بضم الباء (عجمی) مورت۔ بے جان قالب، پیکر۔ یہاں جسم اقدس کی ظاہری ساخت اقدس مراد ہے۔ کورا، (ہندی) نیا۔ کرتا، قمیص۔

شرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا جسم پاک میلا ہونے سے کس قدر منزہ صاف و ستھرا ہے کہ جس کپڑے کو آپ استعمال فرماتے ہیں وہ نیا ہی رہتا ہے میلا یا پُرانا نہیں ہوتا۔

فائدہ یہ مصرع جب میرے سامنے آیا تو میں نے غور کیا کہ یہ لفظ تو ہمارے بچے بھی نہیں جانتے کہ کورا کرتا کسے کہتے ہیں۔ لیکن قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ کورا کرتا ہمیں لباس تقوٰی کی طرف لے جاتا ہے جو قرآن کی ایک مستقل اصطلاح ہے یعنی جو لباس تقوٰی کا ہے وہی سب سے اچھا لباس ہے۔

لباس التقوٰی یہ آیت ولباس التقوٰی ذٰلک خیر تقوٰی کا لباس وہی سب سے بھلا۔

اس کی تفسیر میں صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ قتادہ وسدی تقوٰی سے عمل صالح مراد ہے اس لیے کہ عمل صالح ہی بندے کو عذاب سے بچاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تقوٰی کا لباس اس ظاہری لباس سے بہتر ہے اس لیے کہ فاسق کتنا ہی اچھا لباس پہنے تو صرف ظاہری ستر ڈھانپنے کا ہے ؎

انی کانی اری من الاحیاء لہ

ولا امانۃ وسیط القوم عریانا

میں حیا و امانت کے عاری کو قوم کے اندر ننگا دیکھتا ہوں۔

حضرت حافظ شیرازی قدس سرہ نے فرمایا۔ ؎

؎

قلندراں حقیقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلس آنکس کہ از ہنر عاریست

فائدہ | تفسیر فارسی میں ہے "وہ لباس جو تقویٰ کے طور یعنی متواضعانہ منکسرانہ لباس ہے۔ جیسے وہ لباس جو رات کے وقت اللہ والے پہن کر یادِ خدا میں گزارتے ہیں۔" وہ زرق برق اور نرم و نازک متکبرانہ طور پہنتے ہیں۔

حدیث شریف | جس کا نرم و نازک لباس ہو تو اس کا دین بھی ضعیف ہے۔

فائدہ | مروی ہے کہ اون کا لباس سب سے پہلے حضرت آدم و حوا علیہما السلام نے پہنا جب کہ بہشت سے نکالے گئے۔

فائدہ: حضرت عیسےٰ علیہ السّلام اُن کا لباس پہنتے اور درخت کے پتے کھاتے تھے۔ جہاں شام ہوتی وہیں قیام پذیر ہو جاتے۔

فائدہ: اُون اور بالوں کے کپڑے پہننا تواضع کی علامت نہیں البتہ مسکینوں درویشوں سے مشابہت ضرور ہے۔

لطافت حبیب صلی اللہ علیہ وسلم | حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لطافت معنوی و صوری ہر طرح جامع ہے صوری کا حال تو یہ ہے۔

نورانی بدن | حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسم مبارک صاف و شفاف اور بشری کثافتوں سے پاک ایسا کہ دیکھنے والا آپ کے جسم کے اندر سے سورج کو دیکھ لیتا۔ درمیان میں جسم مبارک مانع نہ تھا۔

بے سایہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی ہونے کی وجہ سے آپ کا سایہ نہ زمین پر پڑا اور نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں نظر آیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ؎

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا نہ سایہ نور کا

حضرت ذکوان (تابعی) سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ دھوپ اور چاندنی میں نظر نہ آتا تھا (نوادر الاصول حکیم ترمذی)

جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر غالب آتی۔
(ابن مبارک ابن جوزی بروایت ابن عباس)

خون مبارک

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون مبارک پاک ہے۔

جملہ فضلات شفاء

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خون مبارک اور پیشاب شریف شفاء تمام امراض تھے۔

جملہ فضلات مبارکہ آتش جہنم سے نجات دلانے والے

جن صحابہ وصحابیات کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک اور خون پاک پینے کا شرف ملا انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاء کا مژدہ سنا کر فرمایا کہ تم پر آتش جہنم بھی حرام ہے نہ صرف ذات پاک نظیف بلکہ جو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے لگ گیا وہ بھی نظیف بن گیا۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دستر خوان تھا جس سے سرکار

ابرقرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ مبارک اور چہرہ مبارک صاف کر لیا تھا وہ جب میلا ہو جاتا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ اس کو جلتے تنور میں ڈال کر صاف کر لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے میرے محبوب نے اس کو چھوا ہے اسے آگ نہیں جلا سکتی۔

۱۹- تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا تیرے سجدے سے سیما نور کا

حل لغات ماتھا۔ پیشانی ۔ سیما، چاندی جیسی

شرح اے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نور آپ کے روبرو زمین پر سجدہ کے لیے پیشانی جھکاتا ہے۔
آپ کو سجدہ کرنے کی وجہ سے نور نے چاندی جیسی نورانیت پائی۔

۲۰- تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

شرح اے حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نورِ خدا کے سایہ ہیں آپ کے جسم کا ہر حصّہ ایک نورانی ہے۔ آپ نوری سایہ ہیں اور سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

اس شعر میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نفی سایہ کے متعدد دلائل دیئے ہیں۔

۱۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظلِ الٰہی ہیں یعنی مظہرِ اتم ذات و صفات حق تعالیٰ ہیں تو جب اصل سایہ سے منزہ و مقدس ہے تو اس کا مظہر بھی سایہ سے پاک ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اصل سے اس کے عکس کی مخالفت ممکن نہیں۔

۲۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کا ہر عضو نور ہی نور ہے اس کی تفصیل آگے چل کر عرض کرتا ہوں۔

۳۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظل الٰہی ہیں اور تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ سایہ کا سایہ نہیں ہوتا۔

۴۔ اس پر بھی تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

حضور کا سایہ نہ تھا اس اختلافی مسئلہ پر بے شمار رسائل تصنیف ہو چکے ہیں فقیر بھی اس شرح حدائق میں متعدد مقامات پر تفصیل سے لکھ چکا ہے لیکن موضوع کی مناسبت سے یہاں بھی چند معروضات عرض کرتا ہوں۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ۔

"اللہ تعالٰے نے آپ کا سایہ اس لیے نہیں رکھا کہ کوئی دشمن آپ کے سایہ کی بھی توہین نہ کر سکے آپ کے سایہ پر بہ نیت توہین پاؤں نہ رکھے"۔

درسِ ادب گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ نہ ہونے میں درسِ ادب ہے اس کے متعلق محدثین کرام نے کئی وجوہ لکھے ہیں ایک ان میں یہ بھی ہے کہ سایہ "شے کی نظیر اور مثل پر دلالت کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثل۔

ع نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

پھر سایہ کو نظیر و مثل مان لیتے پر جب رسول اللہ کا سایہ زمین پر پڑتا تو لوگوں کے پاؤں سے روندا جاتا تو بھی بے ادبی تھی۔ اللہ تعالےٰ کو گوارہ نہ تو محبوب کا سایہ ہی نہ بنایا۔[1]

۱۔ حضرت امام احمد ابن محمد خطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں روایت کیا اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابنِ سبع کا حضور کے نور ہونے سے استدلال اور حدیث اجعلنی نورًا سے استشہاد ذکر کیا۔

حدیث:۔ قال لم یکن له صلی اللہ علیہ وسلم ظل فی الشمس و لا قمر رواہ الترمذی من ذکوان وقال ابن سبع کان صلے اللہ علیہ وسلم نورًا فکانَ اذا مشیٰ فی الشمس او القمر لا یظھر له ظل قال

---

[1] حضور علیہ السلام کی نظیر کے امتناع کے لیے حضرت امام فضل حق خیر آبادی کی کتاب "امتناع النظیر" اور فقیر کا رسالہ "الاکسیر فی امتناع النظیر" کا مطالعہ فرمائیے۔ اویسی غفرلہٗ۔

غیرہ ویشھد لہ قولہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورًا۔

اسی طرح سیرت شامی میں ہے۔

وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلاً یطاء علیہ کانوا فیکون مذلۃ لہٗ۔

یعنی امام ترمذی نے فرمایا کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایۂ اقدس پر پاؤں نہ رکھے۔

حکایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تشریف لیے جاتے تھے کہ ایک یہودی حضرت کے گرد اپنے پاؤں سے عجب حرکات کرتا جاتا ہے اس سے دریافت فرمایا۔ بولا۔ بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پا سکتے۔ جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اسے پاؤں سے روندتا جاتا ہوں۔ ایسی خباثتوں کی شرارتوں سے حضرت حق عزّ وجلالہٗ نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ گوارہ نہ فرمایا۔

انگریز کی حکایت ایک انگریز نے اپنے کسی بزرگ کا فوٹو دیکھا کہ عوام کے پاؤں تلے روندا جارہا ہے فوراً پڑھا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

اور کہا یہ ان کی تعلیم کی برکت ہے کہ ان کی تصویر نہیں تو ان کی توقیر محفوظ ہے۔

حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ۔

ولم یکن له صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم ظلّ
فی شمس ولا قمر لانہ کان نورًا کما قال
ابن سبع وقال رزین بغلبۃ انوارہ قیل حکمۃ ذالک
صیانۃ عن ان یطا کافر علے ظلہ (رواہ الترمذی
الحکیم عن ذکوان) ابی السمان الزیات المدنی او ابی عمرو
المدنی مولےٰ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وکل منہما
ثقۃ من التابعین فہو مرسل لکن روی ابن المبارک
وابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم
یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظلّ ولم یقم
مع الشمس قطّ الاغلب ضوءہ ضوء الشمس ولم
یقم مع سراج قطّ الا غلب ضوءہ ضوء السراج وقال
ابن سبع کان صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نورًا فکان اذا
مشی فی الشمس اوالقمر لا یظہر لہ ظل لانّ النور لا
ظلّ لہٗ (وقال غیرہ ویشہد لہٗ قولہ صلے اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فی دعائہ کما سئل اللہ تعالےٰ ان یجعل فی
جمیع نورا ختم بقولہ (واجعلنی نورا) والنور لا ظلّ
لہ وبہ یتمّ الاستشہاد۔

ان کے وہم کا ازالہ صدیوں پہلے فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا راوی
ذکوان تابعی ہے اور ذکوان دو ہیں اور دونوں روایت میں ثقہ ہیں۔ اصول
حدیث کا قاعدہ ہے کہ تابعی ثقہ کی ہر روایت قابلِ قبول ہے. دوسرا قاعدہ
یہ ہے کہ اس حدیث نفی سایہ حدیث نور سے مؤید ہے اور یہ بھی اصول حدیث

کا قاعدہ ہے کہ کوئی ضعیف روایت صحیح روایت سے مؤید ہو جائے تو وہ بھی معنیً صحیح ہو جاتی ہے۔

حضرت عثمان کا عقیدہ

حضرت امام نسفی مدارک شریف میں زیر قولہ تعالیٰ لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسھم خیرا فرماتے ہیں کہ قال عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذٰلک الظل امیرالمؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا بیشک اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

نفی سایہ کی دوسری دلیل

حضرت ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لم یساوہ فی ذٰلک وقد حال ھنا منک دو لنھم وسا وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے۔ حضور کی چمک اور رفعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی" کی شرح میں فرمایا کہ

ھو مقتبس من تسمیۃ تعالےٰ لنبیہٖ نورا فی نحو قد جاءکم من اللہ نورٌ وکتاب مبین وکان صلے اللہُ تعالیٰ علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللہ یجعل کلاّ من حواسہٖ واعضائہ وبدنہ نورا اظہارا لوقوع ذٰلک وتفضل اللہ تعالےٰ علیہ بہٖ لذٰلک ومما یؤید انہ

صلی اللہ علیہ وسلم صار نورًا کان اذا مشی فی الشمس والقمر لا یظھر لہ ظل لانہ لا یظھر الا للکثیف۔ و ھو اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد خلصہ اللہ تعالٰی من سائر الکثافات الجسمانیۃ وصیرہ نورًا صرفًا لا یظھر لہ

یعنی یہ معنی اس لیے لے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی میرے تمام حواس واعضا وسارے بدن کو نور کر دے اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا کہ اس کا حصول مانگتے تھے۔ بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لیے تھی کہ واقع میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کر دیا۔ جیسا ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورہ بقرہ شریف کے آخر کی دعا عرض کریں۔ وہ بھی اسی اظہار وقوع وحصول فضل الٰہی کے لیے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محض نور ہو جانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ پیدا نہ ہوتا۔ اس لیے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نرا نور کر دیا۔ لہٰذا حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا۔ علامہ سلیمان جمل فتوحات احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں۔

لم یکن لہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یظھر فی شمس	نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا

ولا قمر۔ اور نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فہیمہ کی اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰے واہل بیتہ الطاہر

ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لیے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں بر فرش یعنی زبدہ شرح شفا شریف میں ہے

من اسمائہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم النور قیل من خصائصہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم انہ اذا مشی فی الشمس والقمر لایظہر لہ	حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی نور ہے حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا ہے کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ پیدا نہ ہوتا۔

جناب شیخ مجدد جلد سوئم مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں اور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سایۂ نبود۔ درعالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تراست چوں لطیف ترے از وے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم درعالم نباشد اورا سایہ چہ صورت دارد۔ نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں واجب لا تعالےٰ چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید مثل است و بنی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را از لطافت ظل نہ بود۔ خدائے محمد را چگونہ ظل باشد۔

سایہ اس کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علمائے حدیث واجعلنی نوراً سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اسے اپنے کلمات میں بنظر احتجاج یاد کیا۔ ہمارے مدعا پر دلالت واضح یہ ہے کہ دلیل شکل اوّل بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب۔ صغرٰے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نور ہیں اور کبرٰے یہ کہ نور کے لیے سایہ نہیں جو شخص ان مقدموں کو تسلیم کرے گا تو نتیجہ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ نہ تھا آپ ہی پائے گا اور دونوں مقدموں سے کوئی بھی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان

ذی عقل کو کوئی گنجائش گفتگو ہو کہ اُسے تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدۂ بصر و شہادت بصیرت سے ثابت، کہ سایہ تو اس جسم کا پڑے گا، جو کثیف ہو۔ اور انوار کو اپنے ماورا سے نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے مثلاً دیکھو۔ آفتاب کے لیے سایہ نہیں۔ اور صغریٰ میں یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ہونا تو مسلمان کا تو ایمان ہے بیان حجت نہیں، مگر بحکمت معاندین کے لیے اس قدر اشارہ ضروری ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا النبیّ انا ارسلنٰک	اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور
شاھدًا و مبشرًا ونذیرًا	خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے
داعیًا الی اللّٰہ باذنہٖ و	والا اور خدا کی طرف بلانے والا
سراجًا منیرًا۔	اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر۔ سب صورتوں میں ممکن ہیں۔ اور خود قرآن عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا۔

وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجًا

اور فرماتا ہے۔

قد جاءکم من اللّٰہ نورٌ وکتابٌ مبین۔

تحقیق آیا تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔ علماء فرماتے ہیں۔ یہاں نور سے مراد محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ اسی طرح آیہ کریمہ والنجم اذا ھوی میں امام جعفر صادق اور کریمہ وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب میں بعض مفسرین نجم اور نجم ثاقب سے ذات پاک سید لولاک مراد لیتے ہیں۔ وصلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما حضور سرور عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سے ایک دعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجعل فی قلبی نورا	کہ اے اللہ میرے دل اور میری
و فی بصری نورا و فی سمعی	جان اور میری آنکھ اور میرے
نورًا و فی عصبی نورا و فی	کان اور میرے گوشت پوست
لحمی نورًا و فی دمی نورًا	وخون واستخوان اور میرے زیر وبالا
و فی شعری نورًا و فی بشری	وپس وپیش وچپ وراست اور
نورًا وعن یمینی نورًا وعن	ہر عضو میں نور اور مجھے خود
شمالی نورًا و امامی نورًا	دے جب وہ یہ دعا فرماتے ہیں
وخلفی نورًا و فوقی نورًا	ان کے ملنے والے تو انہیں ضیائے
و تحتی نورًا واجعلنی نورًا۔	تابندہ اور درخشندہ و نور الٰہی کہا۔

پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا۔

حدیث ابن عباس میں ہے کہ ان کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔ اب خدا جانے غالب آنے سے یہ مراد ہے کہ ان کی روشنیاں حضور کے سامنے پھیکی پڑ جاتیں جیسے چراغ پیش مہتاب یا یکسر ناپید و کالعدم ہو جاتیں۔ جیسے ستارے حضور آفتاب ابن عباس کی حدیث میں ہے۔ اذا تکلم رُأی کالنور یخرج من بین ثنایاہ۔ جب حضور کلام فرماتے تو دندانِ مبارک سے نور چھنتا نظر آتا۔ ہند وضاف کی حدیث میں وارد ہے۔ یتلألأ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر اقنی العرنین لہ نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأملہ اشم انور المتجرد۔ یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا بلند بینی تھا اور اس پر نور کا بقعہ متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو۔ کپڑوں سے باہر جو بدن تھا۔ یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ نہایت روشن و

تابندہ تھا۔ صلے اللہ تعالے علے کل عضو من جسمہ الانوار الاعطر وبارک وسلم۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ فرماتے ہیں۔

کان الشمس تجری فی وجہہ۔	گویا آفتاب ان کے چہرہ میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں۔

اذا ضحک یتلألأ فی الجُدر۔	جب حضور تبسم فرماتے۔ تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں۔

لو رأیتہ لقلت الشمس طالعۃ۔	اگر تو انہیں دیکھتا تو ضرور کہتا کہ آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں۔

رأینا کان النور یخرج من فمہ۔	ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہان پاک سے۔

احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد۔ جب حضور پیدا ہوئے ان کی روشنی سے بصرہ اور روم وشام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایات میں ہے۔

اضاء بہ مابین المشرق والمغرب	مشرق سے مغرب تک منور ہو گیا

بعض میں ہے۔

امتلأت الدنیا کلھا نورًا	تمام دنیا نور سے بھر گئی۔

حضرت آمنہ حضور کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔

رأیت نورًا ساطعًا من رأسہ	میں نے ان کے سر سے ایک نور

قد بلغ السماء۔ بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت کی۔ کہ میں کپڑا سیتی تھی۔ سوئی گر پڑی تلاش کی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضور کے نورِ رخِ مبارک کی شعاع سے سوئی ظاہر ہوگئی۔ (یعنی مل گئی)

علامہ فاسی مطالع المسرات علامہ ابن سبع سے نقل کرتے ہیں۔

کان النبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم یضئ البیت المظلم من نورہٖ — نبی کریم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے نور مبارک سے خانۂ تاریک روشن ہوجاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا۔ یا انوار کے لیے سایہ مانے گا۔ یا مختصر طور پر یہ کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے۔ نہ جسم لطیف کا۔ اب مخالف سے پوچھنا چاہیئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہٖ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا۔ عیاذاً باللہ کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے۔ تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے۔ بالجملہ جب کہ حدیثیں اور اتنے اکابر آئمہ کی تصریحات موجود۔ کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے۔ کس خوشی سے معرض استدلال میں لائے۔ جاہلانہ انکار مکابرہ کج بحثی ہے۔ زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں خواہ دن کو رات کہہ دے۔ اور شمس کو ظلمات۔ آخر مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے۔ اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں۔ مخالف کے پاس بھی کوئی حدیث ہو۔ تو پیش کرے۔

اگرچہ مضمون طویل ہوتا جارہا ہے لیکن عشاق کے لیے موجب مسرت اور مخالفین کے لیے موجب مذلت ہے اسی لیے کوئی حرج نہیں۔ فقیر آخر میں سایۂ رسول صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم کی نفی ماننے والوں کی ایک طویل فہرست پیش کرتا ہے۔ تاکہ قارئین یقین کریں کہ ایسے حضرات گمراہ نہیں ہوسکتے بلکہ اس طرف ہے۔ جس طرف یہ حضرات ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ (صحابی)

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (صحابی)

۳۔ ذکوان رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۱۰۱ھ (تابعی ثقہ)

۴۔ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۱۸۱ھ تابعی ثقہ

۵۔ محدث حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۲۵۵ھ تبع تابعی مستند

۶۔ حافظ رزین محدث رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۵۲۰ھ

۷۔ محدث امام ابن سبع متوفی سنہ ھ

۸۔ امام المحدثین قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۴۴ھ

۹۔ محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۵۸۷ھ

۱۰۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۴۵۰ھ

۱۱۔ امام البرکات نسفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۷۰۱ھ

۱۲۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ شارح بخاری متوفی سنہ ۹۲۱ھ

۱۳۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۷۴۶ / ۷۵۶ھ۔

۱۴۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۷۵۸ھ

۱۵۔ علامہ حسین بن دیار بکری رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۶۔ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ ۱۱۲۲ھ۔

۱۷۔ امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۹۱ھ
۱۸۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ۹۱۱ھ
۱۹۔ صاحب سیرۃ شامی
۲۰۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۶۹ھ
۲۱۔ علامہ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۷۶ھ المواھب علی الشمائل للبیجوری۔
۲۲۔ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ
۲۳۔ علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۱۹۶ھ
۲۴۔ عارف باللہ السید عبد الرحمٰن العیدروس متوفی ۱۱۹۲ھ
۲۵۔ محمد بن احمد مبتولی مصری شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۶۔ الامام المقری شریف الدین اسمٰعیل بن المقری الیمنی الشافی متوفی ۸۳۹ھ
۲۷۔ العلامۃ ابن اقبرص رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۸۔ قاضی القضاۃ محمد بن ابراہیم القاتی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ۔
۲۹۔ شیخ علی بن درہ رضی اللہ عنہ متوفی ۱۰۰۷ھ۔
۳۰۔ امام نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۱۔ علامہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۷۳ھ
۳۲۔ علامہ برہان الدین حلبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۴۴ھ
۳۳۔ علامہ عارف جلال الدین رومی یعنی مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۶۷۲ھ۔
۳۴۔ علامہ شیخ محمد طاہر صاحب مجمع بحار الانوار متوفی ۹۸۶ھ
۳۵۔ شیخ المحدثین حضرت شاہ عبد الحق محقق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵۲ھ
۳۶۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۲۸ھ
۳۷۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۰۵ھ۔

۳۸۔ امام ربانی شیخ احمد صاحب سرھندی رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۹۔ علامہ بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ
۴۰۔ عارف مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ حنفی متوفی ۸۹۸ھ۔
۴۱۔ علامہ امام عارف اسمٰعیل حقی حنفی صاحب تفسیر روح البیان متوفی ۱۱۳۷ھ
۴۲ علامہ ربانی علامہ یوسف نبھانی قاضی القضاۃ بیروت متوفی ۱۳۵۰ھ
۴۳۔ مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی صاحب علم الصیغہ۔
۴۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۳۹ھ
۴۵۔ عارف باللہ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۹۲ھ۔
۴۶۔ عارف شیخ احمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر متوفی ۱۲۴۱ھ
۴۷۔ مولانا نور بخش صاحب توکلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۶۷ھ
۴۸۔ امام ربانی امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۷۳ھ
۴۹۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۲۵ھ
۵۰۔ اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۳۴۰ھ۔
۵۱۔ مولانا غلام قادر بھیروی رحمۃ اللہ علیہ ''اسلام کی کتاب''
۵۲ مولوی عوض علی محشی تحفۃ الاحرار رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۳ حضرت مولانا محمد یار مرحوم فریدی رحمۃ اللہ علیہ
۵۴۔ خواجہ گل محمد صاحب احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ۔
۵۵۔ مولوی عبدالحی لکھنوی۔
۵۶۔ مولوی محمد گھلوی صاحب مرحوم۔

مخالفین اہلسنّت کے اکابر

۱۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔
۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔
۳۔ مولوی نذیر احمد عرشی
۴ مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند
۵۔ مولوی مہدی حسن مفتی دیوبند
۶۔ مولوی جمیل الرحمٰن نائب مفتی دیوبند۔

ملاحظہ ہو ماہنامہ تجلی دیوبندی فروری مارچ ۱۹۵۹ء صا۔
ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اگست ۵۸ء ص۱۵)

۲۱۔
کیا بنا نام خدا اسرا کا دولہا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا

حل لغات

اسراء، رات کو سیر کرانا یہاں شب اسراء کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کو شب معراج دولہا بنایا گیا۔ سہرا، پھولوں کی لڑیاں جو شادی وغیرہ میں دولہا وغیرہ کے سر پہ باندھتے ہیں۔ تاکہ کسی کی نظر بد نہ لگے۔ بر، بغل، شہانہ، شاہی۔

شرح | اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے شبِ معراج نورانی دولہا کیا خوب سجا، بنا، سنورا ہے کہ سرِ مبارک پر نورانی سہرا جسمِ منوّر پر نورانی شاہانہ لباس زیب تن فرمایا ہے۔

۲۲۔ بزمِ وحدت میں مزا ہوگا دوبالا نور کا
ملنے شمعِ طور سے جاتا ہے اکّہ نور کا

حل لغات | بزم: مجلس محفل، وحدت: یکتائی۔ ایک ہونا اس سے شبِ معراج لامکان میں تشریف لے جاکر مقامِ دنیٰ فتدلّٰی سے سرفرازی مراد ہے۔ مزا: لذت، دوبالا: دوگنا، اکّہ: چراغ۔

شرح | بزمِ وحدت کی نورانی محفل میں لطف اس وقت دوچند ہوا ہوگا جب نورِ مصطفوی نورِ الٰہی سے ملاقی ہوا ہوگا۔ اس ملاقات کا عالم کیا ہوگا وہ پُر لطف نورانی منظر کیسا ہوگا۔

ملاقاتِ محبوب و محب (جل جلالہ) (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) | اس ملاقات کو حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے مختلف انداز میں حدائقِ بخشش میں بیان فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا۔

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوہ ظاہر گیا

ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

اٹھے جو تفر ادنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے تھے۔

سراغ این و متیٰ کہاں تھا نشان کیف و الیٰ کہاں تھا۔
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔

اس آیت کی تشریح اور دنیٰ فتدلیٰ کی تحقیق فقیر نے شرح حدائق کے مجلدات میں مختلف مقامات پر لکھی ہے۔ بالخصوص شرح قصیدہ معراجیہ شرح حدائق جلد ۱۰ مکمل تفصیل پڑھیئے۔

ایک ملاقات کا ایک منظر

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔

فوضع کفہ بین کتفی وجدت بردھا بین ثدییّ فعلمت ما فی السّمٰوٰت والارض (رواہ الدارمی (مشکوٰۃ)	اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت والی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ تو جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں نے جان لیا۔

سوال:۔ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

جواب:۔ یہ بعض کا مذہب ہے ورنہ محدثین اور حنفیہ کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

واخرجه عبدالرزاق و احمد وعبدبن حميد والترمذی وحسنه ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ۔ (درمنثور ج۵ ص۳۱۹)	اسی حدیث کی تخریج عبدالرزاق و احمد و عبد بن حمید و ترمذی نے کی ہے اور اسے حسن کہا اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ میں روایت کیا۔

اور عن ابن عباس ومعاذ ابن جبل سے مشکوٰۃ ج ا ص۷۲ باب المساجد میں مروی ہے کہ کل شیئ حضور کے لیے روشن ہے اور ہر چیز کو حضور علیہ السلام پہچانتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

ووضع کفه بین کتفی حتی وجدت برد انامله بین ثدیی فتجلی لی کل شیئ و عرفت الحدیث رواہ احمد والترمذی	اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت والی ہتھیلی میرے دو کندھوں کے درمیان رکھی یہاں تک کہ میں نے اس کے قریب قدرت کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں پائی تو میرے لیے ہر چیز روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

امام ترمذی اور امام بخاری نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔
مشکوٰۃ ص۷۲ باب المساجد۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر شے کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

فوضع یدہ بین ثدیی و بین کتفی فوجدت بردھا فعلمنی کل شیئ الحدیث۔ اخرجہ الطبرانی فی السنۃ والشیرازی فی الالقاب وابن مردویہ۔	یعنی اللہ تعالیٰ نے قدرت والا ہاتھ میرے سینہ اور میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک سینہ میں پائی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کا علم دے دیا۔

(درمنثور ج ۵ ص۳۲۰)

زمین و آسمان کی ہر چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے روشن ہو چکی

یہی مضمون حضرت ثوبان سے مرفوعاً مروی ہے جس میں یہ لفظ ہیں۔

فتجلی لی بین السماء والارض۔	جو کچھ آسمان و زمین میں ہے میرے لیے روشن ہو گیا۔

(اخرجہ ابن نصر والطبرانی فی السنۃ۔ درمنثور ج ۵ ص۳۲۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما کان اور ما یکون کا علم ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لیلۃ المعراج	شب معراج میرے حلق میں
قطرت فی حلقی	ایک قطرہ ڈالا گیا تو میں نے
قطرۃ علمت	جان لیا جو کچھ ہو چکا اور جو
ما کان وما یکون	ہو رہا ہے۔ اور جو ہو گا۔

تفسیر روح البیان ج ص زیر آیت

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

علمت ما کان وما یکون

(تفسیر روح البیان ج ۵ ص $\frac{۶۲۵}{۶۲۶}$)

وصفِ رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
(۲۳)
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

حل لغات
وصف خوبی تعریف، رُخ چہرہ، حوریں وہ حسین وجمیل عورتیں جو جنت میں اہل جنت کی بیویاں ہوں گی، ترانہ : گیت نغمہ، بینوں : بین کی جمع ایک قسم کا باجہ جو منہ سے بجایا جاتا ہے
لہرا : طبیعت میں جوش پیدا کرنے والا سُر، سر گیوں کی ملی جلی آواز۔

شرح
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی حوران جناں خوبیوں کا گیت گاتی ہیں اور قدرتی بینوں (آوازِ الست) میں نغمہ سریلے دل کش عجیب انداز سے بجتا رہا۔
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ زیبا کے متعلق شرح حدائق بخشش کے مجلدات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

یہ کتاب کُن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
۲۴
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنیٰ نور کا

حل لغت کُن = وہ حکم خداوندی کہ جب کسی شے کی ایجاد کے لیے فرمایا ہو جا تو وہ فوراً ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِذَا اَرَادَ شَیْئًا فَیَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْن

اسکی بہترین تحقیق فقیر کے رسالہ "کن کی کنجی" کا مطالعہ فرمائیے۔

طرفہ: نادر۔ نیا، انوکھا، عمدہ، آیۃ۔ آیت غیر قائل۔ تسلیم نہ کرنے والا۔ مخالف۔

شرح کلام ربانی میں آیت نور عجیب انداز سے نازل ہوئی کہ غیر قائل (آپ کو نوری نہ ماننے والے) نور کے معنی ہی نہ سمجھ پایا حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے کا منکر ہو گیا۔

حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ لقد جاءکم من اللہ نورٌ و کتاب مبین (ترجمہ) تحقیق اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا اور ظاہر کتاب!

کسی کتاب کو پڑھنے کیلئے آنکھ کی روشنی اور ایک دوسری روشنی سورج چراغ وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے مگر قرآن کو سمجھنے کے لیے نور مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت ہے حضور کے سمجھائے بغیر قرآن نہیں سمجھا جا سکتا خَیطِ ابیَض وَ اَسْوَد، والا واقعہ اس کا شاہد ہے صحابہ کو سمجھنے میں دشواری ہوئی جو عقل کا اندھا کہتا ہے جسم نور نہیں ہو سکتا ہم پوچھتے ہیں آنکھ کی پتلی جسم ہے یا نہیں تو جواب ہو گا جسم ہے تو بتائیں اس میں نور کہاں سے آ گیا یہ اس قادر مطلق کی قدرت ہے کہ اس نے پتلی کو نور بنا دیا جو پتلی کو نور

بنا سکتا ہے وہ پورے جسم کو بھی نور بنا سکتا ہے آنکھ نمک اور پانی کا مرکب ہے حالانکہ نمک پانی میں قائم نہیں رہتا مگر وہ قادر مطلق جس کو جہاں چاہے قائم کر دے یا جسم کو نور کر دے۔

اگر کوئی اسکی قدرت کا منکر ہے تو کافر ہے اگر اقرار کرتا ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسم مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل نور بنایا اسی لیے آپ کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا اور آپ فرماتے ہیں جیسے میں آگے سے دیکھتا ہوں ویسے ہی پیچھے سے دیکھتا ہوں اپنے رکوع سجدہ اچھی طرح ادا کیا کرو۔

ع آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدہ کور کو آئے نظر کیا دیکھے۔

آیۃ نور اس سے مذکورہ بالا آیۃ مراد ہے اس آیۃ کے متعلق بہت کچھ بیان کیا جا چکا ہے مختصراً یہاں بھی عرض کر دوں۔

یاد رہے کہ اس آیت نور میں سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اس پر اہلسنت اور مخالفین کے اکابر کا اتفاق ہے تصریحات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بیشک نور سے مراد محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں (تفسیر کبیر ص ۳۹۵ ج ۲ مطبوعہ مصر)

تفسیر خازن امام علاؤالدین علی بن محمد الخازن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلّٰی	بیشک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالیٰ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا يُهْتَدٰى بِالنُّوْرِ فِى الظَّلَامِ۔
(تفسیر خازن ص۲۱۲ ج۱ مطبوعہ مصر)

علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم مبارک نور اس لیے رکھا کیونکہ جس طرح نور سے اندھیروں میں ہدایت پائی جاتی ہے اسی طرح آپ کی ذات بابرکات کی نورانیت سے راہ ہدایت ملتی ہے

تفسیر بیضاوی

امام عبدالرحمٰن بیضاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نور سے مراد سرکار دو عالم محمد رسول صلے اللہ علیہ وسلم ہیں
(تفسیر بیضاوی ص۲۰۴ ج۱)

تفسیر معالم التنزیل

ہیں امام ابو محمد الحسین الفراء البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(تفسیر معالم التنزیل ص۲۲ ج۲ برحاشیہ تفسیر خازن)

تفسیر ابن عباس

سید المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ

نُوْرٌ رَسُوْلٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا — تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

(تفسیر ابن عباس ص۹۰ مطبوعہ مصر)

تفسیر مدارک

امام ابو البرکات عبداللہ بن احمد النسفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ وَالسَّلَامُ لِاَنَّهٗ يُهْتَدٰى بِهٖ كَمَا سُمِّيَ سِرَاجًا

(تفسیر مدارک ص۲۰ ج۱)

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور نور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ان کی نورانیت کی وجہ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اسم شریف سراجاً رکھا ہے

تفسیر سراج المنیر

امام محمد شربینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور وہ نور محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

(تفسیر سراج المنیر ص۳۶ مطبوعہ نولکشور)

تفسیر ابو السعود

ہیں امام ابو السعود علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ قِيْلَ

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور

اَلْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَ الرَّسُوْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَبِالثَّانِي الْقُرْاٰنُ (تفسیر ابو السعود ص٣٦

روشن کتاب مفسرین کرام علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ اوّل نور سے مراد رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔

ج ۴ بر حاشیہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر)

تفسیر شیخ اکبر رضی اللہ عنہ

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ لِيَكُوْنَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ جِنْسِيَّةٌ نَفْسَانِيَّةٌ بِهَا تَقَعُ الْاُلْفَةُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ فَتُخَالِطُوْنَهٗ بِتِلْكَ الْجِنْسِيَّةِ وَتَخْتَلِطُوْنَ بِهٖ فَتَتَأَتّٰى مِنْهُ نُوْرَانِيَّتُهَا الْمُسْتَفَادَةُ مِنْ نُوْرِ قَلْبِهٖ اَنْفُسُكُمْ فَتَتَنَوَّرُ بِهَا وَتَنْسَلِخُ عَنْهَا ظُلْمَةُ الْجِبِلَّةِ وَالْعَادَةِ۔

یعنی اے مومنوں تمہارے پاس بہت عظیم المرتبہ رسول تشریف لاچکے ہیں جو تم ہی سے ہیں تاکہ تمہارے اور آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان انسانی رشتہ (نفسانی جنسیہ) ہو جس سے تمہارے اور آپ کے درمیان انس والفت بڑھے گی جبھی تو تم آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل سکو گے اور تم آپ کے توسط باہم گھل مل کر رہیں گے قلب انور سے باطنی مستفاد ہے تمہاری جانیں متاثر ہوں گی اس سے ان میں صفا و جلا پیدا ہوں اور منور ہوں گی اور ان سے جبلی، فطری اور عادی تاریکی ہمیشہ کے لیے دور رہے گی۔

تفسیر جلالین

ہیں علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ هُوَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی نور نبی پاک احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم

(تفسیر جلالین صہ ۹)

تفسیر ابن جریر

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یَعْنِیْ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْهَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ فَهُوَ نُوْرٌ لِّمَنِ اسْتَنَارَ بِہِ یُبَیِّنُ الْحَقَّ۔

تفسیر ابن جریر صہ ۹۲ ج ۶ مطبوعہ مصر

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی نور سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن فرمایا اور جن کی طفیل اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی جلوہ نمائی سے ہی اسلام غالب ہوا آپ کے سدقے سے شرک کو مٹایا گیا تو آپ نور ہیں جن کے ساتھ روشنی ہوئی اور حق ظاہر ہوا۔

تفسیر روح المعانی

ہیں امام محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ

بیشک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ

أَيْ عَظِيْمٌ وَهُوَ نُوْرُ الْأَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (تفسیر روح المعانی ص۹۷ ج۶)

کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے اور وہ نور الانوار نبی مختار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات ہے

تفسیر صاوی

امام احمد الصاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسُمِّيَ نُوْرًا لِأَنَّهُ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَلِأَنَّهُ أَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَمَعْنَوِيٍّ (تفسیر صاوی ص۲۷۵ ج۱)

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف نور اور نور نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں آپ کا اسم شریف نور اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ دلوں کو نور بصیرت بخشتے ہیں اور ان کو ارشاد فرما کر ہدایت دیتے ہیں کیونکہ آپ ہر حسی اور معنوی نور کی اصل اور بنیاد ہیں۔

تفسیر روح البیان

علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْأَوَّلِ هُوَ الرَّسُوْلُ صَلَّى

بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین مفسرین نے کہا ہے کہ اوّل نور سے مراد محمد رسول اللہ

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبِالثَّانِیْ الْقُرْاٰنُ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے

(تفسیر روح البیان صفحہ ۳۶۹ ج ۲)

نیز فرماتے ہیں کہ:۔

سُمِّیَ الرَّسُوْلُ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَیْئٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اس لیے رکھا گیا کیوں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اول ظاہر فرمایا اور وہ نور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

(تفسیر روح البیان صفحہ ۳۷ ج ۲)

تفسیر حسینی

میں علامہ معین الدین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

گفتہ اند نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم است وکتاب مبین قرآن است

مفسرین کرام علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب مبین قرآن پاک ہے

(تفسیر حسینی فارسی صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ نولکشور)

تفسیر مظہری

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوِ الْاِسْلَامَ

(تفسیر مظہری ص۶۷ ج۳ مطبوعہ دہلی)

تفسیر القاسمی

میں محمد جمال الدین القاسمی الشامی قد جاءکم من اللہ نور کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ او النور محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لانہ یہتدی بہ کما سمی سراجا (تفسیر القاسمی المسمی محاسن التاویل ص۱۹۲۱ ج۶ مطبوعہ مصر)

شفا شریف

میں حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

قَدْ سَمَّاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ نُوْرًا وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا فَقَالَ تَعَالٰی قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْنٌ (شفاء شریف ص۱۲ ج۱ مطبوعہ مصر)	بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ کا اسم گرامی نور اور سراجا منیر رکھا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب۔

موضوعات کبیر

میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔

سَمَّاہُ نُوْرًا فِیْ کِتَابِہٖ (موضوعات ص۶۶)	اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب۔ قرآن پاک میں نبی پاک صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کا نام شریف نور رکھا ہے۔

ناظرین! قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کی تفسیر ان کی کتابوں اور تفاسیر سے درج کی گئی ہے۔ جو ہر مکتب فکر کے نزدیک مسلّمہ مفسرین اور اکابرین ہیں اب ان حضرات کی تفسیر پیش کی جاتی ہے جو صرف اور صرف ایک خاص فرقہ یا گروہ کے ہی اکابرین ہیں

دیوبندی وہابی اکابرین کی تفاسیر

تفسیر ثنائی

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ:-

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ — تمہارے پاس اللہ کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔

(تفسیر ثنائی سورۃ المائدہ مطبوعہ امرتسر)

تفسیر محمدی

مفسر الوہابیہ حافظ محمد صاحب لکھوکے والے کہتے ہیں کہ نور سے مراد محمد یا اسلام ہو دین ربانی

(تفسیر محمدی صفحہ ۱۲ منزل دوم)

تبویب القرآن

غیر مقلدین وہابیہ کے مستند امام مولوی وحید الزمان صاحب، قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ آیت کا ترجمہ لکھ کر لفظ نور سے مراد کے متعلق نشاندہی حاشیہ پر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ یعنی حضرت محمد یا دین اسلام۔

(تبویب القرآن صفحہ ۱۴۹)

شرح اسماء الحسنیٰ میں وہابیہ کے مستند اور محقق مولوی قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. اس آیت میں وجود باجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے (شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا (شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ ۱۶۲) وہابیہ کے محقق قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں کہ اسی مبارک نام سورہ مائدہ میں نور بتلایا گیا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ خازن ومعالم میں نور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات بتایا ہے مفسرین نے وضوح امر اور تبیین حق میں نور ہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تعلیم تنویر قلوب کے لیے نور ہے (رحمۃ للعالمین صفحہ ۱۲۱ ج ۳)

ترجمان القرآن جو کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالوی کی اردو میں تفسیر ہے اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ زجاج نے کہا مراد نور سے حضرت ہیں یا اسلام یا قرآن

(تفسیر ترجمان القرآن صفحہ ۱۹۱ ج ۱)

تفسیر فتح البیان وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مجتہد اور مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالوی اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ قَالَ الزَّجَّاجُ النُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ	بے شک آگیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب زجاج نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(تفسیر فتح البیان ص تفسیر فتح القدیر)

تفسیر عثمانی

دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے (تفسیر عثمانی ص۱۴۱ برحاشیہ قرآن پاک مطبوعہ تاج کمپنی)

مولوی اشرف علی تھانوی

جو کہ طائفہ دیوبندیہ کے نہایت ہی مقتدر، فرد، محدث اور مفسر ہیں بلکہ مجدد اور حکیم الامت کے القاب سے پکارے جاتے ہیں۔

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے اور یہ توجیہ اس آیت کی ایک تفسیر کی بناء پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود موجود مراد لیا جاوے

(اشرف المواعظ ص۲)

مولوی اشرف علی تھانوی اپنے رسالہ النور میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ نور سے مراد حضور ہوں اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ اس سے اوپر بھی قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے اس امر کہ دونوں جگہ جاءکم کا فاعل ایک ہو

(رسالہ النور ص۳۱)

تھانوی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہ مظہر لغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے تو مراد نور سے آپ ہیں (النور ص ۳۱)

مولوی ادریس کاندھلوی

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ تفسیر کرتے لکھتے ہیں کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک روشن کتاب آئی ہے اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے (دیکھو روح المعانی ص ۶ ج ۶ تفسیر قرطبی ص ۱۱۸ ج ۶ از تفسیر معارف القرآن ص ۱۳۵ ج ۲)

مولوی مشتاق احمد

اپنی کتاب التوسل جو کہ مولوی کفایت دہلوی، مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا، مولوی شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع دیوبندی کی مصدقہ ہے میں لکھتے ہیں کہ فرمایا اللہ کریم نے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. ترجمہ بے شک آیا تمہارے پاس اللہ پاک کی طرف سے نور اور کتاب بیان اس جگہ سب روایت شفاء قاضی عیاض نور سے مراد حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے اور کہا تفسیر روح المعانی میں قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ قَتَادَةُ وَاخْتَارَهُ الزَّجَّاجُ غرض نور اور سراج منیر کا اطلاق حضور کی ذات پاک پر اسی وجہ سے ہے کہ حضور نور مجسم اور روشن چراغ ہیں نور اور چراغ ہیں ذریعہ رسید صراط مستقیم کے دیکھنے اور خوفناک طریق سے بچنے کا ہوتے ہیں پس حضور سراسر نور یقیناً تمام امت محمدیہ کے لئے

صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے واسطے اللہ کے مقرر کئے ہوئے وسیلہ ہیں اور وسیلہ ہیں کہ حالتِ حیات میں بھی وسیلہ تھے اور بعد وفات بھی قیامت تک وسیلہ ہیں کیونکہ جو نام اللہ کریم نے اپنے کلام قدیم میں آپ کا تجویز فرمایا وہ تمام زبانوں میں حضور کی ذاتِ پاک کے واسطے ثابت ہے بلکہ آپ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے آپ کے جدِ امجد عبد المطلب کو قریش مصیبت کے وقت اسی نور کے سبب حلِ مشکلات کا وسیلہ بنایا کرتے تھے (التوسل صـ ۲۲، ۲۳)

عـــلـــے آپ دیوبند میں ایک عرصہ مدرس رہے

سربستہ راز کا انکشاف

دیوبندی رہا آیت مذکورہ میں نور سے قرآن اور کتاب سے بھی قرآن مراد لیتے ایا اس سے وہ نور کو معتزلی ثابت کر رہے ہیں ورنہ تمام اہلسنت مفسرین عظام علیہم الرحمۃ نے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ میں نور سے مراد سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی ذات بابرکات لی ہے جو کہ مندرجہ بالا حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے اب نور سے نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کو مراد نہ لینا عقیدہ معتزلہ ہے چنانچہ تفسیر روح المعانی میں حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قَالَ اَبُوْ عَلِیِّ الْجُبَائِیُّ عَنٰی	ابو علی جبائی نے کہا ہے کہ نور سے
بِالنُّوْرِ الْقُرْاٰنَ لِکَشْفِهٖ	مراد قرآن پاک ہے کیونکہ قرآن پاک
وَ اِظْهَارِهٖ طُرُقَ الْهُدٰی	کا کشف اور بیان ہدایت کے طریقوں
وَالْیَقِیْنِ وَاقْتَصَرَ عَلٰی	کو ظاہر کرتا ہے اور زمخشری نے
ذٰلِكَ الزَّمَخْشَرِیُّ	بھی یہی تفسیر کی ہے۔

علامہ آلوسی نے یوں زمخشری کا عقیدہ بیان کیا ہے زمخشری صاحب تفسیر کشاف ہیں اور ان کا نام جاراللہ ہے اور زمخشری صاحب تفسیر کے نام سے مشہور ہیں اور وہ معتزلی ہیں اسی لیے زمخشری نے اپنی کنیت بھی ابوالمعتزلہ رکھی تھی جیسا کہ

وَكَانَ صَاحِبُ الْكَشَّافِ يُكَنِّي نَفْسَهُ أَبَا الْمُعْتَزِلَةِ	صاحب الکشاف نے اپنی کنیت ابوالمعتزلہ رکھی تھی (نبراس صفحہ ۲۶)

علامہ آلوسی نے ابوعلی الجبائی کا بھی جو عقیدہ تحریر کیا ہے وہ ابوعلی الجبائی بھی معتزلہ تھا صاحب نبراس نے ابوعلی الجبائی کے متعلق کہا ہے کہ

أَبُوعَلِي الْجُبَّائِي هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدُ الْوَهَّابِ مِنْ مُعْتَزِلَةِ بَصْرَةَ (نبراس صفحہ ۲۹)	ابوعلی جبائی جن کا نام محمد بن عبدالوہاب تھا بصرہ کے معتزلہ میں سے تھا۔

شاہ عبدالقادر دہلوی کی تفسیر موضح القرآن جو کہ وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک مستند ہے کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر موضح القرآن

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

تحقیق آئی تم کو اللہ کی طرف سے ایک روشنی کہ کفر کی تاریکی دور کرتی ہے اور ایک کتاب ظاہر کرنے والی احکام شریعت کو روشنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کتاب قرآن ہے (تفسیر موضح القرآن صفحہ ۱۰۱)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں اپنے پیارے حبیب پاک صاحب لولاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا ذکر فرمایا ہے۔

جس کا بیان اسی شرح قصیدہ نور میں ہم نے عرض کر دیا ہے ان کے علاوہ

بھی اور بکثرت آیات میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کہا گیا ہے جن میں یہ فقیر نے رسالہ "نور من نور اللہ" میں تفصیل سے عرض کر دیا ہے۔

غیر قائل نہ سمجھا معنیٰ نور کا

غیر سے مراد نجدی وہابی دیوبندی اور ان کے تمام ہمنوا فرقے وہ جہاں بھی حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظ نور کا اطلاق ہو وہاں اس سے نور ہدایت مراد لیتے ہیں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حسی نور مراد لینا گمراہی تصور کرتے ہیں فقیر پہلے نور کا لغوی معنی عرض کرتا ہے۔

نور کا لغوی معنی

علامہ ابو الفضل جمال الدین ابن منظور اپنی شہرہ آفاق کتاب لسان العرب میں النور کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

النور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ اندھا اللہ تعالیٰ کے نور سے ہی روشنی پاتا ہے اور گمراہ اس کی ہدایت سے راہ راست پر گامزن ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو نور کہا جاتا ہے نور کا لفظی معنی بیان کرتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ الظاهر فی نفسه المظهر لغيره يسمى نورا۔

لسان العرب: ترجمہ: جو خود ظاہر ہوا اور اپنی روشنی سے دوسروں کو آشکارا کر دے اسے نور کہا جاتا ہے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسمائے حسنیٰ کی تشریح کرتے ہوئے النور کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو اس معنی پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نور کا اطلاق بطریق اتم ثابت ہوا اس لیے کہ آپ بلاواسطہ مظہر ذات اللہ ظاہر ہوئے اور جملہ مخلوق آپ کے واسطے سے ظاہر ہوئی جیسا کہ حدیث شریف۔

انا بشر نور الا شبه — اگر کوئی اس معنی کو نہیں سمجھتا
بجمیع الالوان کلهم من — تو وہ معذور ہے ۔
نوری

عقیدہ اہلسنت

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور یہی نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں بطور امانت رکھا گیا جب نور محمدی کا تعلق حضرت آدم سے ہوا تو اسی واسطے سے آپ عالم بشریت میں تشریف لائے اور یہی نور مختلف اصلاب و ارحام میں جلوہ گر ہوتا ہوا بصورت بشر والدین کریمین کے گھر رونق افروز ہوئے چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

بدانکہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم
نور محمد است صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

جان لے کہ مخلوق میں سب سے پہلے اور کائنات کی تخلیق اور وجہ عالم و آدم علیہ السلام کا سبب نور محمد ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ذیل کے فقیر وہ احادیث عرض کرتا ہے جن سے ثابت ہوگا کہ عالم بشریت سے پہلے آپ میں وصف نورانیت موجود تھے اس وقت آپ کیلئے نور ہی تو تھے آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھے ہاں جب آپ عالم دنیا میں تشریف لائے تو ہم یوں کہتے ہیں کہ نور بشکل تشریف فرما رہے

احادیث مبارکہ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

کنت اول الانبیاء فی — میں خلقت میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں

الخلق وآخرهم فی البعث	اور بعثت میں اُن سے آخر ہوتا

اس حدیث شریف کو حضرت امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف کے صفحہ ۲۰۲ پر ذکر فرمایا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

ان النبی صلی اللہ	بیشک نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
علیہ وسلم کانت	کی روح آدم علیہ السلام کی پیدائش
روحہ نوراً بین یدی اللہ	سے دو ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ
تعالیٰ قبل ان یخلق	کے روبرو نور تھی۔ نور تسبیح پڑھتا
آدم بالفی عام یسبح	تھا تو اس کی تسبیح کی وجہ سے
ذالک النور وتسبیح	ملائکہ تسبیح پڑھتے تھے پھر جب
الملائکۃ تسبیحہ فلما خلق اللہ	اللہ نے آدم کو پیدا کیا تو ان کی
آدم القی ذالک النور فی صلبہ	پشت میں یہ نور ڈالا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فاھبطنی اللہ الی الارض	پھر اللہ تعالٰی نے مجھے آدم کی پشت
فی صلب آدم	میں زمین پر اتارا۔

اس حدیث پاک کو بھی قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف کے صفحہ ۴۸ پر ذکر کیا اس حدیث مبارک کی صحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ویشھد بصحۃ ھذا	اور اس حدیث کی صحت کی گواہی
الخبر شعر العباس	حضرت عباس کے وہ مشہور شعر دیتے
المشھور فی مدح النبی	ہیں جو انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	کی تعریف میں کہے۔

حدیث نمبر ۳

حضرت ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ متیٰ وجبت لک النبوۃ یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی فرمایا وآدم بین الروح والجسد۔ اس وقت جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے اس کو بھی امام قاضی عیاض نے شفا شریف کے ص ۹۹ پر ذکر کیا نیز جامع ترمذی کے ص ۲۲۱ پر بھی یہ حدیث موجود ہے

حدیث نمبر ۴

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ما خلق اللہ نوری صحیح حدیث میں وارد ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا (مدارج النبوۃ فارسی جلد دوم پہلی فصل)

حدیث نمبر ۵

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت میسرہ اور حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہم روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنت نبیاً وآدم بین الماء والجسد میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں صحیح قرار دیا ہے

لہ دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارہ میں لکھتے ہیں اس کو ترمذی نے روایت کیا اور اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ایسے ہی الفاظ میسرہ ضبی کی روایت میں بھی آئے ہیں امام احمد نے اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے (نشر الطیب ص ۔)

حدیث نمبر ۶ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا إنی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ الی آخر الحدیث: بے شک میں حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم ہنوز اپنے خمیر میں پڑے تھے یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا (مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین)

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "روایت کیا اس کو احمد اور بیہقی نے اور حاکم نے اس کو صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور مشکوٰۃ میں شرح السنہ سے بھی یہ حدیث مذکور ہے" (نشر الطیب ص)

حدیث نمبر ۷ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں احکام ابن القطان میں من جملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں حضرت علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین سے روایت ہے وہ اپنے باپ امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا"

ف: اس عدد میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے رہ گئی تخصیص اس کے ذکر کی سو ممکن ہے کہ کوئی خصوصیت مقامیہ اس کو مقتضی ہو" (نشر الطیب ص)

حدیث نمبر ۸ محدث عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ

سے متاخر ہونا اس حدیث میں منقوص ہے (نشر الطیب صہ)

حدیث نمبر ۹ علامہ فاسی مطالع المسرات میں لکھتے ہیں "امام اشعری نے فرمایا ہے کہ بلا شبہ اللہ نور ہے انوار کی طرح نہیں اور روح نبویہ قدسیہ اس کے نور سے ایک لمعہ ہے اور ملائکہ ان انوار کے چنگارے ہیں۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیء وغیرہ مما فی معناہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی" (رسالۃ الدعا صہ)

حدیث نمبر ۱۰ شعبی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے آپ نے فرمایا کہ آدم اس وقت روح اور جسد کے درمیان میں تھے کہ مجھ سے میثاق (نبوۃ کا) لیا گیا کما قال تعالی واذ اخذنا من النبیین میثاقھم ومنک ومن نوح الآیۃ، روایت کیا اس کو ابن سعد نے جابر، شعبی کی روایت سے ابن ربیع کے ذکر کے موافق" (نشر الطیب مؤلف مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی صہ)

نور بھی بشر بھی حضور سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نور بھی ہے اور بشر بھی سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات بشریت کی ابتداء سے بھی پہلے کی ہے مگر دنیا میں لباس بشری میں جلوہ افروزی فرمائی ہے لباس بدلنے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔

جیسا کہ جبریل امین علیہ السلام نور ہیں مگر سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس جب تشریف لاتے ہیں تو لباس بشری میں جس کا تذکرہ قرآن مجید فرمان صمدیہ

رب العالمین جل جلالہ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۔ پس اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا (پ ۱۶ ع ۵)

مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی حدیث شریف جس کے راوی خلیفہ دوم خلیفہ برحق سیدنا امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ	ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے
ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ	ہمارے پاس ایک آدمی آیا

امام الانبیاء صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ شخص کون تھا؟ تو حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے تو سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا فَاِنَّهٗ جِبْرِيْلُ ، وہ جبریل ہے (مشکوٰۃ المصابیح ۱۱ مطبوعہ دہلی صحیح بخاری شریف ۱۲ دار قطنی ۱۸۱)

قارئین حضرات! رجل مرد کو کہتے ہیں اس کے بال سیاہ ہیں لباس اس کا سفید ہے مرد کی شکل میں اس کی دو آنکھیں، دو ہاتھ، دو پاؤں، دو کان ہیں۔

اہل علم حضرات کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ محدثین نے کتب احادیث شریفہ میں ایسی کئی روایات درج فرمائی ہیں جن میں جبریل امین فرشتہ بارگاہ نبوی میں کئی مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کی صورت میں حاضر ہوتا تھا جیسا کہ مخالفین کی مقتدر شخصیت ابن تیمیہ نے اپنی کتاب الفرقان بین اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان میں بھی اس حقیقت کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے۔

وَقَدْ اَخْبَرَ اِنَّ الْمَلٰئِكَةَ جَاءَتْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صُوْرَةِ الْبَشَرِ وَاِنَّ الْمَلَكَ تَمَثَّلَ لِمَرْيَمَ بَشَرًا سَوِيًّا وَكَانَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صُوْرَةِ دِحْيَةَ الْكَلْبِيِّ وَفِيْ صُوْرَةِ اَعْرَابِيٍّ يَرَاهُمُ النَّاسُ كَذٰلِكَ

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشری صورت میں آئے اور فرشتہ مریم علیہا السلام کے سامنے ٹھیک بشر کی صورت میں آیا اور جبرئیل علیہ السلام نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے دحیہ کلبی کی صورت میں اور اعرابی کی صورت میں ظاہر ہوا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی ایسا ہی دکھائی دیتا تھا

(الفرقان بین اولیاء الرحمٰن والشیطان ص۷)

ملا علی قاری، علامہ جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ نے فرمایا کہ سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ حَالَ الظُّلْمَةِ لِبَيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (خصائص الکبریٰ سیوطی ص۶۳ ج۱)

میں اندھیری راتوں میں حضور پرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کی چمک سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

(شرح شفا بر حاشیہ نسیم الریاض ص۲۸۱ ج۳ قصص الانبیاء فارسی ص۲۶۶)

حدیث (۲۱) شیخ محقق حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا در حدیث صحیح وارد شدہ اوّل ما خلق اللہ نوری، یعنی صحیح حدیث میں ہے کہ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا۔" مدارج النبوۃ، م ص ۲
دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اسے حدیث مشہور اور معنیً صحیح
تسلیم کیا ہے۔ (رسالہ رفع والوضع ص ۲۴)

فائدہ: محدث ابن جوزی نے "المیلاد النبوی" میں شاہ ولی اللہ نے "فیوض الحرمین" میں مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے "عطر الوردہ" میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے "فتاوی رشیدیہ" میں مولوی حسین احمد مدنی نے "شہاب ثاقب" میں اور پیشوائے غیر مقلدین و دیوبند مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ "یکروزہ" میں اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کو بلا انکار بطور حجت و دلیل نقل کیا ہے جس سے اس کا صحیح و مقبول ہونا اظہر من الشمس ہے علاوہ ازیں اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان نے اپنے منظوم کلام (ص ۳۱) میں لکھا ہے کہ
سو اول ہی ہے جس طرح ان کا نور بظاہر گیا گو کہ آخر ظہور بظاہر ہے جو مطلع انبیاء و حقیقت میں ہے مطلع اصفیاء " فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔
(اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ)
یعنی میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں اور اہل ایمان میرے نور سے" مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی جلد سوم ص ۴۲ مدارج النبوت جلد دوم ص ۲، امداد السلوک مولوی رشید احمد گنگوہی، فارسی ص ۹۶۔

(۴) امام زین العابدین اپنے باپ امام حسین سے اور وہ اپنے والد بزرگوار علی رضی اللہ عنہم سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا (نشر الطیب تھانوی ص ۵، رسالہ احکام ابن)

(۵) بعض دوسری حدیثوں میں نور محمدی کے پیدا ہونے کے وقت کا تعین چنانچہ

فرمایا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ قَبْلَ خَلْقِ اللّٰہِ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ میرا نور آسمانوں کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے پیدا فرمایا"

(مکتوبات جلد سوم ص)

(۶) حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خواب بیان کیا کہ زمزم سے ایک نور اٹھا بر آسمان تک پہنچا جس سے کعبہ اور تمام سرزمین مکہ منور ہو گئے اور وہ نور طیبہ تک پھیل گیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنَا وَاللّٰہِ ذٰلِکَ النُّوْرُ اللہ کی قسم وہ نور میں ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں (مدارج النبوت جلد دوم ص۲۵ بحوالہ دارقطنی وابن عساکر)

(۷) بخاری نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا اے جبریل آپ کی عمر کتنے سال ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے سوا میں نہیں جانتا کہ ایک ستارہ ستر ہزار سال میں طلوع ہوتا ہے اور میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یَا جِبْرِیْلُ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہٗ اَنَا ذٰلِکَ الْکَوْکَبُ (یعنی اے جبریل مجھے اپنے رب جلّ جلالہٗ کی قسم وہ ستارہ (نور) میں ہوں"

(سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص۳۰ جواہر البحار ص۱۰۳ تفسیر روح البیان ج ۳ ص۵۴۳)

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی فرمایا کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام کے روح وجسد کا تعلق بھی نہیں ہوا تھا" (ترمذی مشکوٰۃ ص۵۱۳) معلوم ہوا کہ بظاہر اگرچہ حضور علیہ السلام بصورت بشری حضرت آدم کے بعد مبعوث ہوئے لیکن حقیقتاً آپ آدم علیہ السلام

سے پہلے ہیں اور آدم علیہ السلام سے پہلے آپ کا نبی ہونا آپ کی نورانیت کی واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش وبشریت کی تخلیق تو آپ کے بعد ہوئی ہے۔

۹۔ آمنہ (صلی اللہ علیہ وعلیہا وسلم) سے مروی ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت ایسا نور ظاہر ہوا جس نے جملہ عالم ومشرق ومغرب کو منور کر دیا بصرہ اور روم وشام کے محلات نظر آ گئے۔ فاطمہ بنتِ عبداللہ بھی اس وقت موجود تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ سارا گھر آپ کے نور سے معمور ہو گیا (مواہب لدنیہ مدارج النبوت ج۲ ص ۱۴)

۱۰۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بوقت سحر میں کپڑا سی رہی تھی کہ اچانک چراغ بجھ گیا اور سوئی ہاتھ سے گر گئی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے چہرہ مبارک کے نور میں، میں نے سوئی تلاش کر لی اور اسی روشنی میں دھاگہ سوئی میں ڈال لیا۔ (جواہر البحار ص ۸۱۶ نسیم الریاض ج ۱ ص ۳۲۸ مطالع المسرات ص ۲۲۹ سُبحٰن اللہ

سوزنِ گمشدہ ملتی ہے تبسم سے تیرے۔ شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا۔ من رآنی یہ کیسا دکھایا آئینہ نور کا

حل لغات

دیکھا نہ بھالا = جانچ پڑتال، تلاش، تفارش
من رآنی حدیث شریف کا اقتباس ہے من رآنی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا آئینہ منہ دیکھنے کا شیشہ آرسی۔

شرح

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھنے والوں نے آپ کے نورانی ہونے کی تحقیق وجستجو جانچ پڑتال نہیں کی ورنہ آپ نے من رآنی فقد رای الحق کا شیشہ دکھا کر اپنے آپ کو نورانی ثابت کر دیا ہے۔

رؤیۃ النبی فی المنام کی تحقیق

حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دیکھنا حق ہے بعض لوگوں نے اس کا انکار کیا فقیر نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحفۃ العلماء فی رؤیۃ النبی فی الیقظۃ والرؤیا" لکھا اور دوسرے سے دلائل شرح حدائق میں بیان ہو چکے ہیں یہاں وہ احادیث مبارکہ مع شرح لکھتا ہے جن میں خواب میں زیارت رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثبوت ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے شمائل شریف میں سات احادیث روایت فرمائی ہیں۔

مسئلہ

علمائے کرام نے صراحۃً واضح فرمایا کہ بہت سے خوش قسمت بزرگوں کو بیداری میں بھی زیارت ہوئی آئمہ شوافع سے منقول ہے کہ

ان جماعۃ من آئمۃ الشریف نصوا علی ان من کرامۃ الولی	ترجمہ شرح کی ایک جماعت نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی اللہ کرامت کے طور حضور صلے اللہ علیہ وسلم

انه يرى النبي واجتمع به في اليقظة ويأخذ عنه ما قسم له من معارف ومواهب

کی زیارت بحالت بیداری بھی کر سکتا ہے اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر بھی ہو سکتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے مناسب علوم و معارف کا استفادہ بھی کر سکتا ہے۔

مالکیہ میں امام قرطبی حافظ ابن ابی جمرہ امام ابن الحاج وغیرہ حضرات بعض اولیاء کرام کے حالات المدخل میں نقل کرتے ہیں۔

انه حضر مجلس فقيه فروى ذالك الفقيه حديثا فقال له الولي هذا الحديث باطل فقال الفقيه ومن اين ذالك هذا فقال هذا النبي صلى الله عليه وآله وسلم واقف على راسك يقول اني لم اقل هذا الحديث وكشف للفقيه فراه

(الحاوي الفتاوى ص ۲۶۳/۲)

یعنی وہ کسی فقیہ کی مجلس میں تشریف لے گئے اس فقیہ نے کوئی روایت بیان کی یہ ولی بولے یہ حدیث تو باطل ہے اس فقیہ نے کہا تم نے یہ کیسے حکم لگا دیا اس ولی اللہ نے کہا یہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم تیرے سامنے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے نہیں کہی ہے اس فقیہ کو بھی اس امر کا انکشاف ہو گیا اور اس نے بھی آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیا۔"

حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ولو حجبت عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم طرفة عين ما عددت

یعنی اگر میرے اور آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی حجاب پڑ جائے

نفسی من المسلمین	تو میں اپنے آپ کو زمرۂ مسلمین
(میزان صفحہ ۲۷۰)	میں شمار نہ کروں

حضرت الشیخ سراج الدین بن الملقن طبقات الاولیاء میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب غوث الاعظم السید شیخ عبدالقادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی نیز فرماتے ہیں۔

وکان الشیخ عبد الغفار یری	حضرت الشیخ عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
والہ وسلم فی کل ساعۃ"	کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے تھے

علامہ عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر جلد اصفحہ ۱۴۳ پر تحریر فرماتے ہیں

قال الشیخ جلال الدین السیوطی	حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطی
رحمۃ اللہ علیہ رایت	رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں
رسول اللہ صلے اللہ علیہ	نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ
والہ وسلم فی الیقظۃ بضعا و	وسلم کو بحالت بیداری کچھ اوپر
سبعین مرۃ وقلت لہ فی	ستر مرتبہ دیکھا ہے ایک بار میں نے
مرۃ منہا ھل انا من اھل	عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ
الجنۃ یا رسول اللہ فقال	وسلم کیا عذاب کے بغیر؟ ارشاد فرمایا
نعم فقلت من غیرہ عذاب	جاؤ تمہارے لیے یہ بھی سہی۔
یسبق فقال لک ذالک"	

احادیث

حدیث عن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی

ترجمہ: جناب عبداللہ سے روایت ہے اور وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

شرح ارشاد ہے کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا یعنی شیطان کو یہ قدرت اور طاقت ہی نہیں کہ وہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت میں ظاہر ہو سکے صاحب اتحافات الربانیہ علامہ عبدالجواد الدومی اپنی شرح کے ص۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں

وھذا معجزۃ لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اور یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے۔“

حضرت علامہ عبدالرؤف المناوی المصری المتوفی سنہ ۱۰۳۱ھ جمع الوسائل جلد ۲ ص ۲۳۸ کے حاشیہ پر ہے۔

لانہ سبحانہ وتعالیٰ جعلہ رحمۃ للعالمین ھادیا للضالین محفوظا عن وساوس الشیاطین واذ تنور العالم بنور وجودہ ورجمت الشیاطین لیلۃ ولادتہ وعدمت یغیاث	جب کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنایا گمراہوں کے لیے ہادی بنایا ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھا اور جب کہ آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود انور

الکھنۃ فکیف یتصور ان ‏ ‏ ‏ کے نور سے کل عالم کو منور فرمایا اور

یتمثل الشیطان لصورتہ ‏ ‏ ‏ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

پیدائش کے وقت شیطانوں پر سنگباری کر دی گئی اور اسی وقت کہانت کی بنیادوں کو گرا دیا گیا تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور تصور کیا جا سکتا ہے کہ شیطان (نعوذ باللہ) آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل اختیار کر سکتا ہے"

حدیث نمبر ۲

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطن لا یتصور او قال لا یتشبہ بی۔

جس نے مجھے خواب میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت نہیں آ سکتا یا فرمایا کہ میری مانند نہیں ہو سکتا۔

شرح

اگرچہ شیطان کو یہ قدرت اور طاقت حاصل ہے کہ وہ انسانی صورت و شکل میں ظاہر ہو مگر شیطان کی ہرگز ہرگز یہ قدرت وطاقت نہیں کہ وہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی شکل وصورت مبارک اختیار کر سکے حضرت استاذ گرامی شیخ الدرس صاحبزادہ حافظ علی احمد جان صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ شیطان جب کہ نیند کی حالت میں آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانی شکل بنانے پر قادر نہیں تو عالم بیداری میں قطعاً آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل، صورت اور جسم کی مانند بن کر نہیں آ سکتا لہٰذا اس عالم بیداری میں جن گرامی قدر حضرات نے آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے وہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت انوری سے مشرف ہوئے ہیں۔

حدیث نمبر ۳ عن ابی الاشجعی عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن راٰنی فی المنام فقد راٰنی۔

طارق بن اشجعی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا پس یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا۔

شرح کوئی اور حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت میں ظاہر نہیں ہو سکتا لہٰذا جس نے بھی خواب میں یا بیداری میں حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو وہ یقیناً آنجناب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارتِ پاک سے ہی مشرف ہوا ہے بخاری اور مسلم شریف میں ہے

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ

جس نے مجھے نیند میں دیکھا عنقریب وہ مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

(فائدہ) ائمہ کرام کی ایک جماعت حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیداری کے عالم میں دیکھنے کے ممکن اور واقع ہونے کی قائل ہے

حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مجامیع سے تحریر کیا ہے کہ سیدی سردار حضرت احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری دی تو کچھ دیر توقف کے بعد حجرہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا	فقبل الارض عنی فہی نائبتی
وھذہ نوبۃ الاشباح قد حضرت	فامدد یدک تحظی بہا شفتی

جب یہ اشعار پڑھے تو سید عالم صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست

مبارک قبر شریف سے رونق افروز ہوا تو دستِ مبارک پر حضرت سیدی سیدنا احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بوسہ دیا۔

حدیث (۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِيْ فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِيْ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُنِيْ قَالَ اَبِيْ فَحَدَّثْتُ بِهٖ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ قَدْ رَاَيْتُهٗ فَذَكَرْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ فَقُلْتُ شَبَّهْتُهٗ بِهٖ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّهٗ كَانَ يُشْبِهُهٗ۔

حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھے نیند میں دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا اس لیے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا کلیب فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی اور میں نے کہا کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے پس مجھے حسن بن علی رضی اللہ عنہما یاد آگئے سو میں نے ابن عباس کو کہا کہ وہ شبیہ مبارک جو خواب میں میں نے دیکھی تھی او رحضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے زیادہ مشابہ تھی پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک وہ ان کے ہم شکل تھے۔

شرح امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نورانی شکل ملتی جلتی ہے ارشاد ہے پھر ابن عباس نے فرمایا بے شک وہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے ہم شکل تھے جناب سیدنا امیر المومنین امام حسن رضی اللہ عنہ سر سے لے کر سینہ تک اور جناب شہید کربلا امام ہمام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سینہ سے نیچے حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے

حضرت اسد اللہ الغالب امام الاولیاء سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے وہ فرماتے ہیں ۔

الحسن اشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بین الصدر الی الراس والحسین اشبہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما کان اسفل من ذالک ۔

یعنی امام حسن (علیہ السلام) سر سے سینہ تک اور امام حسین (علیہ السلام) سینہ سے نیچے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے ۔

حدیث نمبر ۵

الی عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قَالَ رَاَیْتُ النَّبِی صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ زَمَنَ ابْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِی النَّوْمِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وَآلِہٖ وسلم کَانَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّتَشَبَّہَ بِیْ فَمَنْ رَاٰنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاٰنِیْ هَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِیْ رَاَیْتَہٗ فِی النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ اَنْعَتُ لَکَ رَجُلًا بَیْنَ الرَّجُلَیْنِ جِسْمُہٗ وَلَحْمُہٗ اَسْمَرُ اِلَی الْبَیَاضِ اَکْحَلُ الْعَیْنَیْنِ حَسَنُ الضِّحْکِ جَمِیْلُ دَوَائِرِ الْوَجْہِ قَدْ مَلَأَتْ لِحْیَتُہٗ مَا بَیْنَ هٰذِہٖ اِلٰی هٰذِہٖ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَہٗ قَالَ عَوْفٌ وَلَا اَدْرِیْ مَا کَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقْظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ اَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا
قَالَ ابوعیسیٰ ویزید الفارسی ھو یزید
بن ھرمز وھو اقدم من یزید الرقاشی وروی یزید
الفارسی عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما احادیث
ویزید الرقاشی لم یدرك ابن عباس وھُوَ یزید بن
ابان الرقاشی وھُوَ یروی عن انس بن مالك
ویزید الفارسی ویزید الرقاشی كلاھما من اھل
البصرۃ وعوف بن ابی جمیلۃ ھُوَ عوف الاعرابی
حدثنا ابوداؤد سلیمان بن سلم البلخی حدثنا
النضر بن شمیل قال قال عوف الاعرابی انا اكبر من قتادۃ
یزید الفارسی سے روایت ہے اور قرآن مجید لکھا کرتے تھے فرماتے
ہیں کہ میں نبی کریم صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نیند میں دیکھا اس وقت ابن
عباس زندہ تھے میں نے یہ خواب ابن عباس کو بیان کی تو ابن عباس
نے فرمایا کہ حضور پاک صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یقیناً فرماتے تھے کہ بیشک
شیطان طاقت نہیں رکھتا کہ میری صورت پر آسکے لہٰذا جس نے مجھے
نیند میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیا تو اس ہستے اللّٰہ علیہ وسلم کی شخص کی
صورت مبارک کہ جسے تو نے خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے کی
طاقت رکھتا ہے کہا کہ ہاں میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں آپ
صلے اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وجود مبارک اور قد مبارک دونوں درمیانہ اور معتدل
تھے رنگ مبارک گندمی مائل بسفیدی تھا آنکھیں مبارک سرمگیں خندہ رو خوبصورت
گول چہرہ اقدس گھنی داڑھی مبارک چہرۂ اقدس کو گھیرے ہوئے کھلی سینہ

پاک برائی ہوئی تھی خوف فرماتے ہیں کہ یزید الفارسی نے اور جو صفتیں بیان کیں وہ مجھے یاد نہیں رہیں پھر ابن عباس نے فرمایا اے یزید الفارسی اگر تو سید دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحالت بیداری بھی دیکھتا تو اس تعریف سے بڑھ کر حلیہ مبارک کے اوصاف بیان نہ کر سکتا۔

حدیث نمبر ۶ بو قتادہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ یَعْنِیْ فِی النَّوْمِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

جناب ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا

شرح ارشاد ہے جس نے مجھے دیکھا یعنی نیند میں بے شک اس نے حق دیکھا شارحین رحمہم اللہ علیہم اجمعین نے اس حدیث شریف کے بہت معانی بیان فرمائے ہیں حضرت علامہ علی القاری رحمہ الباری کرمانی سے نقل کرتے ہیں۔

ای الثابتۃ لا اضغاث فیہ ولا احلام"	یعنی یہ اسی طرح صحیح اور درست ہے جس طرح کہ دیکھا گیا ہے اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے

الطیبی فرماتے ہیں الحق مناحق بھی ہے زین العرب فرماتے ہیں الحق ضد الباطل حق کی ضد باطل ہے" یعنی یہ خواب حق ہی ہے۔

نعم یصح ان یراد بہ الحق سبحانہ علی تقدیرہ ای رأی مظہر الحق و مظہرہ	یعنی ہاں صحیح ہے اگر بتقدیر مضاف الحق سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ مراد لیا جائے گویا مظہر حق کو دیکھا

ومن رأى فسيرى الله سبحانه
ذاته من رأى النبي صلى
الله عليه وآله وسلم
في المنام فسيراه يقظة
في دار السلام فيلزم
ومنه انه يرا الله
في ذالك المقام ولا يبعد ان
يكون المعنى من رأني
في المنام فسيرى الله
في المنام فان رؤيتي
له مقدمة او مبشرة
لذالك المرام وقال
الحنفي الحق مفعول
به اى الامر الثابت
الذى هوانا فيرجع الى
معنى قوله فقد رأني

اس کے مظہر کو یعنی حضور اقدس
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سبحانہ وتعالیٰ
کے مظہر ہیں اور جس نے مجھے دیکھا
عنقریب اللہ جل جلالہ کو دیکھ لے
گا اس لیے کہ جس نے نبی کریم صلے اللہ
علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا خواب میں تو
عنقریب وہ بیداری میں حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے دار السلام
میں مشرف ہوگا لہذا ضروری ہے
کہ وہ اللہ جل جلالہ کی زیارت اس
مقام پر کرے گا اور یہ بھی محال نہیں
ہے کہ اس کا یہ معنی ہو کہ جس نے مجھے
نیند میں دیکھا تو وہ عنقریب اللہ
تعالیٰ سبحانہ کو نیند میں دیکھے گا کیونکہ
حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت
اس امر کا پیش خیمہ اور خوشخبری ہے
کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سبحانہ کی زیارت
سے مشرف ہوگا۔

حضرت الشیخ عبد الغنی النابلسی رحمۃ اللہ علیہ فصوص الحکم کی شرح جواہر النصوص فی حل کلمات الفصوص جلد دوم صفحہ ۲۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

قال تعالیٰ وتراهم ينظرون

یعنی اے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ

والیک ولاھم لا یبصرون
وقال علیہ السلام
من رانی فقد رای الحق
واخبرالحق تعالیٰ نفسہ
عبادہ بہذالک۔

وسلم آپ ان کو دیکھتے کہ وہ آپ کی طرف نگاہ کرتے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَنْ رَاٰنِیْ فقد رای الحق یعنی جس نے مجھے دیکھا واقعی اس نے خدا کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو ذات سے اس بات کی خبر دی ہے کہ حق تعالیٰ صورتِ محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے"

حدیث نمبر ۲

حدثنا عبد اللہ بن عبدالرحمن حدثنا معلی بن اسد حدثنا عبد العزیز ابن المختار حدثنا ثابت عن انس اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلم قَالَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَخَیَّلُ بِیْ قَالَ وَرُؤْیَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّۃٍ وَّاَرْبَعِیْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّۃِ

جناب انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یہ کہ جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے خواب میں مجھے دیکھا تو بے شک اس نے مجھے ہی دیکھا ہے پس یقیناً شیطان میری مثل نہیں بن سکتا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس حصے کے برابر ہے۔

صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
۲۶
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

حل لغت صبح کردن دینا نکال دینا، رات گزارنا، دھڑکا ڈر، خوف، دل کی دھڑکن، خفقان، مژدہ، خوشخبری بشارت، نوید، شب تیرہ، سیاہ کالی رات،

شرح نور کی خوشخبری سچی تھی کہ اس نے کفر کی تاریکی کو صبح کے اجالے سے بدل دیا اور اندھیری رات کو یہ خوف شام ہی سے تھا کہ اب نور کا غلبہ ہونے والا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہے کہ جو اسلام کے جانی دشمن تھے فدائی بنے کہ دھن، من، تن، جند جان اور آل و اولاد اور مال اسباب اسلام پر قربان کرنے کو فخر سمجھتے تھے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مثال ہی کافی ہے اس کے ساتھ چند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات لکھ دوں تاکہ اہل ایمان کو رونق و تازگی نصیب ہو۔

حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہم یہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذارسانی اور تکلیف دہی میں شہرت رکھتے تھے اور کیوں نہ ہو جب یہ حضور سرور کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کے بیٹے تھے اور اسلام دشمن ہیں۔

اپنے ملعون باپ کا وارث و جانشین تھا اور تمام غزوات میں ان اشقیاء کا سردار و سرگروہ تھا چونکہ سعادت کا صحیفہ آخر میں اس کے نام کے ساتھ لکھا ہوا تھا بالآخر اس کا ظہور ہوا علامہ سیوطی جمع الجوامع میں ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عالم خواب میں جنت میں داخل ہوئے انگور کا خوشہ یا کھجور کا خوشہ آپ کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ خوشہ ابوجہل کی طرف سے ہے حضور نے فرمایا ابوجہل کو جنت سے کیا نسبت۔ اس بات کی تاویل حضور پر بالفعل ظاہر نہ ہوئی جب مکہ فتح ہوا اور عکرمہ بن ابوجہل زمرہ اسلام میں داخل ہوا تو معلوم ہوا کہ اس خواب کی تعبیر یہ تھی۔

علم غیب

بروز فتح مکہ ایک صحابی، عکرمہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے جب اس کی خبر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو تبسم فرمایا۔ صحابہ نے متبسم ہونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا " عالم غیب میں میں ایسا دیکھ رہا ہوں کہ یہ مقتول اپنے قاتل عکرمہ کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دونوں جنت میں ٹہل رہے ہیں۔

عکرمہ کا اسلام لانا

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو عکرمہ خوف کی وجہ سے وہاں نہ ٹھہر سکا جب اس نے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو مباح قرار دیا ہے تو وہ بھاگ کر ساحل کی طرف چلا گیا اور کشتی میں سوار ہو کر یمن کی طرف چل دیا اچانک سمندر میں طغیانی آئی تمام کشتی والے بارگاہ الٰہی میں تضرع وزاری کرنے لگے لوگوں نے عکرمہ سے بھی کہا کہ تم بھی خدا کو یاد کرو اس نے کہا اس خدا کو جس کی طرف محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہمیں بلاتے ہیں جس سے میں بھاگتا ہوں کہتے ہیں کہ اس کی نظر کشتی کے ایک تختہ پر پڑی جس پر لکھا ہوا دیکھا کہ کذب بہ قوتک وھو

الحق، تیری قوم نے اسے جھٹلایا حالانکہ وہ حق ہے اسے مٹانے والا سا تھ تھا ہر چند چاہا کہ ان حروف کو مٹائے اور اسے چھیلدے مگر نہ چھیل سکا اس پر اس کے دل میں ایک ہل چل پیدا ہوئی اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام برادر ابوجہل مسلمان ہو کر اور حضور سے امان لے کر اس کی جستجو و تلاش میں نکلی ہوئی تھی جب وہ اس کے پاس پہنچی تو اس سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے میں خلائق میں سب سے زیادہ کریم اور لوگوں میں سب سے زیادہ رحمدل کے پاس سے آئی ہوں اٹھو اور چل کر ان سے تمہارے لیے امان لیلی ہے جب ان کی خبر اس نے سنی تو وہ حیران و متعجب ہو کر کہنے لگا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ان تمام ایذاؤں کے باوجود جو مجھ سے انہیں پہنچی ہیں مجھے ام حکیم نے کہا حضور اس سے زیادہ کریم ہیں جتنی کہ تعریف کی جائے اس کے بعد عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ لوٹے جب مکہ کے قریب پہنچے تو حضور نے خبر دی کہ عکرمہ مومن و مہاجر ہو کر آرہا ہے اور صحابہ سے فرمایا خبردار ان کے والد کو دشنام نہ دینا تاکہ اسے ایذا نہ پہنچے پھر عکرمہ اپنی بیوی کے ساتھ حضور کے خیمہ کے دروازہ پر آگئے ان کی بیوی نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا کر خیمہ میں داخل ہونے کی اجازت مانگی اور عرض کیا میں عکرمہ کو لائی ہوں کیا حکم ہے؟۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اس حال میں اٹھے کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر شریف گر پڑی اور انتہائی خوشی و مسرت کے ساتھ آگے بڑھے اور فرمایا آجاؤ جب وہ داخل ہوئے اور حضور کی چشم مبارک عکرمہ پر پڑی تو فرمایا مرحبا بالراکب المہاجر سوار ہو کر ہجرت کرنے والے تمہارا آنا خوشی کا موجب ہے اس کے بعد حضور بیٹھ گئے اور عکرمہ حضور کے سامنے کھڑے رہے اور عرض کیا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے

مجھے امان دیدی ہے حضورؐ نے فرمایا ہاں میں نے امان دیدی ہے عکرمہ نے کہا اشہد
ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وانک عبداللہ ورسولہٗ اس وقت انتہائی شرمساری
سے اپنے سر کو جھکا کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ بلاشبہ آپ سب سے
زیادہ کریم سب سے زیادہ راست گو اور سب سے زیادہ وفادار ہیں حضورؐ نے فرمایا
اے عکرمہ مجھ سے مانگ جو مانگنا چاہے اگر میری قدرت میں ہوا عطا فرماؤں گا
عکرمہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہر وہ دشمنی جو میں آپ کے ساتھ کر سکتا تھا میں نے
کی ہے اور ہر وہ اقدام جو اہل شرک کی تقویت اور آپ کی دشمنی میں ممکن تھا میں
نے کیا اور ہر وہ بے ادبی و گستاخی جو آپ کے ساتھ ہو سکتی تھی مجھ سے سرزد
ہوئی ہے اور ہر وہ بات جو آپ کی غیبت اور بُرائی میں کہی جا سکتی ہے میں
نے کہی ہے اب دُعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ مجھے معاف فرما دے اور مجھے بخش دے
حضورؐ نے اپنا دست اقدس دعا کے لیے اٹھایا اور جو کچھ عکرمہ نے کہا تھا اس کی
معافی و بخشش مانگی عکرمہ نے عرض کیا یارسول اللہ جتنا روپیہ پیسہ اور سونا چاندی
زمانہ جاہلیت میں بندگانِ خدا کو راہِ حق سے برگشتہ کرنے میں میں نے خرچ
کیا ہے میری تمنا ہے کہ اتنا ہی راہِ حق میں صرف کروں اور جتنی جنگ خدا کے
محبوبوں کے ساتھ لڑی ہے اس سے دوگنی جنگ اب میں اس کے دشمنوں کے ساتھ
لڑوں اس کے بعد حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کفار کے ساتھ ہر اس عہد و دوستی
کو جو وہ رکھتے تھے توڑ دیا پیچھے دین کی تقویت اور راہ خدا میں جہاد کے لیے کمربستہ ہو
گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں غزوہ اجنا دین
میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ سبحان اللہ ابوجہل لعین کا بیٹا ایسا صاحب ایمان
ویقین ہوا۔ یخرج الحی من المیت مردے سے زندہ کو نکالتا ہے کے
معنے صادق ہونے یہ سب خدا کی ہی توفیق و مدد سے ہے۔

صفوان بن امیہ کا حال

چوتھا شخص صفوان بن امیہ جو کفار قریش کا سربراہ اور اپنی قوم کا بڑا شخص تھا اور حضور اکرام صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت و مخالفت میں سخت و شدید تھا جب سنا کہ حضور نے روز فتح اس کے خون کا بہانہ مباح قرار دیدیا ہے تو وہ بھاگ گیا اور ارادہ کیا کہ دریا کے راستہ سے کہیں نکل جائے عمیر بن وہب جمی مقربوں اور مخلصوں میں سے تھے انہوں نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے اس کے لیے امان چاہی حضور نے ان کی عرض والتماس کو قبول فرما کے دو مہینہ کی امان صفوان کو دیدی اس کے بعد حضرت عمیر صفوان کے پیچھے گئے اور اس کے کان کو یہ مژدہ سنایا صفوان نے جب اپنے حال پہ نظر ڈالی اور اپنے قبیح افعال کو دیکھا تو اس نے تعجب کیا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں اس وقت نہ لوٹوں گا جب تک کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے میرے لیے امن کی کوئی نشانی نہ لاؤ تاکہ مجھے اعتماد وثوق حاصل ہو، حضرت عمیر حضور کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ صفوان چونکہ حضور کے جود وکرم سے دور رہا ہے اسے یقین نہیں آتا اور اس وقت تک آنا نہیں چاہتا جب تک کہ حضور کوئی نشانی نہ عطا فرمائیں اس پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عمامہ شریف ایک روایت میں ہے کہ اپنی چادر مبارک ان کو مرحمت فرمائی کہ حضرت عمیر، صفوان کو پہنچائیں اس کے بعد وہ لوٹ کر آیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا عمیر نے مجھے بتایا ہے کہ میرے لئے دو ماہ کی امان ہے حضور نے فرمایا میں تجھے چار ماہ کی امان دیتا ہوں صفوان پھر بھی اسلام لانے میں متردد ومتوقف رہا اور شرک کے باوجود، غزوہ حنین وطائف میں رکاب سعادت میں رہا

اس وقت اس پر حضور کی مخصوص عنایتیں اور انعام واکرام ہوئے تو وہ

اسلام لایا اور مولفۃ القلوب میں شامل ہوا ایسے لوگوں کا ذکر حنین کے غنائم کی تقسیم میں ان شاء اللہ آئے گا۔

حویرث بن نقید کا حال

پانچواں شخص حویرث (بصیغہ تصغیر) ابن نقید (بصیغہ تصغیر) تھا یہ شخص شاعر تھا بارگاہ رسالت کی بڑی ہجو کیا کرتا تھا روز فتح جب اپنا مباح الدم ہونا سُنا تو گھر میں بیٹھ گیا اپنے دروازہ کو بند کر لیا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اس کے گھر آ کر اسے تلاش کیا لوگوں نے کہا ہے حویرث سے جب جا کر حضرت علی مرتضیٰ اس کی طلب میں آئے ہیں تو ٹھہر رہا یہاں تک کہ علی مرتضیٰ اس کے گھر سے دور چلے گئے تو وہ گھر سے نکلا اور چاہا کہ کسی دوسرے گھر میں جا چھپے حضرت علی مرتضیٰ کو وہ ایک کوچہ میں مل گیا اور اس کی گردن اڑا دی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ تو ایسا دیا گیا تھا کہ جو گھر میں بیٹھ رہے اور اپنے دروازے کو بند کرے تو وہ مامون ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ یہ حکم اعیان قریش کے ساتھ مخصوص ہو اور وہ چونکہ ان میں سے نہ تھا نیز وہ گھر سے باہر نکل آیا تھا اس لیے وہ اس حکم سے خارج ہو گیا تھا نیز ان لوگوں کے خون بہانے کا حکم زیادہ تر فتح مکہ سے پہلے ہی سے تھا اور یہی ظاہر ہے اس لیے کہ ان کے جرم و گناہ جو موجب مباح الدم ہونے پہلے سے تھے جبکہ حضور مدینہ میں تھے۔

مقیس بن صبابہ کا حال

چھٹا شخص مقیس (بکسر میم وسکون قاف وفتح یا) بن صبابہ (بضم صاد) تھا اس کا جرم یہ تھا کہ اس کا بھائی ہشام بن صبابہ مدینہ میں آیا اور مسلمان ہوا غزوۂ مریسیع میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری بنی عمرو بن عوف

ہیں سے تھے انہوں نے گمان کیا کہ وہ یعنی ہشام بن صبابہ مشرک ہے خطا میں اسے قتل کر دیا اس کا بھائی مقیس مدینہ آیا اور بھائی کا خون بہا طلب کیا چونکہ وہ خطا میں مارا گیا تھا حکم فرمایا کہ انصار اس کی دیت مقیس کو دیں مقیس دیت لے کر مسلمان ہو گیا دیت لینے کے باوجود اس نے انصاری پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ لوٹ گیا روز فتح وہ مشرکوں کی ایک جماعت کے ساتھ کسی گوشہ میں شراب پینے میں مشغول تھا حضور نے اس کے قتل کا حکم فرمایا اس پر تمیلہ بن عبداللہ لیثی اس کی خبر پا کر گئے اور اسے قتل کر دیا۔

ہبار بن الاسود کا حال

ساتواں شخص ہبار ابقع با وتشدید یا) بن الاسود تھا اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت ایذائیں پہنچائی تھیں منجملہ ایک حرکت شنیعہ اس کی یہ تھی کہ ابوالعاص بن الربیع، شوہر سیدہ زینب بنت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں مسلمانوں کے قیدی ہوئے تھے حضور نے ان پر احسان فرماتے ہوئے اس وعدہ پر مکہ بھیجا تھا کہ جب وہ مکہ پہنچ جائیں تو سیدہ زینب کو حضور کے پاس روانہ کر دیں اور حضور نے اپنے غلام ابورافع کو اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا تاکہ مدینہ طیبہ لے آئیں جب وہ مکہ پہنچے تو ابوالعاص نے ہودج تیار کر کے اس میں اپنی بیوی کو بٹھایا اور مدینہ طیبہ روانہ کر دیا پھر جب ہبار بن الاسود کو اس کا پتہ چلا تو چند قریش کے لوگوں کو ساتھ لے کر ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ایک نیزہ سیدہ زینب پر مارا وہ اونٹ سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں اور ان کا حمل ساقط ہو گیا وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں ان کی وفات ہو گئی حضور کو اس کی اس شنیع حرکت پر بہت غصہ تھا اور اس کا خون بہانا مباح قرار دیدیا ایک مرتبہ ایک لشکر کو مکہ مکرمہ کے اطراف میں بھیجا اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ اگر تم ہبا

کو پاؤ تو اسے جلادینا اس کے بعد فرمایا" انما یعذب بالنار رب النار آگ کا عذاب خدا ہی دے سکتا ہے اگر اسے پاؤ تو ہاتھ پاؤں کاٹ کر اسے قتل کر دینا مگر وہ ہاتھ نہ آیا چونکہ وہ مکہ ہی تھا جب مکہ فتح ہوا تو اسے بہت تلاش کیا گیا مگر ہاتھ نہ آیا جب حضورؐ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے تو ایک دن حضورؐ مجلس صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ ہبار نمودار ہوا اور زور سے کہنے لگا اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) میں اسلام کا اقرار کرتا ہوا حاضر ہوا ہوں بلاشبہ میں اس سے پہلے ذلیل و گمراہ تھا اب حق تعالیٰ نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں آپ کی نظر میں شرمسار اور گنہگار ہوں حضورؐ نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اس کی معذرت خواہی پر حیا فرمائی کہ اس پر عتاب فرمائیں اس کا اسلام قبول کرتے ہوئے فرمایا اے ہبار میں نے تجھے معاف کیا اور اسلام تمام جرموں کو ختم کر دیتا ہے اور گزشتہ گناہوں کی بنیادوں کو فنا کر دیتا ہے۔

کعب بن زہیر کا حال

نواں شخص کعب بن زہیر تھا جو حضورؐ کی ہجو کرتا تھا اور روز فتح بھاگ گیا تھا اس کے بعد وہ اپنے بھائی بجیر بن زہیر کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے اس نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ اس کے ایمان کو قبول فرما لیں گے اور اس کے خون کو معاف فرما دیں گے؟ چنانچہ بجیر آیا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا اور کعب کو خبر پہنچائی کہ آجائے اور مسلمان ہو جائے حضورؐ تیرے گناہ کو معاف فرما دیں گے وہ اسی وقت دوڑتا ہوا خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ قصیدہ انشا کیا قصیدہ۔ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول میری محبوبہ جس کا نام سعاد ہے مجھ سے جدا ہوئی آج میرا دل مبتلا ہے

ہے اور یہاں تک اس نے کہا کہ ان الرسول لسیف بے شک رسول ایسی شمشیر ہے جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے ۔ مھند من رسول اللہ کی تلواروں میں سے تیز دھار والی ہے نبئت ان رسول اللہ اوعدنی مجھے خبر ملی ہے کہ اللہ کے رسول نے معافی کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے والعفو عند رسول اللہ مامول" اور اللہ کے رسول کا معاف فرمانا آپ کی خصلت کریمہ ہے" حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا سنو یہ کیا کہتا ہے ۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر مبارک بطور انعام اسے پہنائی ۔

وحشی قاتل حمزہ کا حال

دسواں شخص وحشی سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے تمام مسلمان اس کے قتل کرنے کے بہت درپے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم بھی فرما دیا تھا مگر وہ طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا تھا یہاں تک کہ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور کی خدمت میں جا رہا تھا تو لوگوں نے کہا تو بھی وفد کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں پہنچ جا کیونکہ حضور قاصدوں کو قتل نہیں کرتے تو ان کے ساتھ چلا جا اور ایمان لے آ اس پر ان کے ہمراہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ حضور نے فرمایا کیا تو وحشی نہیں ہے ؟ اس نے کہا ہاں میں وحشی ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا ہے اس کے بعد اس نے حضرت حمزہ کی شہادت کی پوری کیفیت بیان کی پھر حضور نے فرمایا میرے سامنے نہ آنا اور اپنا چہرہ

مجھے نہ دکھانا وحشی کہتے ہیں کہ جب بھی میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا تو میں آپ کے سامنے نہ آتا اور بھاگ کر آپ کے پس پشت بیٹھ جاتا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ ہوئی تو میں بھی لشکر اسلام کے ساتھ اس جنگ میں چلا گیا اور وہ حربہ یعنی خنجر کا وار جس نے حمزہ کو شہید کیا تھا میں نے مسیلمہ کذاب پر پھینکا چنانچہ حملہ کیا میں نہیں جانتا کہ وہ میرے حربہ کی ضرب سے مارا گیا یا اس کی تلوار کے زخم سے لیکن میں نے ایک عورت کو ایک چھت کے اوپر سے یہ کہتے سنا کہ ایک سیاہ رو غلام نے مسیلمہ کو ہلاک کر دیا منقول ہے کہ وحشی کہا کرتے تھے کہ قتلت خیر الناس فی الجاھلیۃ وقتلت شر الناس فی الاسلام میں نے زمانۂ جاہلیت میں سب سے بہتر شخص کو قتل کیا اور زمانہ اسلام میں سب سے بدتر شخص کو قتل کیا ہے غزوۂ احد کے بیان میں گزر چکا ہے کہ ایک جماعت اس کے دیکھنے کے لیے گئی تھی تاکہ حضرت حمزہؓ کے شہید کرنے کی کیفیت اس سے سنیں انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک گوشہ میں بھری مشک کی مانند کسی درد میں مبتلا بدصورت پڑا ہے پھر وحشی نے ان سے وہ کیفیت بیان کی بعض سیر کی کتابوں میں بارگاہ رسالت میں وحشی کے آنے کو اس انداز سے نقل کیا ہے جو اثر سے خالی نہیں ہے اور اسے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی خدمت میں وحشی آیا اور اس نے کہا کہ میں حاضر ہوا ہوں اور مجھے امان دیجیے تاکہ میں آپ سے خدا کے کلام کو سنوں کیونکہ اس میں میری مغفرت اور نجات ہے حضورؐ نے فرمایا میں پسند کرتا تھا کہ تجھ پر میری نظر اس طرح پڑتی کہ تو امان کا مانگنے والا نہ ہوتا مطلب یہ کہ میں تجھے قتل کا حکم دیتا لیکن اب جبکہ تو نے امان مانگی ہے

تو میں تجھے امان دیتا ہوں تاکہ تو خدا کا کلام سنے اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیمۃ مہانا۔

اور وہ لوگ جو عبادت میں اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک نہیں کرتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور زنا نہیں کرتے اور جو ایسا کرے وہ گنہگار ہو کر رہے گا اور اس کیلئے قیامت میں دونا عذاب ہے اور اس میں وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا

وحشی نے کہا میں شرک میں مبتلا رہا ہوں اور میں نے ناحق خون بھی کیا ہے اور زنا کا بھی مرتکب ہوا ہوں کیا ان حالتوں کے ساتھ حق تعالیٰ مجھے بخش دے گا اور اس پر حضورؐ خاموش رہے اور کچھ نہ فرمایا پھر یہ آیۃ نازل ہوئی۔

الا من تاب وامن وعمل صالحا فاولٰئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما ۵

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

وحشی نے کہا اس آیت میں شرط کی گئی ہے کہ گناہوں سے مغفرت اسے

حاصل ہو گی جو گناہوں کے بعد توبہ کرے اور اس سے عمل صالح وجود میں آئیں ممکن ہے کہ مجھ سے وجود میں نہ آئے ہیں تو آپ کے زیر سایہ ہوں پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء،، بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا جو اس کے ساتھ شرک کرے اس کے ماسوا جس کو چاہے بخش دے وحشی نے کہا اس آیت میں مغفرت مشیت الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے ممکن ہے کہ میں ان لوگوں میں ہوں جن کے ساتھ حق تعالیٰ کی مشیت مغفرت میں وابستہ نہ ہو اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

قل یا عبادی الذین	اے محبوب فرما دو اے میرے
اسرفوا علی انفسھم لا	وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر
یقنطوا من رحمۃ اللہ	زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے
ان اللہ یغفر الذنوب	مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں
جمیعًا انہ ھو الغفور الرحیم''	کو بخش دیگا وہی بخشنے والا مہربان ہے

وحشی نے کہا اب میں کوئی قید اور شرط نہیں دیکھتا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بندوں کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے بغیر قید مشیت اور شرط توبہ کے اگرچہ شرک ہو لیکن مذہب یہ ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ آخرت میں عذاب کا ہونا بحکم نص قرآن و حدیث متحقق الوقوع ہے

اگر کوئی کہے کہ بعد از وقوع جزاو عقاب و عذاب بالآخر عفو و رحمت و مغفرت ظہور میں آئے گی اور یہ بات خلود و ابدیت کے منافی ہے کیوں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا خالدین فیھا ابدا وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

جب وہ جہنم میں ہوں گے تو ہمارے معبود بھی جہنم میں ہوں گے ، حضورؐ نے فرمایا ویلک ما اجھلک بلسان قومک ،، خرابی ہو تیری تو اپنی قوم کی زبان سے کتنا جاہل ہے اس میں کلمہ ما کی طرف اشارہ ہے جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے جس طرح کہ نحو کی کتابوں میں مشہور قاعدہ ہے اسی بنا پر و والسماء وما بنہا جیسے اقوال الٰہیہ میں تاویل کرتے ہیں

اب رہی وہ عورتیں جن کے قتل کا حکم روز فتح مکہ صادر فرمایا گیا وہ چھ ہیں ان میں سے کچھ مامون ہوئیں اور کچھ مقتول ہوئیں۔

پہلی عورت ہند بنت عتبہ ابوسفیان

ہند بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان کا حال

بن حرب کی بیوی تھی اس کا قصہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے بارے میں مشہور و معروف ہے خصوصاً روز احد اس نے سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مثلہ کیا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ بعد فتح جس وقت عورتیں حضورؐ سے بیعت کرنے کے لیے آئیں تو یہ بھی اپنے منہ پر نقاب ڈال کر ان کے درمیان آئی اور مسلمان ہو گئی اس کے بعد اس نے منہ سے نقاب اٹھا کر کہا میں ہند بنت عتبہ ہوں حضورؐ نے فرمایا جب مسلمان ہو کر آئی ہے تو اچھا ہوا صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضورؐ نے آیۂ بیعت تلاوت فرمائی جس میں یسرقن (چوری) ذکر کی، تو ہند نے کہا یا رسول اللہؐ ابوسفیان خرچ دیتے ہیں اگر ان کے مال سے اتنا لیلوں جو بچوں کے خرچ کے لیے ضروری ہے تو جائز ہو گا حضورؐ نے فرمایا اس قدر مال لے سکتی ہے جس سے بچوں کی جائز ضرورتیں پوری ہو سکیں جب فرمایا ولا یزنین اور زنا نہ کریں تو ہند نے کہا ہل تزنی

الحرۃ" کیا آزاد عورت زنا کرتی ہے؟ اس نے زنا سے اپنی پاکیزگی کی طرف اشارہ کیا صحیح بخاری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ہند بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ روئے زمین پر کوئی خیمہ نشین ایسا نہیں تھا جس کی خواری کو آپ سے زیادہ محبوب رکھتی تھی اب جو صبح کی ہے تو حال یہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی خیمہ نشین ایسا نہیں ہے جس کی عزت کو آپ سے زیادہ محبوب رکھتی ہوں حضورؐ نے فرمایا ایضاً یعنی ایسا ہی ہے حدیث کے شارحین نے ایضاً کے دو معنی بیان کیے ہیں ایک معنی یہ کہ جتنا تیرے دل میں ایمان زیادہ جوڑ پکڑے گا اتنا ہی تیرے دل میں محبت زیادہ ہو گی دوسرے معنے یہ کہ تیری نسبت میرا بھی یہی حال تھا پہلے معنیٰ زیادہ بہتر و ظاہر ہیں اس کے بعد حضورؐ نے قرآن کریم کی تلاوت فرمائی ظاہر مراد آیت بیعت ہے اس کے بعد ہند نے کہا میری خواہش ہے کہ ہاتھ سے ہاتھ ملا کر آپؐ سے بیعت کروں حضور نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ کے ذریعہ بیعت نہیں کرتا اور میرا سو عورتوں سے بیعت فرمانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک عورت سے حضورؐ کی بیعت عورتوں کے ساتھ زبانی تھی دست اقدس سے نہ تھی جیسا کہ گزرا۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ ہند جب اپنے گھر گئی تو اس نے اپنے گھر کے تمام بتوں کو توڑ ڈالا اور کہنے لگی ہم تمہارے غرور و فریب میں مبتلا تھے اور دو بکریاں ہدیئے کے طور پر حضورؐ کی خدمت میں بھیجیں اور معذرت خواہی کی کہ ہمارے پاس بکریاں کم ہیں حضور نے بکریوں میں برکت کی دعا فرمائی پھر حضورؐ کی دعا کی برکت سے اس کی بکریاں حق تعالیٰ نے بہت زیادہ کر دیں ہند کہتی تھی کہ یہ حضور کی دعا کی برکت ہے۔

۲۷۔
پڑتی ہے نوری بھرن امڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

حل لغات بھرن = زور کی بارش (موسلا دھار بارش) ساون بھادوں کی بارش امڈا = اڑا مڈنا، ابلنا، بھر آنا جوش مارنا، کشت، کھیتی باڑی، اہلا = تعلق والا۔

شرح نور کی موسلا دھار بارش ہو رہی ہے نور کا جوش مارتا ہوا دریا جاری ہے اے کفر کی کھیتی تو اپنا سر جھکا نور سے تعلق رکھنے والا آتا ہے۔

فتح ہی فتح ویسے تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے وقت کفر کا سر جھک گیا لیکن فتح بدر کے بعد مسلسل اسلام کا دریا ٹھاٹھیں مارتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور کفر نے نہ صرف سر جھکا لیا بلکہ اسلام کے قدموں پر گھٹنے ٹیک لیے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ	جب اللہ کی مدد اور فتح آئے
وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ	اور لوگوں کو تم دیکھو کہ اللہ کے
یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ	دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں

اللہ افواجاً

تفسیر مروی ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو عرب ایک دوسرے سے ملتے اور کہتے کہ اہل حرم پر حضور علیہ السلام نے فتح پائی تو اس کے بعد آپ سے کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو اصحاب الفیل سے پناہ دی ایسے ہی اس سے پہلے جو بھی ان پر برائی کا ارادہ کرتا تو بھی محفوظ رہے اسی لیے فتح مکہ کے بعد لوگ دین اسلام میں فوج در فوج ہو کر جنگ کے بغیر داخل ہونے لگے (تفسیر روح البیان)

فائدہ حضرت کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ اس سورۃ کے نزول والے سال مسلسل وفود حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے جیسے بنو اسد وبنو مرہ وبنو کلب وبنو کنانہ وبنو ہلال وغیرہ اطراف واکناف سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے

فائدہ ابو عمرو ابن عبد اللہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت عرب میں ایک بھی کافر نہ تھا تمام عرب مسلمان ہو چکا تھا یعنی غزوہ حنین کے بعد تمام لوگ کوئی اکیلا کوئی وفد کے ذریعے مسلمان ہو گئے تھے۔

ف ابن عطیہ کی مراد بت کے پجاری کافر ہیں تو بجا کہا ورنہ بنو تغلب کے نصاریٰ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ جزیہ دے کر اپنے دین پر قائم رہے۔

علمِ غیب مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل از وقت علم دینا یہ بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کیونکہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ سورۃ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی (تفسیر روح البیان)

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا

۲۸- تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

حلِ لغات ناریوں کا: دوزخیوں کا۔ دور: زمانہ۔ کلیجہ: جگر جل رہا تھا: غضبناک۔ سوختہ۔

شرح جہنمیوں کا دور دورہ تھا نور کا دل غضبناک ہو کر جل رہا تھا اے حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور نے جب آپ کو دیکھا تو اس کا جگر ٹھنڈا ہو گیا کہ اب کفر کا زمانہ ختم ہوا اسلام کا دور شروع ہوا۔

دل جل رہا تھا نور کا یہ اسلام کے ابتدائی دور کی طرف اشارہ ہے کہ کفار نابکار خود سید الابرار امام الانبیاء والاخیار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیتیں پہنچاتے اور اسلام کے نام لیواؤں کو بہیمانہ تکالیف سے دوچار کرتے۔

بعض بدبخت کافر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سر انور پہ کوڑا کرکٹ

پھینکتے آپ کے دروازہ پر خون ڈلتے، راستوں میں کانٹے وغیرہ بچھاتے اور آپ کے بدنِ اطہر پر پتھر پھینکتے تھے یہ بدبخت ایسے شقی تھے کہ ان میں سے ایک نے سجدے کی حالت میں اتنی شدت سے گردن کو دبایا کہ قریب تھا آپ کی چشمانِ مبارک باہر نکل پڑیں ایک مرتبہ ایک شخص نے حضور کا گلا خوب شدت سے گھونٹا ابوبکر صدیق درمیان میں آگئے اور حضور کو بچایا اس بدبخت نے حضرت ابوبکر صدیق کی داڑھی اور سر کو اس زور سے گھسیٹا کہ داڑھی کے اکثر بال کھنچ گئے اور اس نے ان کا سر پھاڑ دیا ایک روایت میں ہے کہ اس نے ان کے سر اور منہ پر اتنی جوتیاں ماریں کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے مگر ابوبکر صدیق برابر یہی نصیحت فرماتے رہے کہ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینات من ربکم کیا تم ایسے شخص کو مار ڈالنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ یقیناً اپنے رب کی جانب سے دلائل براہین لاتے ہیں یہ قول آلِ فرعون کے مومن کا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرعونیوں سے کہتا تھا۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحن کعبہ میں کھڑے تھے کہ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط لعنۃ اللہ سامنے سے آیا اور اپنی چادر کو حضور کی گردن مبارک میں ڈال کر گھسیٹا اور اتنی شدت سے لپیٹا کہ حضور کا گلا گھٹ گیا حضرت ابوبکر نے اس بدبخت کو کندھے سے پکڑ کر حضور سے دور کیا اور فرمایا اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ کیا تم اسے جان سے مارنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے؟

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ مومن آل فرعون سے حضرت ابوبکر افضل ہیں اس لیے

کہ مومن آلِ فرعون نے زبانی مدد اکتفاء کیا اور حضرت ابوبکر نے زبان و ہاتھ اور قول و فعل سے مدد کی علماء فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اس خصوص میں حضرت ابوبکر کے سب سے زیادہ شجاع و بہادر ہونے کے قائل ہیں اس ضمن میں سب سے زیادہ عجیب قصہ وہ ہے جو بخاری میں مروی ہے کہ ایک دن حضور کعبہ معظمہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے قریش ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ پھر اس نے کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو فلاں قبیلہ سے ذبح کردہ اونٹ کی اوجھ اٹھا لائے ایک روایت میں مشیمہ یعنی آنول آیا ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد غلاظت نکلتی ہے) پھر جب حضور سجدے میں جائیں تو وہ ان کے کندھوں پر رکھ دے اس پر بدبخت عقبہ بن ابی معیط اٹھ کھڑا ہوا اس نے اونٹ کی اوجھ لا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی حضور اس حال میں رہے اور سر مبارک سجدے سے نہ اٹھایا اور وہ سب کھڑے ہنستے رہے اور ہنسی میں لوٹ پوٹ ہوتے رہے یہاں تک کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آئیں انہوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے شانے سے اس اوجھ کو ہٹا کر پھینکا اور ان بدبختوں کو بُرا بھلا کہتی رہیں پھر جب آپ نے نماز مکمل فرمائی تو حضور نے ان پر بددعا فرمائی فرمایا اللّٰھُمَّ علیک بقریش یعنی اے خدا ان بدبخت قریشیوں کو تیرے حوالے کرتا ہوں چنانچہ آپ کی اسی بددعا کے اثر سے ابوجہل وغیرہ روزِ بدر ذلت و ہلاکت کے ساتھ مارے گئے اور لعنت کے گڑھے میں جھونکے گئے جیسا کہ باب الغزوات میں آئے گا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اذیتوں اور گستاخیوں پر بہت صبر فرمایا لیکن جب ان کی گستاخی حد سے گئی اور انہوں نے اس نماز

ہیں جو خدا کی حضوری کا مقام ہے بے ادبی کی تو بارگاہ ایزدی کی طرف سے وہ پہنچا جس کے وہ مستحق تھے نعوذ باللہ من غضب الحلیم حلیم نے اگرچہ برداشت کی حد کر دی لیکن جب وہ حد سے بڑھ گئے اور رسوا کرنے لگے تو ان کا انجام یہ ہونا ہی تھا۔

مسلمانوں کو اذیتیں پہنچانا

کفار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح کمزور اور ناتواں صحابہ کو بھی اذیتیں دیتے تھے تاکہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں حضرت بلال کی گردن میں رسی باندھ کر بچوں کے حوالے کر دیتے اور بچے انہیں مکہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹتے پھرتے اس رسی سے ان کی گردن زخمی ہو جاتی امیہ بن خلف جو حضرت بلال کا مالک تھا ان کو مکہ کے ریگزاروں میں لیجاتا اور انہیں گرم ریت پر لٹا کر تپتا ہوا ایک بڑا پتھر ان کے سینہ پر رکھتا اور ان کے بدن داغ دیتا اور کبھی دھوپ میں لٹا کر لاٹھیوں سے پیٹتا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر احدًا احدٌ جاری رہتا یہاں تک کہ بلال کو سانس لینا دشوار ہو گیا اور عذاب کی تلخی ایمان کی چاشنی سے بدل گئی ایک دن وہ اسی عذاب میں مبتلا تھے کہ حضرت ابوبکر ان کے پاس پہنچ گئے اور انہیں امیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کر دیا اس پر حضور نے فرمایا اے ابوبکر! بلال کے خریدنے میں مجھے کیوں شریک نہ کر لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول میں نے ان کو اسی وقت آزاد کر دیا تھا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ان کے ماں باپ طرح طرح کی اذیتیں دیا کرتے تھے ایک روز انہیں کافر ریت پر لٹا کر اذیتیں دے رہے تھے کہ ادھر سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم گزرے انہیں اذیت میں دیکھ کر فرمایا

اے ابن یاسر! صبر کرو تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ کیا جاتا ہے ابوجہل لعین نے عمار کی والدہ کی اندام نہانی میں نیزہ مار کر شہید کر دیا پھر ان کے والد کو شہید کر دیا یہ اسلام میں سب سے پہلے شہید ہیں۔

ٹھنڈا کلیجہ نور کا

جب حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اب جہاد کی اجازت ملی تو اعدائے اسلام کو چن چن کر ایسا تباہ و برباد کیا کہ جن کے سر مٹنے پر مسلمانوں کے بالعموم اور صحابہ کے بالخصوص دل ٹھنڈے ہو گئے چند نمونے ملاحظہ ہوں

ابوجہل بری موت مرا

ابوجہل کو دو نوجوان بھائیوں معوذ و معاذ نے مارا کہتے ہیں کہ جب ابوجہل کو ضرب لگائی تو اسے گرایا نیچے گرتے ہی اب بھی اس میں جان کی رمق ابھی باقی تھی ارباب ... بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ابوجہل کے مار ڈالنے کی خبر پہنچائی تو حضور نے فرمایا تم دونوں میں سے کس نے اسے مارا ہے ہر ایک بھائی مدعی تھا کہ میں نے اسے مارا ہے حضرت نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا اپنی تلوار دکھاؤ تو حضور نے تلوار کو ملاحظہ کر کے فرمایا تم دونوں نے اسے مارا ہے اور فرمایا ہے ابوجہل کا سامان معاذ کو دیا جائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کو اس حال میں دیکھا کہ اس میں جان کی کچھ رمق ابھی موجود تھی انہوں نے اس کا سر کاٹ لیا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے

لطیفہ

یہ بھی روایات میں آیا ہے کہ ابوجہل کا سر بوجھل تھا ابن مسعود رضی اللہ عنہ دبلے کمزور بزرگ تھے انہوں نے ابوجہل

کے سر کو اٹھانے کے بعد اس کے نتھنوں میں رسی ڈال کر گھسیٹ کر لائے۔

علم غیب

میدانِ کارزار سرد ہوا تو حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ابوجہل کی موت کی خبر کون دیتا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سن کر گئے تو مذکورہ بالا حال دیکھ کر سر کاٹ لیا وہ بھی اسی حال میں کہ اس کے سینہ پر بیٹھ کر داڑھی سے پکڑ کر پوچھا اس کے بعد وہی سوال وجواب ہوا جو اوپر مذکور ہوا

مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کون ہے جو جا کر ابوجہل کی خبر لائے اس پر حضرت ابن مسعود گئے اور انہوں نے اسے مقتول پایا جسے عفراء کے دونوں فرزندوں نے قتل کیا تھا پھر حضرت ابن مسعود ابوجہل کے سینہ پر کینہ پر چڑھ کر بیٹھے اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر فرمایا تو ہی ابوجہل ہے اللہ نے تجھے رسوا کیا اے دشمنِ خدا" ابوجہل نے کہا اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے مار ڈالا کاش کہ مجھے کوئی غیر دہقانی مارتا" دہقان سے اس کی مراد انصاری تھی چونکہ انصار اہلِ زراعت تھے علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ ابوجہل کو اس امت کا فرعون کہا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہ فرعون سے بدتر تھا اس لیے کہ فرعون جب غرق ہوا تو اس نے جان لیا کہ اس نے بُرا کیا تھا اور اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور دہائی مانگی تھی لیکن یہ بدبخت آخر دم تک اسی اپنے حال میں رہا اس کے بعد حضرت ابن مسعود نے اس بدبخت کا سر کاٹا اور حضورؐ کی خدمت میں لائے حضورؐ نے فرمایا الحمد للّٰہ الذی اخزاک یا عدو اللّٰہ اللہ تعالیٰ ہی تمام تعریفوں کا مستحق ہے جس نے تجھے ذلیل وخوار کیا اور دشمنِ خدا ایک روایت میں یہ ہے کہ الحمد للّٰہ الذی نصر عبدہ واعز دینہ" یعنی اللہ ہی کو حمد ہے جس نے

اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور اپنے دین کو عزت بخشی اور فرمایا مات فرعون هذه الامة اس امت کا فرعون مر گیا ایک ایک روایت میں ہے کہ حضور نے سجدۂ شکر ادا کیا

ابولہب کا انجام بد

منقول ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح ہوئی اور اشقیاء کے مکہ کے مارے جانے کی مکہ معظمہ میں خبر پہنچی تو ابولہب و دیگر کفار نے اظہار تعجب کیا ابوسفیان جو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کا بیٹا تھا مکہ پہنچا تو ابولہب نے اس سے کہا اے میرے بھائی کے فرزند آؤ تم تحقیق خبر رکھتے ہو ابوسفیان بن الحارث نے کہا اے میرے چچا جب ہم نے اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کیا تو سب اپنی جگہ خشک لکڑ ہو کر رہ گئے اور یہی دیکھتے رہے کہ ہمارے ہتھیار ہمارے جسموں پر سے وہ اتار لیتے اور ہمارے ہاتھوں کو ہمارے کندھوں سے باندھ دیتے تھے اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان سفید لباس کے لوگ دیکھے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور کوئی بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکتا تھا ابورافع، حضرت عباسؓ کے غلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا خدا کی قسم وہ تو فرشتے تھے اس پر ابولہب انتہائی غیظ و غضب میں آیا اور اس نے میرے منہ پر تھپڑ مارا مجھے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا پھر میرے سینہ پر چڑھ کر لاتیں مارنے لگا حالانکہ میں ضعیف و کمزور شخص تھا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا حضرت ام الفضل زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہما نے میرا جو یہ حال دیکھا تو انہوں نے موٹی چوب اٹھا کر ابولہب کے سر پر ماری اور وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے گھر چلا گیا سات دن کے بعد "عدسہ" کی بیماری نے اس پر حملہ کیا اور وہ مر گیا عرب اس بیماری کو شوم و برا جانتے ہیں اس

کے مرنے کے بعد خوف کی وجہ سے کوئی اس کے پاس نہ گیا اور وہ تین دن تک یونہی مرا پڑا رہا تین دن کے بعد اجرت پر مزدور بلائے گئے تاکہ وہ اسے اٹھا لے جائیں اور مکہ سے باہر گڑھا کھود کر اس میں دبا دیں اور اس پر اور پتھر رکھ کر بند کر دیں۔

ابوالبحتری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھے معلوم ہے کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بجبر واکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر یہاں آئے ہیں جو ہم سے لڑنا نہیں چاہتے اگر ان میں سے کوئی تمہارے مقابل آجائے تو تم اسے قتل نہ کرو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے ازانجملہ ابوالبختری عاص بن ہشام تھا جو مکہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا ابوالبختری کے ساتھ جنادہ بن ملیحہ بھی اس کا ردیف تھا مجذر بن زیاد کی نظر جو ابوالبختری پر پڑی تو کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لیے تجھے چھوڑتا ہوں ابوالبختری نے کہا میرے رفیق کو بھی مجذر نے کہا اللہ کی قسم! ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑنے کے ہمیں رسول اللہ نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے ابوالبختری نے کہا تب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعن نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا جب مجذر نے حملہ کیا تو ابوالبختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ
حتی یموت او یرای سبیلہ

شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک نہ مر جائے یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے

امیہ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا تاکہ اسلام چھوڑ دیں مکہ کی گرم ریت میں بیٹھ کے بل لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا کرتا تھا پھر کہا کرتا تھا یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام اب اسی امیہ کا حشر دیکھئے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر امیہ نکل جائے اس لیے اسے اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے اتفاق یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا اور انصار کو خبر کر دی لوگ دفعتہً ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا لوگوں نے اسے قتل کر دیا لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور امیہ کی طرف بڑھے امیہ چونکہ جسیم و ثقیل تھا اس لیے حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ زمین پر لیٹ گیا تو آپ اس پر چھا گئے تاکہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں رہا (بخاری شریف)

نسخ ادیان کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچھ علاقہ نور کا
۲۹۰

حل لغات

نسخ = منسوخ کرنا - ادیان = دین کی جمع - قبضہ = قابو میں کرنا ، بٹھایا = جمایا - قائم کیا - تاجور = تاج والا کچا = پختہ ، خالص ، کھرا - علاقہ ، علقہ ، ضلع ، حکومت ، تعلقہ ، جاگیر ، تخت ، حدود سرحد وغیرہ -

شرح

قدیم دینوں کو منسوخ فرما کر مورا اسلام کے قبضہ کو قائم فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی نورانی حکومت کو پختہ و مضبوط فرما دیا -

ناسخ و منسوخ

نسخ کا لغوی معنی ہے نقل کرنا اور بدلنا اسی سے نسخ کتاب اور معنی ازالہ جیسے نسخت الشمس الظل (آفتاب نے سایہ ہٹا لیا -

اور اصطلاح میں کسی عبارت کے پڑھنے کا حکم ختم کرنا جیسے آیۃ رجم یا صرف حکم منسوخ کرنا لیکن قرأۃ کا حکم باقی ہو جیسے وصیت اقارب کی آیۃ یا ایک سال والی عدۃ وفات کی آیت یا دونوں (عبارت و قرآۃ) کو منسوخ کرنا جیسے مفسرین فرماتے ہیں کہ سورۃ احزاب سورۃ البقرہ کے برابر تھی پھر جو حکم منسوخ ہوتا ہے اس کے قائم مقام کبھی دوسرا حکم ہوتا ہے جیسے اقارب کی وصیت کے عوض آیۃ المیراث نازل ہوئی اور سال بھر مدت عدت وفات کا حکم منسوخ ہو کر چار ماہ دس دن کا حکم نازل ہوا بعض وہ ہیں کہ منسوخ کے بدلے میں کوئی حکم نہیں نازل ہوا جیسے عورتوں کی آزمائش (تفسیر مظہری)

اصول تفسیر میں ناسخ و منسوخ ایک اہم مسئلہ ہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک واعظ کو وعظ سنانے سے اس لیے منع فرما دیا تھا کہ اسے نسخ کا علم نہ تھا -

اس مسئلہ پر متقدمین کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔

(۱) امام ابوعبیدہ القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ۔

(۲) امام ابوداؤد سجستانی صاحب السنن ابوداؤد متوفی ۲۷۵ھ

(۳) ابوجعفر النحاس المتوفی ۳۳۸ھ۔

(۴) ابن الانباری المتوفی ۳۲۸ھ

(۵) مکی بن ابی طالب المتوفی ۴۳۷ھ

(۶) ابن جوزی ۵۹۷ھ

(۷) قاضی ابوبکر ابن العربی

(۸) ابن حزم وغیرہ۔

فقیر کی بھی ایک تصنیف اس موضوع میں ہے بنام القول الرسیخ فی المنسوخ والناسخ لغوی و شرعی معنیٰ اوپر مذکور ہوا فقیر یہاں ایک جامع معنیٰ عرض کرتا ہے تاکہ کسی مذہب کو اعتراض نہ ہو بالخصوص روافض کے عقیدۂ بدا کا بھی رد ہو وہ یہ ہے کہ نسخ یہ ہے کہ حکم سابق جو اللہ کے نزدیک ایک معین مدت تک مقید و محدود تھا اسے ختم کرکے کسی دوسرے حکم مزید کو مقرر کرنا۔

یہودی اور دیگر اعدائے اسلام نسخ کا انکار کرتے ہیں انہیں عقلی دلیل سے یوں سمجھایا جائے گا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے لیکن وہ حکیم مطلق بھی ہے اس کے نسخ کی حکمت وہی ہے جو طبیب حاذق کسی مریض کے لیے ابتداء میں ایک دوا تجویز کرتا ہے اور تجویز کے وقت ہی سے جانتا ہے کہ یہ دوا اس مریض کو ایک ہفتہ تک کام دے گی ہفتہ گزارنے کے بعد اپنی تجویز کے مطابق اس نسخہ کی بجائے دوسرا نسخہ بدل دیتا ہے طبیب اور ڈاکٹر کا دوسرا نسخہ بدلنا لاعلمی سے نہیں ہے بلکہ مریض کی کیفیت کی تبدیلی سے نسخہ تبدیل ہوا

بعینہٖ یوں ہی سمجھئے کہ اس حکیم مطلق نے اپنی مخلوق کے کوائف سے احکام اتارے وہ خواہ وہ سابقہ امم کے احکام کا نسخ ہو یا حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس کا نسخ اس تغیر وتبدل سے اللہ تعالیٰ کے علم کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارے لیے ہے۔

کی شان تو یہ ہے کہ لا یضل ربی ولا ینسیٰ لیکن احکام کی تشریع اور ان کی تبدیل یہ سب بے امور چونکہ منصب سے متعلق ہیں اس لیے انبیا کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی بھی بناء پر اور کوئی بھی مصلحت وحکمت کا مدعی بن کر احکام خداوندی کے نسخ یا ان میں تغیر وتبدیل کا اپنے کو اہل تصور کرے۔

(علامہ) شیخ جلال الدین سیوطیؒ ابن الحصار سے نقل کرتے ہیں فرمایا کہ نسخ کا دارومدار نقل صریح اور صحیح ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یا کسی صحابی سے اس طور پر وضاحت کے ساتھ کہ فلاں آیت فلاں آیت کے لیے ناسخ ہے" اور نسخ کا فیصلہ اس وقت کیا جائے گا جب کہ ہر دو آیات میں تعارض قطعی ہو اور یہ معلوم ہو کہ ان میں کونسی آیت مقدم ہے اور کون سی مؤخر نسخ کے بارہ میں نہ تو عام مفسرین کا قول معتبر ہے اور نہ مجتہدین کا اجتہاد بغیر کسی نقل صریح اور حدیث صحیح کے کیونکہ نسخ ایک حکم شرعی کے رفع اور اس کی جگہ دوسرے حکم شرعی کے تقرر کو زمانہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں متضمن ہے اور ظاہر ہے کہ احکام شرعیہ کے رفع اور تقرر کا انتساب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف دلیل قطعی نقل صریح اور حدیث صحیح سے کیونکہ نسخ ایک حکم شرعی کے رفع اور اس کی جگہ دوسرے حکم شرعی کے تقرر کو زمانہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم میں متضمن اور ظاہر ہے کہ احکام شرعیہ کے رفع اور تقرر کا انتساب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی طرف دلیل قطعی نقل صریح اور ثبوت تاریخ کا محتاج ہے رائے اور اجتہاد اس امر میں کسی طرح

قابل اعتبار نہیں بعض لوگ اس مسئلہ میں افراط و تفریط کا طریقہ اختیار کرتے ہیں کوئی اخبار احادیث صحیحہ کو بھی (جو عندالاصولیین حجت شرعیہ اور اثبات احکام کے لیے کافی ہیں) معتبر نہیں جانتا۔ اگرچہ ان کا ثبوت بلاشبہ ثقہ اور عادل راویوں سے ہو اور بعض اہل ہر مجتہد کے اجتہاد اور ہر گمان کرنے والے کے ظن و تخمین کو کافی سمجھ لیتے ہیں (الاتقان ص۲۲ ج ۲)

فائدہ

یاد رہے کہ نسخ کا محل صرف احکام عملیہ اور فرعیہ ہیں یعنی ان احکام کے قوالب اور صورتیں کہ ان میں بلحاظ اقوام اور حسب ضرورت و اوقات انبیاء کے توسط نسخ اور تغیر و تبدل ہوا ہے مثلاً نماز کسی پیغمبر کے زمانہ میں صرف تسبیح و تہلیل اور دعا تھی تو کسی دوسرے پیغمبر کے عہد میں اس میں رکوع و سجود اور بعض دیگر ارکان و شرائط کا اضافہ کر دیا گیا انبیاء سابقین کی شریعتوں میں دوگانہ نمازیں فرض تھیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں نمازوں کی فرضیت پنجگانہ کر دی گئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حرمت خمر کے ساتھ ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام فرما دیا تھا جو شراب کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ شراب کی نفرت دلوں میں پورے طور پر راسخ ہو جائے جب شراب سے نفرت قلوب میں جم گئی تو پھر ان اقسام ظروف اور برتنوں کی حرمت کا حکم رفع فرما دیا گیا اور اجازت دے دی گئی کہ وہ برتن استعمال کر سکتے ہو جو برتن اہل عرب بالعموم شراب بنانے کے استعمال کرتے تھے فروعی احکام اور عملی جزئیات میں نسخ تورات و انجیل سے خود ثابت ہے (اہل کتاب) ہے محض عناد کی وجہ سے اہل کتاب حضور علیہ السلام کے دین کے نسخ کے منکر ہیں ورنہ یہود و نصاریٰ مانتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں دو حقیقی بہنیں ایک ساتھ ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا درست تھا چنانچہ لیاہ اور راحیل دو حقیقی بہنیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے نکاح میں

جمع تھیں (سورۂ نساء ۲۳) اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جمع بین الاختین کا
جو منسوخ کردیا گیا (سفر احبار باب ۱۸)

حضرت موسیٰ کے زمانہ میں بہت سے جانور حرام کر دیئے گئے تھے حضرت عیسیٰ
نے ان کی حرمت منسوخ فرمائی جیسے کہ ارشاد ہے

وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

فروعی احکام اور عملی جزئیات سے مراد وہ احکام ہیں جو شہوات نفس اخلاق رذیلہ
سے اجتناب اور روح انسانی پر تاریکی پیدا کرنے والی چیزوں (مثلاً زنا، قتل،
جھوٹ، ظلم، بت پرستی) کے ماسوا ہوں کیونکہ ان امور پر نہ کوئی دوسری شریعت
منسوخ کرتی ہے اور نہ ہی کسی پیغمبر کی شریعت میں ایسا ہوا کہ یہ بھی حرام ہوں اور
پھر کسی زمانہ میں ان کی حرمت منسوخ کردی جائے اسی طرح اصول عبادات مثلاً
نماز، صدقہ، روزہ اگرچہ ان کی عملی تفاصیل میں نسخ ہوا ہو کر مگر ان تمام امور میں
تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں متحد ہیں یہی مطلب ہے حق تعالیٰ کے اس فرمان کا
شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا
الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا
الدین ولا تتفرقوا فیہ (پ۲۵ شوریٰ)

اور یہی معنی آیت اولئک الذین ھدا ھم اللہ
فبھداھم اقتدہ (الانعام) کے ہیں۔

اسی طرح ان تمام علوم و معارف میں بھی نسخ واقع نہیں ہوتا جو حق تعالیٰ کی ذات
وصفات سے متعلق ہیں اور ان قصص و واقعات میں جو حضرات انبیاء کے واسطہ
سے معلوم ہوئے اور اسی طرح قیامت اور احوال قیامت جنت وجہنم اور جملہ امور
نظریہ و اعتقادیہ میں کبھی نسخ نہیں ہوا نہ خود ایک نبی کی شریعت میں ان امور میں کسی

وقت کوئی تغیر و تبدل ہوا اور نہ ہی کسی شریعت نے دوسرے پیغمبر خدا کے بیان کیے ہوئے اعتقادی نظریات کو منسوخ کیا۔

فائدہ

نسخ کی یہ تفسیر و تشریح اصولیین کی اصطلاح کے پیش نظر ہے صحابہ اور تابعین کے دور میں نسخ کے مفہوم میں توسع اختیار کیا جاتا تھا عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا کسی مجمل کا بیان و توضیح یا کسی حکم سابق کو بعد میں کسی شرط اور وصف کے ساتھ مقید کرنے یا کسی قید و وصف سابق کے رفع کرنے کو بھی نسخ کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا تھا اسی وجہ سے متقدمین کے یہاں آیات منسوخہ کا عدد زائد معلوم ہوتا ہے حتی کہ بعض مفسرین تو پانچ سو تک آیات منسوخہ شمار کی ہیں۔

شیخ سیوطیؒ نے الاتقان میں نسخ آیات پر مبسوط کلام فرماتے ہوئے شیخ ابن العربی کی تحقیق کے مطابق ان بیس آیات میں نسخ کا قول اختیار کیا اور اس کو متاخرین کی تحقیق قرار دیا حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ الفوز الکبیر میں ان مواقع کو ذکر کرتے ہوئے بہت سے مواقع پر تردد ظاہر کیا اور تمام قرآن میں صرف آیات میں نسخ کے قائل ہوئے مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی تصنیف القول الراسخ فی المنسوخ والناسخ میں دیکھئے۔

> جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑ انور کا
> نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حل لغات لفظ "توڑا" کو اعلیٰحضرت نے اپنے شعر کے ہر دو مصرعوں میں الگ الگ معنی کے لیے بڑے ایمان افروز طریقے سے استعمال کیا ہے پہلے مصرعہ میں توڑا (تقیید) اور بمعنی حصہ اور دوسرے میں بمعنی قلت۔

شرح جس فقیر کو دیکھو سرکار کے در دولت سے نور ایمان سے حصہ لے رہا ہے حضور نور کی سرکار ہیں اس میں نور کی کیا کمی ہے اس شعر میں حضور کے صوری و معنوی جود و عطا کا بیان ہے معنوی جود کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو یا کم و بیش صحابہ کرام تھے پانی ختم ہو گیا تھا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا حضور علیہ السلام نے اپنا دست رحمت ایک برتن میں ڈالا دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی پانچوں انگلیوں سے پانچ ندیاں پھوٹ پڑیں ہر ایک نے اپنے اپنے برتنوں میں پانی بھرا خود پیا۔ اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم ایک ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو اس پانی سے سیر ہو جاتے اور پانی بچ رہتا اس کی اعلیٰحضرت قدس سرہ نے یوں ترجمانی فرمائی ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ وا

فائدہ اس واقعہ معنوی جود صوری کی ہر دولوں کو شامل ہے آپ کے صوری جود کا بیان تفصیلی فقیر شرح حدائق جلد اوّل میں لکھ چکا ہے پھر بھی چند شواہد عرض کرتا ہے

(۱) اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے غلاموں کے متعلق فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (حشر)

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے۔ اور کوئی داغ نہیں پاتے اس چیز سے جو مہاجرین کو دی گئی اور ان کو اپنی جانوں سے اول رکھتے ہیں اگرچہ خود ان کو تنگی ہو اور جو کوئی اپنے نفس کے حرص سے بچایا جائے (پس) لوگ ہیں فلاح پانے والے۔

صحیح بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے کہ ایک بھوکا سائل جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا ہے آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے جواب آیا کہ صرف پانی آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے ایک انصاری نے کہا میں حاضر ہوں چنانچہ وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان کو کھانا کھلاؤ وہ بولی کہ صرف بچوں کی خوراک موجود ہے کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا جب میاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے تو بیوی نے بتی اکسانے کے بہانہ سے اٹھ کر چراغ گل کر دیا میاں بیوی بھوکے رہے اور اس طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں صبح کو وہ انصاری رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک

کام سے راضی ہوا اور وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ آیہ نازل فرمائی۔

جب سنہ ۴ھ میں بنو نضیر جلا وطن ہوئے اور ان کے اموال (اراضی و نخلستان) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے تو آپ نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں بنو نضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کردیتا ہوں اور مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے اور اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان اموال کو آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے یہ سن کر انصار بولے یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدایا! تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما" اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اموال بنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرما دیئے (زرقانی و فتوح البلدان صـ۲۶)

سنہ ۸ ہجری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایہ بحرین میں بھیجا منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے باقی اہل بحرین (مجوس، یہود و انصار) نے جزیہ پر صلح کرلی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ بحرین کا بھیجا ہوا جزیہ کو خراج انصار کے لیے لکھ دیں مگر انصار نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم ایسا نہ کیجئے یہاں تک کہ حضور ہمارے قریشی بھائیوں کے لیے اتنا ہی مال لکھ دیں

جب سنہ ۷ھ میں خیبر فتح ہوا تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان کی حاجت نہ رہی اس لیے انہوں نے وہ نخلستان جو بطور اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دیئے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب طائف سے کوچ کر کے جعرانہ تشریف لائے جہاں حنین کی غنیمتیں جمع کی گئی تھیں اور وہ چھ ہزار بردے، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھا ایک اوقیہ چالیس درہم وزن کا ہوتا ہے ایک روایت یہ ہے کہ بکریاں اتنی زیادہ تھیں کہ ان کا شمار ہی نہ ہو سکتا تو حضورؐ نے دست جود وسخا کو لوگوں پر کشادہ فرمایا بالخصوص ان مولفۃ القلوب پر جن کے دلوں میں ابھی نور ایمان قوی نہ ہوا تھا اور حضرت زید بن ثابت کو لوگوں کو جمع کر کے دینے کا حکم دیا پھر بکریوں کو اور اونٹوں کو شمار کر کے لوگوں پر تقسیم فرمایا ہر شخص کو چار اونٹ اور چالیس بکریاں اگر وہ پیادہ تھا عنایت فرمائے اور اگر سوار تھا تو بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں مرحمت فرمائیں اور ایک گھوڑے سے زیادہ کا حصہ نہ دیا، اہل سیر کہتے ہیں کہ تمام نقدیوں کو حضور اکرمؐ کے پاس جمع کیا گیا تھا ابو سفیان بن حرب آ کے کہنے لگا یا رسول اللہ! آج آپ تمام قریش سے زیادہ تونگر ہیں حضورؐ نے تبسم فرمایا ابو سفیان نے کہا اس میں سے کچھ مجھے بھی عطا فرمائیے حضور اکرمؐ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ ان کو انعام میں دو ابو سفیان نے کہا میرے بیٹے یزید کو بھی حصہ عنایت فرمائیے یزید اس کے بڑے بیٹے کا نام تھا اور یزید بن معاویہ کا اپنے چچا پر نام رکھا گیا تھا حضور اکرمؐ نے فرمایا چالیس اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اور دیدو، اس پر ابو سفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں خدا کی قسم آپ زمانۂ جنگ میں بھی کریم تھے اور زمانہ آشتی میں تو بہت ہی کریم ہیں آپ اندھا دھند مروت فرماتے ہیں حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اسی طرح حکیم بن حزام کو سو اونٹ دیئے آپ نے محسوس فرمایا کہ وہ اور زیادہ چاہتا

ہے تو فرمایا سو اونٹ اور دیدو اور رؤساء عرب کی جماعت کثیرہ کو جیسے سہیل بن عمرو، صفوان بن امیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اسید بن حارثہ ثقفی حارث بن ہشام برادر ابوجہل قیس بن عدی، اقرع بن حابس تمیمی وغیرہ اس کے علاوہ اور لوگوں کو مثلاً علاء بن جاریہ ثقفی، مخرمہ بن نوفل، سعید بن یربوع عثمان بن نوفل، ہشام بن عمرو عامری، وغیرہ کو پچاس پچاس اونٹ دیئے علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عطایا مجموعہ غنائم میں سے مرحمت فرمائے یا خمس میں سے ایک جماعت کا خیال ہے کہ خمس میں سے تھے ایک جماعت کہتی ہے کہ مجموعۂ غنائم میں سے تھے یہ قول راجح تر ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام اموال ونقود کو لشکر اسلام اور اہل مکہ وغیرہ پر صرف فرمایا اور انہیں خوش کیا کچھ وہ لوگ جو ایمان نہیں لائے تھے ایمان لے آئے اور وہ لوگ جو ضعیف الایمان تھے حصولِ رضا وخوشنودی کے سبب ان میں تقویت پیدا ہوئی۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ اسی دوران ایک گھاٹی سے حضور اکرم کا گزر ہوا صفوان بن امیہ حضور اکرم کے ساتھ تھا وہ گھاٹی بکریوں اور مویشیوں سے بھری ہوئی تھی صفوان گھور گھور کر انہیں دیکھتا تھا اور اس کی نظر بھرتی نہ تھی حضور اکرم نے گوشۂ چشم سے اس کیفیت کو ملاحظہ فرمایا اور کہا کیا یہ تجھے اچھے معلوم ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں حضور نے فرمایا۔

ان سب کو میں نے تجھے بخشا صفوان نے ان سب کو فوراً اپنے قبضہ میں لے لیا اور کہنے لگا خدا کی قسم کوئی شخص داد دہش میں اتنی سخاوت نہیں کر سکتا بجز حق تعالیٰ کے نبی کے" اس کے وہ مسلمان ہوگیا اور مؤلفۃ القلوب میں داخل ہوگیا عرب کے بعض نادانوں اور جفا شعاروں سے ضمن میں

حضور نے آواز بھی اٹھایا اور فرمایا رحم اللہ موسیٰ اوذی باکثر من ھذا فصبر" اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے ہیں مگر صبر کیا"۔

عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو سو سے کم اونٹ دیئے وہ غصہ میں آ گیا اور یہ شعر کہنے لگا ۔

اتجعل نہبی ونہب العبید | بین عیینہ والاقرع

وما کنت دون امرء منہما | ومن تضع الیوم لا یرفع

اور اس سے ایک شعر یہ بھی ہے جو نحو کی کتابوں میں غیر منصرف کے باب میں آتا ہے ۔

وما کان حصن ولا حابس | یفوقان مرداس فی مجمع

مطلب یہ کہ عباس بن مرداس اپنے باپ مرداس پر حصن وحابس کے اوپر فخر کرتا ہے جو عیینہ اور اقرع کے باپ ہیں جب یہ اشعار حضور اکرم کی سمع مبارک میں پہنچے تو فرمایا ،، اقطعوا عنی لسانہ" مجھ سے اس کی زبان کو قطع کرو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسے اونٹوں کے احاطہ میں لے گئے اور سو اونٹ دیدیئے پھر وہ سب سے زیادہ خوش ہو گیا حضور اکرم نے اس سے فرمایا تو میری بدگوئی میں شعر کہتا ہے اس پر اس نے عذر خواہی کی اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اپنی زبان میں ایسی سرسراہٹ محسوس کرتا رہتا ہوں جیسے چیونٹی چلتی ہے جب تک کہ میں کوئی شعر نہ کہوں اور میں شعر گوئی میں مجبور و بے اختیار ہوں حضورؐ نے تبسم کناں ہو کر فرمایا عرب شعر گوئی نہیں چھوڑ سکتے جس طرح کہ اونٹنی اپنے بچے کو نہیں چھوڑ سکتی بعض سیر کی کتابوں میں آیا ہے کہ جب حضورؐ کے سمع مبارک میں یہ اشعار

پہنچے تو فرمایا تو نے ایسا کہا ہے کہ

اتجعل نہبی ونہبت العنید بین عیینہ والاقرع

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس مصرعہ کو موزوں اور مقفیٰ نہ دیکھا تو عرض کیا یارسول اللہ بین العینیہ والاقرع فرمایا چاہیے اس طرح کہو چاہے اس طرح کہا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ شاعر نہیں ہیں اور آپ کیلئے شعر گوئی سزاوار ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا،، وما علمنا الشعر وما ینبغی لہ،، نہ ہم نے آپ کو شعر سکھایا۔

بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا

ماہ نو طیبہ میں ہے بٹتا مہینہ نور کا

حل لغات

بھیک، خیرات، کاسہ، پیالہ کشکول فقیرانہ ماہ نو، نیا چاند، طیبہ، مدینہ مکرم کا نام بٹتا ہے تقسیم ہوتا ہے۔

شرح

اے امتی! سرکار کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھیک (خیرات) لے جلد تر فقیرانہ کشکول لے آئے چاند میں مدینے طیبہ میں سارے مہینے کا نور تقسیم ہوتا ہے

اس شعر میں

انما انا قاسم واللہ یعطی — بے شک میں قاسم ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

کی طرف اشارہ ہے اور اس حدیث شریف کے متعلق شرح حدائق میں مفصل اور بار بار عرض کیا جا چکا ہے۔

رنگے ہوئے دیکھ نازیبا ہے دعوٰی نور کا ۳۲۔ مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکہ نور کا

حل لغات نازیبا ،، ناموزوں ، دعوٰی ، استحقاق ، خواہش ، مانگ حق ، مہر ، سورج ، یاں یہاں کا مخفف ، ذروں ،، ذرہ کی جمع وہ چھوٹے ریزے جو سورج کی شعاع کے ساتھ زمین پر یا روزن میں دکھائی دیتے ہیں ۔ مچلکہ ، اقرار نامہ

شرح کسی کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی موجودگی میں نوری ہونے کا دعویٰ کرنا غیر موزوں اور بے محل ہے اے سورج مدینہ منورہ کے ذروں کو نوری ہونے کا اقرار نامہ لکھ دے ۔

اصلی نور بعض بدقسمت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو نور ماننے کو تیار نہیں اس کے برعکس احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اصل نور تو آپؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہی باقی جو شے نور ہے وہ آپ کے طفیل ہے بلکہ سورج

کو اپنے نور ہونے کا بڑا دعویٰ ہے چاہیے کہ وہ ذرات مدینہ کو اقرار نامہ لکھ دے کہ میں کچھ بھی نہیں جو کچھ ہے یہاں کا صدقہ ہے اللہ! اللہ! کیا ہی پیارا عقیدہ ہے۔

عقیدۂ اسلاف

نہ صرف امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ اسلاف صالحین رحمہم اللہ کا بھی یہی عقیدہ ہے چند تصریحات ملاحظہ ہوں

(۱) حضرت ملا علی قاری جمع الوسائل شرح الشمائل میں ارقام فرماتے ہیں کہ

تشبیہہٗ بعض صفاته بنحو الشمس والقمر وانما جری علی عادة الشعراء والعرب والّا فلا شئ یعادلُ شیئاً من اوصافه اذهی اعلیٰ واجلُّ من کل مخلوق ۔	سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعض صفات کو شمس و قمر سے تشبیہ دینا شاعروں اور عربی ادیبوں کی عام عادت ہے ورنہ حضور علیہ السلام کی کسی بھی صفت سے کوئی شے برابری نہیں کر سکتی کیونکہ آپ کی ہر صفت تمام مخلوق سے بلند و بالا اور افضل و اکمل ہے

(۲) شمائل ترمذی اور مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

عن ابن عباس قَالَ کَانَ رسول الله صلے الله علیه وآله وسلم افلجَ الثنیتین	حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو دندان مبارک کے خلا سے

اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ   نور نکلتا نظر آتا ہے

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ

(۳) نسیم الریاض ص ۲۳۳ ج ا میں ہے۔

اِذَا كَشَفَ عَلَى اللهِ عليه وسلم عن اسنانه حال فخلطهر من فمه بياض واسنانه لمعان كلمعان البرق۔

جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے ہوئے اپنے دندان مبارک کو ظاہر کرتے تو حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی چمک روشنی کی مانند ہوتی۔

استیعاب

ایک دفعہ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی محفل پاک میں حضرت عامر بن واثلہ تابعی نے سیدہ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی شانِ قدوسیت کے متعلق ایک قصیدہ پڑھا جس کا دِل آویز اور مسرت افزا شعر یہ تھا

اَنَّ النَّبِيَّ هُوَ النُّوْرُ الَّذِيْ كُشِطَتْ

بِهٖ عَمَايَاتُ مَاضِيْنَا وَبَاقِيْنَا

بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسے نور ہیں جس کے سبب اگلے اور پچھلے سب اندھیرے دور ہو گئے۔

(فائدہ) اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نہ ہوتے یا آپ کو نور کہنا شرعاً درست نہ ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباس ان کو ضرور منع کر دیتے اس سے ثابت ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے اور آپ کو ببانگ دہل نور کہنا چاہیے۔

مشکوٰۃ ص۵۴۷، ابن ماجہ ص۱۱۹، طبقات ابن سعد ج۲

عَنْ انسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِيْ دَخَلَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْئٍ۔	حضرت انس فرماتے ہیں جس دن آفتاب رسالت مدینہ طیبہ میں طلوع ہوا تو مدینہ طیبہ کی ہر چیز روشن ہو گئی۔

(۷) شرح شمائل میں حضرت ملا علی قاری اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ای تنور جميع اجزاء المدينة نورًا حِسيًّا اَنَّ كُلَّ شَيْئٍ فِي العالم كانه اقتبس النور من المدينة فی ذالك اليوم	مدینہ منورہ کے تمام حصے حقیقۃً روشن ہو گئے اور یہ نور حسی طور پر محسوس ہوا اور اس دن کائنات کا ذرّہ ذرّہ مدینہ طیبہ کے انوار تجلیات سے مالا مال ہو گیا۔

(۸) امام مناوی نے اس حدیث کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔

انَّ المُوازيه اَنَّ كلَّ جُزءٍ مِنْ اَجْزَاءِ المَدِيْنَةِ اَضَاءَ ذالِكَ الْيَوْمَ حَقِيْقَةً وَكَيْفَ لَا يُضِيْئُ لَهٗ ذالك وَقَدْ كَانَتْ ذَاتُهٗ صلى الله	حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مدینہ منورہ کا ہر جزو (حصہ) اس دن حقیقی طور پر نورانی ہو گیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ نبی کریم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا سراسر پیکر نور حقیقی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهَا نُوْرًا
وَسَمَّاهُ اللّٰهُ نُوْرًا
وَكَانَ كُلُّ شَيْئٍ فِي
الْعَالَمِ اقْتِبَاسَ النُّوْرِ
وَاَخَذَهُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ
فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (نشرم شمائلہ)

خداوند عالم نے آپ کا اسم
گرامی نور رکھا عالم رنگ و بو کی
ہر چیز نے اپنی اپنی حیثیت اور
استعداد کے مطابق اس دن
مدینہ منورہ کے نور سے حصہ پایا

شمائل ترمذی میں ہے سیدنا امام حسن فرماتے ہیں کہ میرے ماموں جناب ہند بن ابی ہالہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعمت اور اوصافِ شریف بیان کرنے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے ایک بار میں نے ان سے عرض کیا ماموں جان! نانا پاک سید لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلیہ مقدسہ بیان فرمائیے تاکہ اس سے لطف اندوز ہو سکوں

فَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْ
لَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ
الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

تو انہوں نے فرمایا کہ حضور سراپا
نور صلے اللہ علیہ وسلم عظیم
شان والے اور بلند مرتبہ والے
تھے آپ کا چہرہ انور ایسا روشن
اور تاباں تھا جیسے چودھویں رات

کا چاند چمکتا اور روشنی دیتا ہے۔

ومعنی یتلالؤ لیضیئ
ویشرق کاللولوء
قولہ تلالؤ القمر
لیلۃ البدر اک

کے معنی روشن ہونے اور
چمکنے کے ہیں جیسے موتی چمکتا
ہے اور تلالؤ القمر لیلۃ
البدر کے معنی یہ ہیں کہ

مثل تلألؤ القمر لیلۃ البدر یتلألو (مشرح شمائل محمد ص۲۳) — سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کا چہرہ انور اس طرح چمکتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے

مواہب اللدنیہ ص۲۷ میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم نور مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کے تبسم کی کیفیت ان روشن الفاظ میں بیان کرتے ہیں وَاِذَا ضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ یَتَلَاْلَاُ فِی الْجُدُرِ۔ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے تو حضور کا نور دیواروں پر چمکتا تھا (رواہ البزار والبیہقی)

امام قسطلانی شارح صحیح بخاری حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں ای یُضِیْئُ فِی الْجُدُرِ بِضَمِّ الْجِیْمِ وَالدَّالِ جَمْعُ جِدَارٍ وَھُوَ الْحَائِطُ ای یُشْرِقُ نُوْرُہٗ عَلَیْھَا اِشْرَاقًا کَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَیْھَا؛ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نور دیواروں پر ایسا چمکتا اور روشن ہوتا تھا جیسے سورج کی روشنی دیواروں پر پڑتی ہے اور چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔

(۱۲) مُلّا علی قاری شرح شمائل میں لکھتے ہیں اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا ضَحِکَ یَتَلَاْلَاُ فِی الْجُدُرِ ای یُشْرِقُ نُوْرُہٗ عَلَیْھِمْ اِشْرَاقًا کَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَیْھَا۔

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم جب مسکراتے تو دیواریں چمک جاتیں جیسا کہ سورج کی روشنی سے دیواریں روشن اور چمکدار ہو جاتی ہیں۔

(۱۳) **نسیم الریاض** ج ۳ ص ۱۴۶ | حضرت قیس بن زید جذام کی مہلک بیماری میں مبتلا تھے دافع البلا والوبا م نبی

کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار فیض بار میں حاضر ہو کر طالب دعا ہوئے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور دعائے صحت فرمائی زبان نبوت کے دعائیہ کلمات حضرت قیس کے لیے جام صحت ثابت ہوئے آناً فاناً جذام دور ہو گیا اور چہرہ روشن ہو گیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے صحت یاب ہو گئے دعائے نبی میں یہ تاثیر دیکھی۔

دعائے نبی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

آپ سو سال تک زندہ رہے سر اور داڑھی کے تمام بال سفید ہو گئے مگر جہاں حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دست ہمایونی پھیرا تھا وہ بال سیاہ چمکیلے عالم شباب کی طرح خوبصورت ہی رہے۔

زندگی کی اتنی منزلیں طے کرنے کے باوجود ان کی جوانی برقرار رہی

وَکَمْ یَشِبْ بِبَرَکَتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَکَانَ جِلْدُہٗ الاخضر نماف وجھہ من النُّوْرِ: نبیع الجود والکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بوڑھے نہ ہوئے اور لوگوں میں ان کا نام نورانی چہرے والا پڑ گیا تھا کیونکہ دست نبوت نے ان کے چہرہ کو پر نور بنا دیا تھا۔

(۱۴) **کتاب الشفا** ج ۲ ص ۱۴۶ | میں سے حضرت قتادہ بن ملحان بارگاہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔

سراجاً منیرا کی شانِ اقدس والے رسولِ عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرہ پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا یکایک ان کی دنیا بدل گئی اور ان کا چہرہ شفاف آئینہ کی طرح ہو گیا۔

فَکَانَ بِوَجْهِهٖ بَرِيْقٌ حَتّٰى كَانَ يَنْظُرُ وَجْهَهٗ كَمَا يُنْظَرُ فِي الْمِرْاٰةِ ان کا چہرہ ایسا نورانی ہو گیا کہ آئینہ کی مانند ان کے چہرہ میں دوسری چیزیں دیکھی جاتی تھیں

(۱۵) حضرت ابوالعلاء اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بار ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا ایک شخص مکان کے پیچھے سے گذرا فَرَاَيْتُهٗ فِيْ وَجْهِهٖ تو میں نے اس گزرتے والے کو حضرت قتادہ کے چہرہ میں آئینہ کی مثل دیکھا۔ (حجۃ اللہ العالمین علامہ یوسف نبہانی ص۴۳۷)

(۱۶) **مواہب اللدنیہ** ج ۱ ص ۱۴۳ میں ہے کہ قبیلہ بنی سعد کی عورتوں کی ایک جماعت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئی جن میں حضرت حلیمہ بھی شامل تھیں جب وہ آفتابِ رسالت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لینے کے لیے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شانۂ اقدس میں حاضر ہوئیں تو انہوں نے وہاں جو جنت نگاہ نظارہ دیکھا تھا اس کو انہی کے الفاظ میں سنیئے

فَاَشْفَقْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ مِنْ نَوْمِهٖ لِحُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ فَدَنَوْتُ مِنْهُ رُوَيْدًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى صَدْرِهٖ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا وَفَتَحَ عَيْنَيْهِ لِيَنْظُرَ اِلَيَّ فَخَرَجَ مِنْ عَيْنَيْهِ نُوْرٌ حَتّٰى دَخَلَ خِلَالَ السَّمَاءِ ـ

میں نے دیکھا کہ حضور آرام فرما ہیں آپ کے بے پناہ حسن وجمال کو دیکھ کر میں حیرت زدہ ہو کر رک گئی اور حضورؐ کو نیند سے بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا پھر میں آہستگی سے حضورؐ کے قریب آئی اور حضورؐ کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا پس آپ مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور اپنی محبت آفرین نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے اور میں نے اپنی زندگی میں پہلی بار یہ حیرت افزا منظر دیکھا کہ آپ کی حسین وجمیل نگاہوں سے نور نکل نکل کر آسمانی فضاؤں میں داخل ہو رہا تھا۔

۱۷ الاستیعاب ۱/۵۶ — حضرت عبداللہ بن زبیری صحابی حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَعَلَيْكَ مِنْ سِمَةِ الْمَلِيكِ عَلَامَةٌ   نُورٌ أَغَرُّ وَخَاتَمٌ مَخْتُومُ

یا رسول اللہ! خداوند بلند و بالا نے آپ کو نبوت کی جو نشانیاں عطا فرمائی ہیں ان میں دو یہ ہیں ایک چمکتا نور (نورانی چہرہ) اور دوسری مہر نبوت

(۱۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا کہ حضرت روح الامینؑ حاضر ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ بشارت عظمیٰ سنائی

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ كَسَوْتُ حُسْنَ يُوْسُفَ مِنْ نُوْرِ الْكُرْسِيِّ وَكَسَوْتُ نُوْرَ وَجْهِكَ مِنْ نُوْرِ عَرْشِيْ یا رسول اللہ! رب العزت فرماتا ہے کہ میں نے یوسف کے شہرہ آفاق حسن کو نور کرسی سے ضیا بخشی اور آپ کے

حقیقی حسن وجمال کو اپنے عرش عظیم کی تجلیوں سے تابندگی و درخشندگی بخشی ہے
(شرح شفا للملا علی القاری ص ۳۲۹)

۱۹/ **مشکوٰۃ شریف کی مرقات ص ۵۱۶** خادم دربار رسالت حضرت حضرت انس حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے خدوخال کا نقشہ یوں بیان فرماتے ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون ای ابیض نیرا کان عرقہ اللؤلؤ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ازہر اللون یعنی روشن آفتاب تھے اور پسینہ مبارک کے قطرے چمکدار موتی تھے۔

(۲۰) امام سہیلی حدیث ہذا کی شرح میں فرماتے ہیں الزھرۃ فی اللغۃ اشراق فی اللون وان الازھر اسم الابیض من النور (مناوی شرح شمائل ص ۱۱)

فائدہ زہرہ لغت میں چمکیلے رنگ کو کہتے ہیں بیشک ازہر معنی بہت نورانی اور نہایت روشنی کرنے والا کے ہیں

کتاب الشفا ص ۲۲۴ ج ۲ جامع بن شداد بیان کرتے ہیں کہ وفد فارق جب مدینہ منورہ آیا حضور صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے آپ نے فرمایا تمہارے پاس فروخت کی کوئی چیز ہو تو دکھاؤ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس یہ سرخ اونٹ ہے جس کو ہم فروخت کرنا چاہتے ہیں حضور علیہ السلام نے ان سے وہ اونٹ کھجوروں کی ایک مقررہ مقدار کے عوض خرید لیا اور اونٹ لے کر روانہ ہوگئے آپ کے تشریف لے جانے کے بعد قافلے والے سخت پریشان اور نادم

ہوئے کہ یہ ہم نے کیا کیا جس شخص کے ہاتھ ہم نے اونٹ فروخت کیا ہے ہمارا اس سے کوئی تعارف نہیں ہم اس کے نام تک واقف نہیں اس تجارت میں ہم نے سخت نقصان پایا ہمارے ہمراہ ایک شتر سوار تجربہ کار اور زیرک عورت بھی تھی جب اس نے ہمیں اس قدر سراسیما اور مضطرب دیکھا تو اس نے کہا

اَنَا ضَامِنَةٌ لِثَمَنِ رَأَيْتُ وَجْهَ رَجُلٍ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ الخیلس بکمر اے قافلہ والو! تم بے فکر ہو جاؤ تمہارے اُونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں میں نے اس آدمی کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل دیکھا ہے ایسا نورانی چہرے والا آدمی تمہیں نقصان نہ دے گا۔

قافلہ والوں نے رات آنکھوں میں کاٹی سپیدۂ سحر مژدہ جاں فزا لے کر طلوع ہوا ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں یہ تو کھجوریں پہلے انہیں کھالو یہ تمہاری مہمانی پھر اپنے ارندہ کی قیمت کی کھجوریں تو لو

یاں بھی داغ سیدہ طیبہ سے تمغہ نور کا
۲۲۔
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہی ٹیکا نور کا

حل لغت

یاں = یہاں کا مخفف - داغ = دھبہ نشان - پیشانی پر سجدہ کا نشان

گھنڈ تمغہ = عزت کا نشان - ٹیکا ، پیشانی پر نشان ، عورتیں سونے کا گول زیور ماتھے پر لٹکاتی ہیں وغیرہ

شرح

اے چاند صرف تیری پیشانی پر نورانی نشان تعجب خیز نہیں ہے بلکہ طیبہ کا محمر زمین پر سجدہ کرنے سے پیشانی پر جو نشان پڑتا ہے وہ عزت کا نورانی تمغہ ہے -

امام احمد رضا پہ قربان

کیا ہی خوب فرما رہے ہیں کہ چاند کو لوگ حسین نور مانتے ہیں اسی لیے کسی محبوب کو تشبیہ دینی مطلوب ہوتی ہے تو چاند سے تشبیہ دی جاتی ہے لیکن امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ چاندنی تو مدینہ کے چاند رصلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرہون منت ہے اسکی یہ دلیل ہے کہ اس نے مدینہ میں حاضر ہو کر سجدہ کیا اس سجدہ کا داغ اس کے ماتھے پر آج تک شاہد ہے اس سجدہ ریزی کے انعام میں اسے اللہ تعالیٰ نورانیت بخشی ہے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف نور ہی نہیں بلکہ نور گر بھی ہیں دلائل ملاحظہ ہوں -

نور گر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی ہر صاحب نور پاتا ہے گویا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور گر ہیں

قرآن مجید

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا

اے غیب کی خبریں دینے والے بے شک ہم نے تمہیں

وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

(پ ۲۲ سورۃ احزاب)

حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

تفسیر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مراد سراجا منیرا سے اس جگہ یا تو آفتاب ہے جیسا کہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو سراج سے تعبیر فرمایا ہے تبارک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیہا سراجا و القمر منیرا بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس نے بنائے آسمان میں برج اور چاند اور سورج چمکتے ہوئے یا مراد روشن چراغ ہے بر تقدیر اول یعنی جب سراج منیر کو آفتاب سے تعبیر کیا جائے تو وجہ مناسبت و مشابہت یہ ہو گی کہ جیسے آفتاب بروقت طلوع اپنے انوار واضیہ سے تمام زوایا کے عالم کو روشن و منور کر دیتا ہے اسی طرح جب آفتاب وجود باجود محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فلک رسالت پر طلوع اجلال فرمایا تو اپنے انوار معنوی سے سے تمام اطراف و اکناف عالم کو روشن منور کر دیا لہذا اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یا یہ کہ جیسے آفتاب تمام دنیا کی ظلمتوں کو اپنی شعاع سے مندفع کر دیتا ہے اسی طرح آفتاب وجود محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شعاع سے تمام جہان کی ظلمتیں کافور ہو گیئں لہذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یا یہ کہ جیسے آفتاب کے طلوع ہونے سے رات دن سے جدا و تارہ ہو جاتا ہے اسی طرح آفتاب فلک رسالت کے چمکنے سے کفر و ایمان میں تمائز حاصل اور ہر ایک دوسرے سے جدا و ممتاز

ہو گیا لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یہ کہ طلوع آفتاب کے وقت اسکی شعاعیں تمام جہان کی چیزوں بحر و بر سہل و جبل پاک و نجس غنی و مفلس وغیرہ پر پڑتی ہیں اور اُن کو اپنے نور سے روشن و منور کر دیتی ہیں اسی طرح حضور اقدس سرور عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعثت کا نور تمام خلائق پر پڑا اور سب کو روشن و منور کر دیا اور قیامت کے روز تمام امت مطیع و عاصی دنی و قاصی مرد و زن پر آفتاب شفاعت چمکے گا اور اپنی شعاع سے ہر ایک روشن و منور کر دے گا کما قال اللہ تعالیٰ انا ارسلناک الی الخلق کافۃ وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت الی الخلق کافۃ وقال رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعثت الی الخلق کافۃ لہذا اللہ بارک وتعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یہ وجہ ہے کہ جب آفتاب آسمان پر طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے تمام ستارہ اور چاند ماند ہو جاتے ہیں اور چادر کبود میں پنہاں و مسطور ہو جاتے ہیں اسی طرح جب آفتاب وجود محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلک رسالت پر چمکا تو اس کے نور کے روبرو انوار تمام انبیاء و مرسلین کہ ہر ایک کوکب فلک عز و تمکین ہے ماند و مستور و محجوب ہو گئے لہذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور کو سراج منیر فرمایا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم بشارت جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب کو اس خاکدان عالم میں آفتاب درخشاں و ماہتاب نور افشاں بنا کر بھیجا اور آفتاب کی خاصیت ہے کہ جب ولایت یمن اور موالی بدخشاں پر طلوع کرتا ہے اور اپنا پرتو سنگ اصلی پر ڈالتا ہے تو وہ سنگ لعل و عقیق ہو جاتا ہے تو اے عزیز و ہم گنہگاران امت کو بھی

اس آفتاب فلک رسالت و ماہتاب نبوت سے قوی امید ہے کہ جب وہ ولایت گنہگاران و بلاد سیاہ کاران پر طلوع فرمائے گا اور ہمارے سنگ سیات پر تو جمال جہان آرا ڈالے گا تو وہ سنگ لعل و عقیق ہو کر رہ جاویں گے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم اور بر تقدیر ثانی یعنی جب سراج منیر کے معنی روشن چراغ کیے جائیں تو وجہ مناسبت و مشابہت درمیان نبی صلے اللہ علیہ وسلم و درمیان چراغ یہ ہوگی کہ جس طرح چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے اور جہاں وہ جلتا ہے وہ جگہ اس کی روشنی و نور سے روشن و منور ہو جاتی ہے اسی طرح جب چراغ وجود محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پردۂ دنیا پر روشن ہوا تو اس کے نور سے تاریکی کفر و شرک دور ہوئی اور تمام نور ایمان و عرفان سے روشن و منور ہو گیا لہذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا یا یہ وجہ ہے کہ جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے چور نہیں آتا اسی طرح جس کے خانہ دل میں چراغ محبت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روشن ہوگا در دمتاع ایمان یعنی شیطان علیہ اللعن اس پر قابو نہیں پاتا یا یہ وجہ ہے کہ چراغ کی روشنی خانۂ تیرہ کو روشن کر دیتی ہے اسی طرح آپکی محبت کا چراغ دل تیرے کو روشن و منور کر دیتا ہے یا یہ وجہ ہے کہ جس گھر میں چراغ روشن ہوتا ہے وہاں بیٹھنے سے دل نہیں گھبراتا اسی طرح جس کے خانۂ دل میں حضور کی یاد و محبت کا چراغ روشن ہوگا اس کا دل کبھی نہ گھبرائیگا اور اس کے پاس رنج و غم درد و الم نہ آئیگا

ان کیلئے نثار کوئی کیسے رنج میں ہو

جب یاد آ گئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

غرض کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیۃ کریمہ میں اپنے حبیب پاک

صاحب لولاک کو سراج منیر فرمایا کہ جس سے مراد آفتاب ہے۔ بعینہٖ آفتاب ہے لعینہٖ آفتاب نہ فرمایا اس میں چند حکمتیں ہیں اوّل یہ کہ آفتاب کے واسطے منزل رفیع ہے اور دست تصرف اس سے کوتاہ اگر آفتاب کہتا تو شفاعت امت آپکی ناامید ہوتی اور آپکی روشنی سے دست بردار ہوتے لہٰذا سراج منیر فرمایا شمس منیر افرمایا تاکہ امیر فقیر اعلیٰ وادنی سب کا دست تصرف اس پر پہنچ سکے اور آپ کے نور کامل السرور سے کوئی محروم نہ رہے سب فیضیاب ہوں دوسری یہ کہ چراغ واسطے چند خاصیتیں ہیں جو آفتاب کے لیے نہیں مثلاً ایک چراغ سے سینکڑوں بلکہ لاکھوں چراغ روشن کر سکتے ہیں اور ایک چراغ جہان بھر کے خس وخاشاک جلاسکتا ہے اسی طرح چراغ وجود محمدی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہزارہا چراغ ایمان وعرفان طاعت وعبادت کے روشن ہو گئے اور قیامت کے دن سینکڑوں خرمن خس وخاشاک عصیان آپکے پرتو شفاعت اور فروغ رحمت سے سوختہ ہوں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراج منیر فرمایا شمس منیرہ فرمایا منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ ای بار الٰہ تو مجھ کو اپنے خزائن رحمت سے ایک نشانی دکھا تا میں دیکھوں کہ تیرے خزائن بے نہایت کی دنیا

میں کوئی نظیر ہے حکم ہوا اے موسیٰ ایک چراغ روشن کر اور اپنے تمام گروہ کو حکم دے کہ وہ اس چراغ سے ایک ایک چراغ جلائیں جب انہوں نے چراغ روشن کیے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ دیکھ جو تو نے چراغ روشن کیا تھا اس کی روشنی میں کچھ کمی ہوئی عرض کیا

کچھ نہیں تب اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے خزائن رحمت وجود وکرم کو اس پر قیاس کر کر سیکڑوں کو اپنی عطاؤ بخشش سے سرفراز کرتا ہوں اور ایک ذرہ بھر میرے خزائن رحمت وجود وکرم سے کم نہیں ہوتا لہذا اللہ تبارک وتعالی نے اس حکمت کی وجہ سے اپنے حبیب کریم کو شمس منیر نہ فرمایا سراج منیر فرمایا کہ جیسے ایک چراغ سے ہزار ہا چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور اس کی روشنی میں کچھ کمی نہیں اسی طرح میرے محبوب رحمۃ اللعلمین شفیع المذنبین کے دریائے رحمت وشفاعت وخزائن جود وکرم میں کچھ کمی نہیں ہوتی روز بروز ترقی وجوش پر ہے وللآخرۃ خیر لک من الاولی تیسرے یہ کہ آفتاب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتا اور چراغ منتقل ہوتا ہے پس اگر آپ کو آفتاب فرمایا جاتا تو آپ کا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانا مناسب نہ ہوتا اور مسجد اقصیٰ سے تا بقاب قوسین پہنچنا متحقق نہ ہوتا لہذا اللہ تعالی نے آپ کو سراج منیر فرمایا شمس منیر نہ فرمایا چوتھی یہ کہ بقول حکما جب چراغ میں پھونک ماری جاتی ہے اور اسے گل کیا جاتا ہے تو اس کا نور کہ دراصل نار ہے کرۂ ناری کی طرف صعود اور اپنے حیز طبعی کی طرف کہ فوق ہے میل کرتا ہے لہذا اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو سراج فرمایا کہ جب آپ کا نور کالبد خاکی کو خالی کرے تو اپنے کرۂ اصلی وحیز طبعی اللہ نور السموات والارض کی طرف صعود ومیل کرے اور معدن ومطلع حقیقی باری عز وجل میں جا کر مل جائے کہ منہ البدایۃ والیہ النہایہ نکتہ پھر اللہ عز وجل نے یہاں پر اپنے حبیب کریم کو چراغ ہی فرمایا کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

یَقُوْلُوْنَ یَحْکِی الْبَدْرُ فِی الْحُسْنِ وَجْہَہٗ
وَبَدْرُ الدُّجٰی عَنْ ذَالِکَ الْحُسْنِ مُنْحَطٗ

عام لوگ حضور سراپا نور صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو بدر منیر سے حکایت کرتے ہیں حالانکہ خود بدر منیر آفتاب نبوت کے حسن فروزاں سے مستنیر (نور لینے والا) ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشریت سے جداگانہ طریق پر ہے سیدنا مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہٗ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

باید دانست کہ خلق محمدی صلے اللہ علیہ وسلم در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افرادِ عالم مناسبت ندارد کہ او صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم با وجود نشاء عنصری از نورِ حق سبحانہ وتعالیٰ مخلوق گشتہ است کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام انا من نور اللہ

(مکتوبات شریف ص۱۰۱ ج ۳)

جاننا چاہیے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش انسانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ عالم کے تمام افراد میں سے کوئی فرد پیدائش میں ان سے کسی طرح کی مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ آپ باوجود کے اللہ جل وعلیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں اللہ کے نور سے پیدا ہوا ہوں۔

شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اس نا نور کا
نورِ حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا ۳۴

حل لغات

ساں : مانند ، پروانہ : شمع پر قربان ہونے والا کپڑا پتنگا - عاشق لو لگانا دل کا توجہ سے خیال کرنا ، خیال باندھنا چیٹ لگنا پر محبت ہونا شوق ہونا امید ہونا کسی شے کا بار بار ذکر کرنا رشتہ تعلق قرابت اپنا میت خاندان

شرح

انبیاء سابقین کی نورانی شمعیں شمعِ نورِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پروانہ ہیں اور نورِ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور اللہ سے لو لگائے دل میں نور سے تعلق برقرار رکھے ہوئے ہیں

انبیاء علیہم السلام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پروانے

اس مضمون کا سب سے بڑا مشاہدہ قرآن مجید ہے آیت میثاق پڑھیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے .

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ
وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ

قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اللہ رب العزت جل جلالہٗ وعم نوالہ واعظم شانہ واتم برہانہ اس آیہ کریمہ میں اپنے پیارے محبوب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرماتا ہے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ یاد فرمایئے اے پیارے حبیب لبیب جبکہ عہد لیا اللہ نے پیغمبروں سے کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دوں ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم پھر آوے تمہارے پاس رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے لتؤمنن بہ ولتنصرنہ تو ضرور ضرور تم اس پر ایمان لانا اور بہت ضرور اسکی مدد کرنا پھر فرمایا اقررتم واخذتم علی ذالکم اصری: کیا اقرار کیا تم نے اور اس پر بھاری ذمہ لیا قالوا اقررنا: سب انبیاء نے عرض کیا کہ ہم ایمان لائے اور اقرار کیا فرمایا فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں من تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون پس جو اس کے بعد پھرے گا تو وہی لوگ بے حکم نافرمان ہیں امام اجل ابوجعفر طبری وغیرہ محدثین اس آیہ کی تفسیر میں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ لم یبعث اللہ نبینا من اٰدم فمن دونہ الا اخذ علیہ العھد فی محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لئن بعث وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ ویاخذ العھد بذالک علی قومہ یعنی

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء بھیجے سب سے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں عہد لیا کہ اگر یہ اس نبی کی زندگی میں مبعوث ہوں تو وہ ان پر ایمان لائے اور ان کی مدد فرمائے اور اپنی امت سے اس مضمون کا عہد لے اللہ اللہ کیا عظمت وشان اس شہنشاہ دوجہاں کی ان کے رب عزوجل کی درگاہ عالی جاہ میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک جتنے انبیاء کرام ورسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام گزرے سب سے حضور پر ایمان لانے آپ کی مدد کرنے پر عہد وپیمان لیا جاتا ہے اور پھر صرف عہد وپیمان ہی پر بس نہیں فرمائی جاتی بلکہ اسے طرح طرح کی تاکیدوں سے مؤکد فرمایا جاتا ہے اولاً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معصومین ہیں زنہار حکم الٰہی کا خلاف ان سے محتمل نہیں کافی تھا کہ رب تبارک وتعالیٰ بطریق انہیں ارشاد فرماتا اگر وہ نبی تمہارے پاس آئے اس پر ایمان لانا اور اسکی مدد کرنا مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ ان سے عہد وپیمان لیا گویا یہ عہد عہد الست بربکم کے بعد دوسرا پیمان تھا جیسے کلمہ طیبہ میں لا الہ الا کے ساتھ محمد رسول اللہ ہے تاکہ ظاہر ہو کر تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرض ربوبیت الٰہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالت محمدیہ پر ایمان صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم ثانیاً اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا جس طرح نوجوان سے بیعت سلاطین پہ قسمیں لی جاتی ہیں امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شاید سوگند بیعت اسی سے ماخوذ ہے ثالثاً نون تاکید رابعاً وہ بھی ثقیلہ لاکر ثقل وتاکید کو اور دوبالا فرمایا لتؤمنن بہ ولتنصرنہ خامساً: یہ کمال اہتمام ملاحظہ کیجیے کہ حضرات انبیاء ابھی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرماکر پوچھتے ہیں۔

ءاقررتم کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو گویا کمال تعجیل وتسجیل مقصود ہے سادساً اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ساتھ ہی ارشاد ہوا واخذتم علی ذلکم اصری خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو میثاقا عَلَیْہِ یا علیٰ ہذا کی جگہ علی ذلکم اصری فرمایا تاکہ بعد اشارت دلیل عظمت ہو ثامناً اور ترقی فرمائی گئی کہ فاشھدوا تو ایک دوسرے گواہ ہو جاؤ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کرکے مکر جانا ان پاک جانوں سے معقول نہ تھا بلکہ ارشاد فرمایا وانا معکم من الشاھدین میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں عاشراً سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد باآنکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی یہ سخت شدید تہدید بھی فرما دی گئی کہ فمن تولی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا چنانچہ اسی عہد ربانی کے ساتھ مطابق، ہمیشہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنا حضور کے مناقب بدیعہ ومناصب رفیعہ سے رطب اللسان رہتے اور اپنے پاک مجالس ومحافل کو حضور کے ذکر اور مدح وثنا سے زینت دیتے اور اپنی امتوں سے حضور پر نور پر ایمان لاتے اور مدد کرنے کا عہد وپیمان لیتے یہاں تک کہ وہ پچھلا مژدہ رسان حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوات اللہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کہتا تشریف لایا اور جب سب روشن ستارے کمن مرپارے غائب ہو گئے تو اس آفتاب عالمتاب خاتمیت نے با ہزاراں جاہ وجلال طلوع اجلال فرمایا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین ابن عساکر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح

بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد، ہمیشہ اللہ تعالی نبی صلے اللہ تعالی علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد کے سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے پیش گوئی فرماتا رہا اور قدیم سے سب امتیں تشریف آوری حضور کی خوشیاں مناتی اور حضور کے توسل سے اپنے اعدا پر فتح مانگتی آئیں یہانتک کہ اللہ تعالی نے اس جناب کو بہترین قرون و بہترین اصحاب و بہترین بلاد میں ظاہر فرمایا صلے اللہ تعالی علیہ وسلم اور اس کی تصدیق قرآن عظیم فرماتا ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین ۔ یعنی اس نبی کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے وسیلہ سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے سو اللہ کی پھٹکار منکروں پر علما فرماتے ہیں جب یہود مشرکوں سے دبتے دعا کرتے اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ الہٰی ۔ ہمیں مدد دے ان پر صدقہ اس نبی آخر الزمان کا جس کی نعت ہم توریت میں پاتے ہیں اس دعا کی برکت سے انہیں فتح دی جاتی جس کو مولانا جلال الملۃ والدین رومی قدس سرہ العزیز اپنی مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں ۔

سجدہ میکردند کای سب بشر ۔۔۔ درعیاں آریش ہر چہ زود تیر

تا بنام احمد از یستفتحون

باغیان شان بیشدندے سرنگوں | ہر کجا حرب مہولی آیدے
غوث شان کراری احمد بدے
ہر کجا بیماری مرض بدی | یاد اوشان داروی غلفے شدی
نقش اومیگشت اندر راہ شان
در دل و درگوش و در افواہ شان | ایں انکار کفران زاد شان
چو در آمد سید آخر زمان
آں ہمہ تعظیم و تفخیم و داد | چوں بدیدندش بصورت برد باد
قلب آتش دید در دو شد سیاہ

ترجمہ: سجدہ کرکے ہم عرض کرتے ہیں اے پروردگار عالم ہماری مراد جلد تر پوری فرما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام اقدس کا وسیلہ پیش کرتے ہیں ان کی شکست فتح سے بدل جاتی جب انہیں سخت جنگ پیش ہوتی ان کے فریاد رس حضرت احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے جہاں بیماری لا علاج انہیں مبتلا کرتی تو بھی نام احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لیے شفا بنتا ان کے ہر راہ پر نام احمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم رہبری کرتا ان دل اور کان اور منہ میں یہی اسم مبارک ہوتا لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو ان کی اولاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منکر ہو گئی آپ کی تعظیم وتکریم سے محروم ہو گئے ان کے دل اور روح سیاہ ہو گئے یعنی محروم ہی محروم ہو گئے اسی لیے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لو کان موسٰی حیا	اور اگر حضرت موسٰی علیہ السلام
لما وسعہ الا اتباعی	آج زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سواہ چارہ نہ تھا۔

آیت ھذا کے تحت بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین نے تصریح فرمائی کہ ہر نبی ہر زمانے میں حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آمد نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے اپنی امت کو وصیت فرماتا رہا بہت سے واقعات سے ایک واقعہ بطور نمونہ حاضر ہے -

سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان میں ایک محیر العقول واقعہ پیش آیا واقعہ تاریخی ہے اور شیخ فرید بھکری مورخ نے لکھا ہے کہ راوی مرزا محمد سعید جس نے یہ واقعہ آنکھوں سے دیکھا کہ سچا ہے کہ اس صداقت پر شک کرنا بھی گناہ سمجھتا ہوں اگر ایسا ہے تو پھر اس واقعہ میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں یہ واقعہ کیا ہے ہزار برس گذر جانے کے بعد سرکار دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی یاد میں اس طرح تازہ کی گئی کہ دنیا والے اس طرف دیکھنے لگیں اور ایک ایک کا منہ تکنے لگیں۔

واقعہ یہ ہے کہ گورنر لاہور قلیچ محمد خان کی جونپور کے علاقے میں ایک زمین تھی جب مکان تعمیر کرنے کے لئے اس کو کھودا گیا تو اچانک ایک کلس نکلتا نظر آیا اور کھودا گیا تو ایک گنبد نظر آیا اور کھودا گیا تو پورا گنبد نکل آیا کھودتے کھودتے ایک ہفتہ گذر گیا دن رات کھدائی ہوتی گئی یہاں تک کہ گنبد کا دروازہ بھی نکل آیا۔ دروازہ قفل ایک من وزنی توڑا گیا دروازہ کھول گیا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دھان پان سا آدمی، ہڈیوں کی مالا، آلتی پالتی بیٹھے مراقب ہے سر جھکائے ہے غل شور کی آواز سن کر سر اٹھایا اور چند سوالات کے لیے آخری سوال یہ ہے کہ کیا خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ عرب میں ظاہر ہوگئے۔

جواب دیا گیا۔

ہزار سال ہوئے آپ تشریف لائے اور پردہ فرما گئے (ذخیرہ اخوانین از فریدی بکھوری) پھر اس نے کہا مجھے نکالو۔ نکالا گیا باہر خیموں میں رکھا گیا وہ مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتا رہا چھ ماہ بعد اس نے انتقال کیا یہ شخص کون تھا؟ کب سے یہاں سر جھکائے بیٹھا تھا؟ سوالات سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہزاروں برس سے اس خلوت خانے میں محفوظ تھا۔

۲۵۔
انجمن والے ہیں انجم بزم حلقہ نور کا
چاند پر تاروں کے جھرمٹ سے ہے ہالہ نور کا

حل لغت
انجمن : مجلس، محفل، انجم، ستارے بزم مجلس محفل، سبھا، حلقہ ، احاطہ ہالہ گھیر، گول کنڈا، تکمہ، علاقہ، دائرہ، چکر جو برسات میں چاند کے گرد ہوتا ہے جھرمٹ، ہجوم، گروہ، عورتوں کا حلقہ، بھیڑ۔

شرح
حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ستارے ہیں اور محفل نور نے احاطہ کیا ہوا ہے جیسے چاند پر تاروں کے ہجوم سے نورانی ہالہ بن جاتا ہے۔

اس شعر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب بیان فرماتے ہیں

احادیث مبارکہ (۱)
حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم — میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی اقتداء اور پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔

فائدہ: تمام صحابہ ثقہ ہیں قابل تقلید ہیں ان کو گالی دینے والا گمراہ ہے

(۲) میرے اصحاب کو گالی نہ دو برا نہ کہو اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد برابر بھی سونا خدا کی راہ میں دے ڈالے تو ان کے ایک پاؤ یا آدھے گیہوں یا جو کے مرتبہ کو جو انہوں نے خرچ کیا ہے نہیں پہنچ سکتا (اخرجہ الشیخان عن ابی سعید الخدری مرفوعاً۔

(۳) میرے صحابیوں کا اکرام و لحاظ کرو کہ تم میں کے بہترین افراد ہیں (اخرجہ النسائی عن عمر مرفوعاً

(۴) آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا یا اس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا (اخرجہ الترمذی عن جابر)

(۵) آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکرار فرمایا میرے صحابیوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو انہیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ایسا کیا اور جس نے ان کی دشمنی پر کمر باندھی اس نے میری دشمنی کے سبب ایسا کیا جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی اور جو خدا کو ایذا دے گا خدا اسے جلد گرفتار عذاب کرے گا اخرجہ الترمذی عن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ۔

(۶) سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو پاؤ

میرے صحابیوں کو گالی دیتے ہوں تو کہو تم پر تمہاری برائی کی وجہ سے لعنت۔
رواہ الترمذی)

(۷) اللہ تعالیٰ نے مجھے انتخاب کیا پھر میرے ساتھی چنے جن میں سے کسی کو میرا وزیر چند ایک کو انصار مقرر فرمایا اور کسی کو خسر کسی کو داماد کسی کو سالا بنایا پس جو انہیں گالی دے برا بھلا کہے اس پر خدا کی اور ملائکہ اور سارے لوگوں کی لعنت، قیامت کے دن خدا اس کا نہ عذر قبول کرے گا نہ فدیہ
(اخرجہ المحاصل والطبرانی والحاکم عن عویمر بن ساعدہ رضی اللہ عنہ)

(۸) فرمایا خدا نے مجھے انتخاب کیا اور مخلوق میں سے جن کو میرے لیے ساتھی مقرر کیے ان میں کچھ لوگوں کو اصہار وانصار بنایا (سالے، خسر، داماد وغیرہ) جو ان کے بارے میں میرا لحاظ کرے گا خدا اس کی حفاظت فرمائے گا اور جو مجھے ان کے بارے میں ستائے گا اس کو خدا ستائے گا
(اخرجہ الخطیب عن انس)

(۹) فرمایا خدا نے (منصب نبوت کے لیے) میرا انتخاب فرمایا (میری رفاقت وحجت کے لیے) صحابی اور (میرے رشتہ کی خاطر) سالے خسر، داماد منتخب فرمائے اور بہت کچھ لوگ پیدا ہوں گے جو انہیں گالی دیں گے اور ان کی بے حرمتی کریں پس تم ان کو ہم نشینی سے پرہیز کرو ان کے ساتھ کھانا پینا ترک کرو ان سے بیاہ شادی بند کرو۔

(۱۰) جو میرے کسی صحابی کو گالی دے (برا بھلا کہے) اس پر اللہ کی، ملائکہ کی اور سارے لوگوں کی لعنت
اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس، واخرجہ الدارقطنی

عن فاطمہ من طرق وعن ام سلمۃ نحو وقال لہذا الحدیث عندنا طریق کثیرہ۔

(۱۱) میرے نزدیک سب سے زیادہ بدتر وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب کے ساتھ گستاخی کرنے میں سب سے زیادہ جری ہوں۔

(اخرجہ ابن عدی عن عائشہ)

(۱۲) جس کے الفاظ نویں حدیث کے قریب قریب ہیں مگر نویں حضرت عیاض سے مروی ہے اور یہ حضرت ابوسعید خدری سے ولفظ احفظونی فی اصحابی فمن تحلی اللہ منہ یوشك ان یاخذہ

(اخرجہ الشیرازی فی الانصاب عن ابی سعید رضی اللہ عنہ)

(۱۳) دوسرے لوگ زیادہ ہوں گے اور وہ میرے صحابہ کم ہوتے جائیں گے تو میرے صحابیوں کو گالی نہ دو جو انہیں گالی دے اس پر خدا کی لعنت (اخرجہ الخطب من جابر والدار قطنی فی الافراد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)۔

(۱۴) فرمایا تم کو میرے اصحاب (کی بدگوئی) سے کیا مطلب میرے اصحاب کو میرے لیے چھوڑ دو خدا کی قسم تم اگر احد کے برابر سونا بھی خدا کی راہ میں دے ڈالو تو ان کے ایک دن کے عمل کے برابر نہیں ہو سکتا۔

(اخرجہ ابن عساکر من حسن مرسل)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
۳۶ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

حل لغات نسل، ذات، آل، اولاد، عین، اصل ہو بہو، جوہر، سارے کا سارا، گھرانا خاندان،

شرح نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی آل اطہار کا بچہ بچہ نور ہے آپ نور ہیں آپ کا خاندان نور ہے حضور علیہ السلام کی اولاد نوری ہے اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عین نور ہیں لیکن آپ کی اولاد ایسا نور نہیں جو حضور کی مثل ہو جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہر کمال میں بے مثل ہیں حضور علیہ السلام کی اولاد کریمہ کی نورانیت علم و عمل اور ایمان و عرفان اور رشد و ہدایت کے مرتبہ سے متجاوز ہو کر حضور نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کے مساوی نہیں ہو سکتی اس سے یہ اعتراض دفع ہو گیا جو کہا جاتا ہے کہ حضور کی اولاد کو بھی نور مانا جائے تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نظیر اور مثل ممتنع ہے

سوال: اس عقیدہ کا انکار کرتے ہوئے دشمنان رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں تو آپکی اولاد بھی نور ہونی چاہیے اس لیے کہ نور سے بشر کا ہونا ممکن نہیں ؟

تبصرہ ان کی یہ دلیل عجیب مضحکہ خیز ہے اور علم و عقل کی دنیا میں حیرت انگیز بھی۔

سوال بعض بدبخت تو اتنا منہ پھٹ ہوتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام نور ہیں تو پھر تمام سادات حرام زادے ہیں (معاذ اللہ)

دیوبندی امیر شریعت سے کئی بار یہ کلمہ دہراتے سنا گیا تھا اور اب بھی اس کے مقلد یونہی عام طور کہتے رہتے ہیں۔

جواب یہ عقیدہ مسلّم ہے کہ عام انسانی وغیر انسانی پیدائش اسباب عادیہ سے ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں بلکہ محض عادی ہیں ان سب کا مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جب یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مؤثر حقیقی ہے تو پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ مشیت سے ان اسباب کے خلاف کرے تو قادر مطلق ہے وہ بہت بڑی قدرت کا مالک ہے وہ وہ بشر سے نور اور نور سے بشر پیدا کرے ان لوگوں کو عقل کے ناخن اتروانے چاہئیں کہ نور سے بشر کا ہونا محال ہے کیا یہ عقیدہ اسلامی نہیں کہ وہ قادر چاہے تو مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ پیدا کر دے

کما قال یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی اس طرح اس کی قدرت کو مان لو کہ یخرج البشر من النور ویخرج النور من البشر تعجب کا مقام ہے کہ یہ استدلال اسی قوم سے سنا گیا اور سنا جا رہا ہے جو ان اللہ علی کل شیء قدیر پڑھ کر کذب جیسی قبیح لعنت تو اللہ تعالیٰ کی ثابت کرتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

نورانیت و بشریت اور آپ کی اولاد وغیرہ کے متعلق یہ آیت اور اسلامی عقیدہ کو ذہن سے اتار دیتے ہیں آیت کو اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے یوں مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ نور سے بشر اور بشر سے نور پیدا کرتا ہے تو کوئی سا حرج ہے۔

سوال اگرچہ ان اللہ علی کل شیء قدیر کے ارشاد کے مطابق ہم اس کے منکر نہیں کہ وہ نور سے بشر اور بشر سے نور نہیں پیدا کر سکتا ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ چونکہ نور سے بشر کا پیدا ہونا عادۃً محال ہے فلہذا یہ عقیدہ رکھنا ناجائز ہوا؟۔

جواب قربان جائیے کیا بہترین سوال پیدا کیا کہ آج تک غریب انہیں کو بھی ایسا سوال نہ سوجھا ہو گا بھلا کہاں یہ اسلامی قاعدہ کہ جو چیز عادۃً محال ہو اسے ماننا بھی ناجائز ہے حالانکہ یکسر سے عادۃً محال بھی نہیں اس لیے کہ اگر اسباب عادیہ کے پیش نظر یہ استحالہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا محال اور بی بی حوا کا حضرت آدم علیہ السلام سے ظہور فرمانا بھی تو ناممکن اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی ممتنع جانیں حالانکہ یہ پیدائشیں حق اور ثابت ہیں اب بتائیے یہ ناعذر کہا گیا کہ یہ اسباب عادیہ کے خلاف ہے کہ نور سے بشر پیدا ہو حالانکہ ہم نے دلائل ثابت کر دیا ہے کہ مذکورہ بالا پیدائشیں نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہو چکی ہیں تو پھر یہ منکر ماننے سے جھجکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور مجسم ہوتے ہوئے آپ کی اولاد کریمہ کا جسمانیت کے بغیر پیدا ہونا کیونکہ محال اور ناممکن ہو گا۔

سوال: چونکہ یہ امور تو اسباب عادیہ کے خلاف واقع ہو گئے لیکن نور سے بشر کا ہونا اگرچہ ممکن ہے لیکن واقع ہوا نہیں اگر واقع ہوا تو پھر ہم مان لیں گے۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا (۳۷)

حل لغات سرکار دربار شاہی دوشالہ دو چادروں کا جوڑا، ذوالنورین دو نوروں والے
جوڑا دو چیزیں ایک جیسی۔

شرح سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بارگاہ رسالت سے نورانی دو چادریں عطا کی گئی یعنی یکے بعد دیگرے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ وکلثوم رضی اللہ عنہما حضرت عثمان کے عقد میں آئیں) اے عثمان ذوالنورین آپ کے لیے یہ انتہائی مبارک نورانی جوڑا ہے آپ کو مبارک ہو۔

تعارف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابو عبداللہ لقب غنی ہے آپ کے والد ماجد کا نام عفان اور والدہ ماجدہ حضرت اروی بنت کریز رسول اکرمؐ کی حقیقی پھوپھی زاد ہمشیرہ تھی اس طرح حضرت عثمانؓ حضور نبی کریمؐ کے رشتہ میں بھانجے تھے ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضورؐ سے عبد مناف پر مل جاتا ہے۔
آپ ۵۷۶ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے بچپن میں ہی بہت حسین و جمیل

اور ذہین و ہونہار تھے چھوٹی عمر سے ہی برے کاموں سے طبعی نفرت، اور نیک کاموں کی طرف دلی رغبت رکھتے تھے آپ مجسمہ شرم وحیا تھے اور اسلام کے بعد تو آپ کے لیے "کامل الحیا والایمان" کے الفاظ استعمال کیے گئے حضرت عثمانؓ نے چھوٹی عمر میں لکھنا پڑھنا سیکھنا شروع کر دیا تھا اور اس میں کمال مہارت حاصل کر لی تھی اسی بناء پر حضور نبی کریمؐ نے ان کو کاتبان وحی میں شامل کر لیا تھا

حضرت عثمانؓ کے حضرت ابوبکر صدیق سے گہرے دوستانہ مراسم تھے اس لیے ان کی تبلیغ سے بعثت نبوی کے شروع ہی میں اسلام قبول کیا اولین اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کا چوتھا نمبر ہے حضرت عثمانؓ السابقون الاولون عشرہ بشرہ اور ان چھ صحابہ کرام میں سے ہیں جن سے حضور نبی کریمؐ تمام زندگی خوش رہے۔

حضور نبی کریمؐ نے اپنی پیاری صاحبزادی سیدہ رقیہؓ کا عقد آپ سے کر دیا تھا مکہ معظمہ میں اس جوڑے کو بہترین جوڑا کہا جاتا تھا سیدہ رقیہ کے انتقال پر حضرت عثمانؓ کی عمر تقریباً ۶۰ سال تھی حضور نبی کریمؐ نے منشائے الٰہی کے مطابق اپنی دوسری صاحبزادی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا شعبان ۹ھ میں مدینہ طیبہ میں سیدہ ام کلثوم کا بھی انتقال ہو گیا تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اگر میری اور بیٹی بھی ہوتی تو میں عثمان غنیؓ سے اس کا عقد کر دیتا حضرت علی سے حضرت عثمانؓ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایک ایسے شخص تھے جنہیں ملاءِ اعلیٰ میں ذوالنورین کہہ کر پکارا گیا کیونکہ وہ رسول اکرمؐ کی دو صاحبزادیوں کے شوہر تھے حضرت عثمانؓ نے مدینہ منورہ میں سیدہ نائلہ سے

آخری نکاح کیا جو ان کی شہادت کے وقت ان کے ساتھ تھیں۔

جوانی میں آپ نے اہل قریش کے نمایاں لوگوں کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا اور اپنی دیانت داری ذہانت اور صداقت کی وجہ سے مکہ کے ایک ممتاز معزز اور دولت مند تاجر کی حیثیت سے مشہور ہوئے اور غنی کا لقب پایا۔

سخاوت

اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں اس قدر برکت ڈالی تھی کہ اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ آپ مٹی خریدتے تو وہ سونا بن جاتی تھی تو یہ مبالغہ نہ تھا اس کے ساتھ ہی آپ بے حد فیاض اور سخی تھے اپنا مال ہمیشہ رفاہی اور اسلامی امور پر بے دریغ خرچ کرتے تھے آپ سخاوت میں بے مثل سمندر کی طرح تھے کئی غزوات کے موقع پر دل کھول کر امداد کرتے مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ قحط کی حالت میں غلہ سے لدے ہوئے کئی اونٹوں پر لدا ہوا غلہ غریبوں میں مفت تقسیم کر دیا غرضیکہ تاریخ اسلام میں آپ کی سخاوت کی روشن مثالیں قائم ہیں

ہجرت

نبوت کے پانچویں سال حبشہ کی طرف اسلام کی پہلی ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ محترمہ سیدہ رقیہؓ شامل تھیں حبشہ میں قیام کے دوران میں ہی انکے ہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا جس کا نام عبداللہؓ رکھا گیا اسی لیے آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی

حضرت عثمانؓ نے دوسری ہجرت مدینہ طیبہ کی طرف کی حضور نبی کریم نے آپ کی مواخات حضرت اوس بن ثابت انصاری سے کرا دی تھی

دونوں خاندانوں میں بڑی محبت پیدا ہو گئی اس لیے حضرت اوسؓ کے بھائی حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت اوسؓ کے بھائی حضرت عثمانؓ کی شہادت پر ایک پرسوز مرثیہ لکھا اور تمام عمر غمزدہ رہے تھے۔

ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مشیر خاص تھے اور فتویٰ کی خدمت بھی آپ کے سپرد خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں آپ مجلس شوریٰ کے ممتاز ارکان میں شامل تھے آپ کی فضیلت تمام صحابہ کرامؓ میں مسلمہ تھی۔

خلیفہ کی حیثیت سے تقرر

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی جانشینی کے مسئلہ پر جن چھ اصحابؓ کی مجلس قائم کی تھی ان میں حضرت عثمانؓ بھی شامل تھے اور جب حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ دونوں سے میں سے کون خلیفہ ہو اس کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دیں تو دونوں حضرات نے رضامندی ظاہر کر دی اس کے بعد حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے مسلسل تین روز تک مدینہ کے اہل الرائے حضرات اور لشکروں کے سپاہ سالاروں سے مل کر خلیفہ کے بارے میں پوچھا کہ حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ میں سے کوئی ہونا چاہیے جب انہیں یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی اکثریت کی رائے حضرت عثمان غنی کے حق میں ہے تو انہوں نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کے سامنے اپنے مختصر خطاب میں حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت نے ان کے حق میں رائے دی ہے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے خود سب سے پہلے حضرت عثمان کے ہاتھ میں بیعت کی اور بعد میں باقی حضرات نے باری باری بیعت کی اس کے بعد حضرت علی مرتضیٰ نے

حضرت عثمانؓ کی بیعت کی اور بعد میں باقی حضرات نے باری باری بیعت کی۔ مشہور صحابی حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس موقع پر کہا کہ ہم نے اپنے میں سے بہترین شخص کی بیعت کی۔ یہ بیعت محرم ۲۴ ہجری مطابق نومبر میں ہوئی۔

فتوحات عہد خلافت میں عثمانی فتوحات، اسلامی کے سلسلے میں عظیم الشان عہد ہے اس زمانے کی اسلامی مملکت، مدینہ کی حدود سندھ سے اندلس تک پہنچیں اسی عہد میں بحری قوت کو منظم کیا گیا اور ایک عظیم الشان بحری بیڑہ تیار کیا گیا

قبرص اور روڈس کے جزائر فتح کیے حضرت عثمانؓ نے ایک سالار حضرت امیر معاویہ کو سمندری راستے آبنائے قسطنطنیہ (فاسفورس) تک پہنچ گئے اس سے پہلے ۲۷ ہجری میں حضرت عبداللہ بن سعد امیر مصر نے طرابلس (لیبیا) پر فوج کشی کی دو ہی سال میں الجزائر اور مراکش کے علاقوں کو فتح کر لیا حضرت عثمانؓ کے ایک اور مشہور سالار حضرت عبداللہ بن زبیر نے مشرق کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا تھا ایک اور سالار حضرت عبداللہؓ بن نافعؓ نے سمندر پار کر کے اندلس کا محاصرہ کر لیا اور کچھ فتوحات کیں لیکن اسی جانب مستقل مہم کا آغاز نہ کیا گیا ۳۰ھ میں حضرت سعد بن العاص نے خراسان جرجان طبرستان کو فتح کیا اسی عہد میں مسلمانوں نے ہندوستان کی طرف توجہ کی اور گجرات کے ساحلی علاقوں تک جا پہنچے عہد عثمانی میں مسلمانوں نے تقریباً پچاس بحری لڑائیاں لڑیں اور فتح حاصل کی بحری قوت کا انتظام اس عہد کا عظیم الشان کارنامہ ہے۔

۲۶ھ میں مسجد الحرام مکہ معظمہ اور ۲۹ھ میں

مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع

مسجد نبوی مدینہ کی تعمیر و توسیع کرائی گئی یہ کام دس ماہ میں مکمل ہوا حضرت عثمان کے عہد میں مسجد نبوی کا طول ۱۴۰ گز سے بڑھ کر ۱۶۰ گز اور عرض ۱۲۰ گز سے بڑھ کر ۱۵۰ گز ہو گیا تھا (تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف (تاریخ مسجد نبوی شریف))

حضرت عثمانؓ کا سب سے بڑا کارنامہ عالم اسلام کو ایک مصحف (قرآن مجید) اور ایک قرات پر جمع کرنا تھا اس متفقہ مصحف کو لکھوا کر تمام ممالک اسلامیہ میں شائع کرایا گیا اور قرآن کریم کی ایک ہی قرات پر پورے عالم اسلام کو متفق کر دیا گیا حضرت عثمان غنیؓ کے اس عظیم کام کی وجہ سے امت میں ان کا ایک لقب جامع القرآن بھی مشہور ہوا حضرت ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ مصحف کی کاپیاں کرائیں اور ملک، مکہ مکرمہ مدینہ منورہ، یمن، شام، بصرہ، مصر، اور کوفہ میں ایک ایک کو محفوظ کر دیا گیا مصحف عثمان کے ان نسخوں میں سے اس وقت چار نسخے دنیا میں آج تک اپنی اصل شکل میں محفوظ ہیں (۱) حجرہ نبوی کا نسخہ (۲) آثار نبویہ استنبول کا نسخہ (۳) کتاب خانہ مصر کا نسخہ اور (۴) کتاب خانہ ماسکو کا نسخہ۔

کئی غیر مسلم اقوام اور علاقوں کو عیسائیوں اور یہودیوں کی سازشوں کی وجہ سے کچھ عرب قبائل کی باہمی چپقلش اور معاشرے میں پیدا ہونے کی بہت خوشحالی کی بناء پر فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا چلا گیا مزید آں حضرت عثمانؓ کی فطری نرم دلی اور ان کے مزاج میں حلم و بردباری نے بھی سازشوں کو دلیر بنا دیا تھا ان سازشوں کا مرکز کوفہ، بصرہ اور مصر تھے

ان سازشوں میں بہت سے لوگ شریک ہو گئے تھے مگر سازشوں کا سرغنہ ایک یہودی عبداللہ بن سبا تھا کہ 35ھ کے آخر میں باغیوں نے مدینہ طیبہ کا رخ کر لیا حج کے باعث مدینہ تقریباً خالی تھا پہلے حضرت عثمان کے مسجد میں آنے کو دشوار کر دیا گیا پھر ان کے مکان کا محاصرہ کر لیا گیا حضرت عثمانؓ نے مخلص صحابہ کو باغیوں کا مقابلہ کرنے سے یہ فرما کر روکا کہ میں مدینہ منورہ میں کشت وخون سے تم کو باز رکھتا ہوں۔

حضرت عثمان نے اپنی زندگی کی آخری شب رسول اکرم کو خواب میں دیکھا کہ حضور فرما رہے ہیں کہ عثمان! ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا بالآخر 18 ذی الحجہ کو 35ھ بروز جمعہ چند بدبخت باغیوں نے حضرت عثمان کے گھر میں گھس کر تیسرے خلیفہ کو اس وقت شہید کر دیا جب وہ تلاوت قرآن میں مصروف تھے اس وقت حضرت عثمان کی عمر 82 سال تھی اور مدت خلافت تقریباً 12 سال تھی جس قطعہ زمین میں دفن کیے گئے وہ حضرت عثمان نے ہی خرید کر جنت البقیع کے قبرستان میں شامل کر دیا تھا اللہ تعالیٰ ان کی لحد پر ہمیشہ شبنم افشانی کرے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے آمین

جوڑا نور کا

اس جوڑے سے سیدہ رقیہ و سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما مراد ہیں جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے اسی لیے سیدنا عثمان کا لقب ذوالنورین ہے دو نور والے یعنی نور اول سیدہ رقیہ اور نور دوم سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہم۔

لطیفہ:۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں نور اور آپکے داماد عثمان ذوالنورین ماننا عین اسلام ہے لیکن وہابی مذہب میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور ماننا شرک

رسا ذاللہ! تعجب ہے بلکہ افسوس ہے۔

رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں ان کی ولادت واقعہ فیل سے تینتیسویں برس میں ہے اور سیدہ زینب کی ولادت کے تین سال بعد ولادت ہے زبیر بن بکار، وغیرہ نے کہا کہ سیدہ رقیہ حضور اکرم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں اس قول کی تصحیح، جرجانی اور نسابہ کی ایک جماعت نے کی ہے مگر اصح وہی ہے جس پر اکثر اہل سیر ہیں وہ یہ کہ سیدہ زینب سب سے بڑی صاحبزادی ہیں سیدہ رقیہ عہد نبوت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں اور ان کی بہن سیدہ ام کلثوم اس عتبہ کے بھائی عتیبہ کی زوجیت میں تھیں ایسا ہی مواہب لدنیہ میں ہے اکثر کتابوں اور جامع الاصول میں اول عتبہ بصیغہ مکبر اور ثانی عتیبہ بصیغہ مصغر آیا ہے اور روضتہ الاحباب میں اس کے برعکس مروی ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہی اکثر کتابوں میں ہے اس لیے کہ عتیبہ کا مسلمان ہو کر مقبول الاسلام بن کر صحابہ کی گنتی میں شمار ہوا ہے اور وہ جو حضور اکرم کی بددعا کا قصہ ہے جس کے بارے میں حضور اکرمؐ کی بددعا مستجاب ہوئی اور اسے شیر نے پھاڑ کر قتل کیا وہ اس کا بھائی عتبہ ہے (بالاتفاق) بہرحال، جب سورہ تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی تو ابو لہب نے عتبہ سے کہا اے عتبہ تیرا سر عام حرام ہے مطلب یہ کہ میں تجھ سے بیزار ہوں اگر تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کو اپنے سے جدا نہ کرے اس پر

اس نے جدائی کر لی علیحدہ ہو گیا۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ قریش نے حضرت ابو العاص کو بھی حضور اکرم کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جدا کر دینے پر اُبھارا انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں ہرگز حضور اکرم کی صاحبزادی کو جدا نہ کروں گا اور نہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان کے عوض قریش کی کوئی اور عورت ہو اس کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں کر دیا اور حضرت عثمان نے ان کے ساتھ دو ہجرتیں فرمائیں ایک حبشہ کی طرف دوسری حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان میں فرمایا حضرت لوط علیہ السلام کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی طرف ہجرت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حسن رفیع اور جمالِ کریم کے مالک تھے دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان کا سیدہ رقیہ کے ساتھ نکاح زمانہ جاہلیت میں ہوا تھا مگر اور تمام اہل سیر نے بعد اسلام بیان کیا ہے۔

منقول ہے کہ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی تو عورتیں روتی تھیں مگر حضور اکرم نے ان کو اس سے منع نہ فرماتے تھے سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھی ہوئی روتی تھیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی چادر مبارک کے کنارہ سے ان کی چشم مبارک سے آنسو پونچھتے تھے اس کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

سے سیدہ رقیہ کی تعزیت کی گئی تو فرمایا الحمد للہ دفن البنات من المکرمات "اس حدیث معلوم ہوتا ہے کہ میت پر رونا رحمت و رقت کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ میت کے فقدان یعنی رخصت ہو جانے کی وجہ سے کیونکہ یہ تو تقدیر الٰہی سے واقع ہوتا ہے یہ سب روایتیں اس تقدیر پر ہیں جبکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سیدہ رقیہ کی وفات کے وقت موجود ہوں لیکن صورت یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کے وقت بدر میں تشریف فرما تھے جیسا کہ مشہور ہے لہٰذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعات سیدہ زینب یا سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما سے متعلق ہوں گے اور راوی نے وہم کی بنا پر سیدہ رقیہ کا نام لے لیا ہوگا اور اگر یہ واقعہ ثابت ہو جائے کہ سیدہ رقیہ کے واقعات ہیں تو ہم کہیں گے کہ ممکن ہے کہ غزوۂ بدر کی واپسی کے بعد جب حضور اکرم سیدہ رقیہ کی قبر انور پر تشریف لائے ہوں اس وقت یہ واقعات رونما ہوئے ہوں (واللہ اعلم) اگرچہ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ حضور اکرم ان کی وفات کے دنوں کے نزدیکی زمانہ میں تشریف لائے۔

سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سیدہ ام کلثوم، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی تھیں جو عتبہ بن ابولہب کی زوجیت میں تھیں اہل سیر کہتے ہیں ان کا اپنا نام معلوم نہ ہو سکا بعض لوگ آمنہ بتلاتے ہیں منقول ہے کہ عتبہ نے جب سیدہ ام کلثوم سے جدائی کی تو وہ بارگاہ رسالت میں آیا اور کہنے

لگا میں کافر ہوا آپ کے دین سے اور نہ آپ کا دین مجھے محبوب ہے اور نہ آپ ہی مجھے پیارے ہیں اور اس بدبخت نے حضور اکرم سے زیادتی کی اور آپ کی قمیض مبارک کو چاک کر دیا ایک روایت میں آیا ہے کہ اس نے کہا هو یکفر بالذی دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی" ظاہر ہے کہ اس نے یہ الفاظ سورہ والنجم سے حاصل کیے چونکہ مکہ مکرمہ میں ان دنوں یہ سورہ مبارکہ نازل ہو گئی تھی اہل سیر کہتے ہیں کہ اس ملعون نے اتنی گستاخی کی کہ اس نے اس ناپاک منہ کا تھوک حضور اکرم کی جانب پھینکا کہا کہ میں نے رقیہ کو طلاق دیدی حضور اکرم نے فرمایا اللھم سلط علیہ کلبا من کلابک" اے خدا اس ملعون پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے اہل سیر کہتے ہیں کہ ابو طالب اس وقت مجلس میں حاضر تھے انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ تجھے کون سی چیز حضور اکرم کی دعا کے تیر سے بچا سکے گی یہ ملعون تجارت کی غرض سے شام کی طرف جا رہا تھا راہ میں جب اس نے ایک ایسی منزل میں پڑاؤ ڈالا جہاں درندے تھے تو ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا آج کی رات تم سب ہماری مدد کرو کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی دعا میرے بیٹے کے حق میں آج کی رات اثر کرے اس پر سب نے اپنے اپنے بوجھوں کو اکٹھا کیا اور نیچے اوپر کر کے چنا اور ان بوجھوں کے اوپر عتبہ کے سونے کے لیے جگہ بنائی اور اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال کے بیٹھ گئے اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کیا

ایک شیر آیا اور اس نے ایک ایک کے منہ کو سونگھا اور کسی سے اس نے تعرض نہ کیا پھر اسی نے جست لگائی اور عتبہ پر پنجہ مارا اور اس کے سینے کو پھاڑ ڈالا ایک روایت میں ہے کہ عتبہ کی گردن کو دبوچا

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو، ہجرت کے تیسرے سال حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، سے تزوج فرما دیا اور فرمایا یہ جبرئیل علیہ السلام کھڑے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں ان کو تمہارے حبالۂ عقد میں دیدوں۔

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ہجرت کے نویں سال وفات پائی حضور اکرمؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر انور کے پاس بیٹھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور فرمایا

تم میں کوئی ایسا ہے جس نے آج رات اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو اس پر حضرت ابوطلحہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں ہوں فرمایا ان کی قبر میں اترو بعض شارحین نے کہا ہے کہ حضور اکرمؐ کا یہ فرمانا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پر تعریض تھا کیوں کہ انہوں نے اس رات اپنی باندی سے جماع کیا تھا بایں سبب کہ سیدہ ام کلثوم کی علالت نے طول کھینچا تھا جب وہ بے طاقت ہوگئے تو اپنی باندی کے پاس گئے اور جماع کیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان سے فرمایا اگر میرے پاس تیسری صاجزادی ہوتی تو اسے بھی تمہارے نکاح میں دے آتا ایک روایت

ہیں ہے کہ اگر دس صاجزادیاں ہوتیں تو ہیں ان کو یکے بعد دیگرے دیتا جاتا اور وفات پاتی رہتیں۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا عرصہ تک حضرت ذوالنورین کی زوجیت میں رہیں لیکن ان سے کوئی فرزند نہ ہوا بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دو فرزند متولد ہوئے لیکن زندہ نہ رہے نیز سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے بھی کوئی فرزند زندہ نہ رہا چنانچہ پہلی ہجرت بجانب حبشہ میں ان کا حمل ساقط ہوا اس کے بعد ایک اور فرزند پیدا ہوا جب دو سال کا ہوا تو ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماری اور وہ فوت ہو گئے لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صاجزادیوں سے کوئی فرزند زندہ نہ رہا دوسری بیویوں سے اولاد پیدا ہوئی جو باقی و زندہ رہی (واللہ اعلم)

> کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
>
> مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا

حل لغات

نگینہ: قیمتی پتھر، جواہرات

شرح

کس کے اوجھل ہونے نے نوری آئینہ کو اندھا غیر شفاف کر دیا تمام نوری

جواہرات چشم بنیاد دیکھنے پرکھنے والی آنکھیں تلاش کرتے پھرتے ہیں

اب کہاں وہ تابشیں کیسا وہ تڑکا نور کا ۳۹ مہر نے چھپ کر کیا خاصہ دھندلکا نور کا

حل لغت تابشیں نور کا فروغ، اجالا، تابش کی جمع روشنی تڑکا صبح صادق پو پھٹنا بھور بہت سویرا۔ خاصہ کافی، خوب۔ دھندلکا غروب آفتاب کے بعد مغرب کی سیاہی منہ اندھیرا۔

شرح اب وہ نور کا فروغ نورانی صبح کا اجالا کہاں سراج منیر (چمکتے سورج) نے غروب ہوکر (وصال فرماکر) نور کی نورانیت کو اچھا خاصا دھندلا کر دیا۔

یعنی حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال پر اندھیرا چھا گیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے حالات سے ظاہر ہے آپکے وصال نامہ میں سے ظاہر ہے

آپکے وصال نامہ میں سے مختصر حالات ملاحظہ ہوں

؎ فقیر کا رسالہ وصال نامہ میں تفصیل دیکھئے۔

آغاز مرض الوصال

غزوہ سرایا میں آخری سریہ جیش اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

کا ہے اس لشکر کو پیر کے دن ۲۶ ماہ صفر سلہ اُنہی کی جانب جو دیارِ روم میں سے ہے اور حضرت زید کے والد کی شہادت گاہ لشکر موتہ میں تھی امیر بنایا تاکہ وہ وہاں کے لوگوں سے جنگ کریں اور ان کے گھروں کو آگ لگائیں اور جانے میں جلدی کریں تاکہ ان کی خبر پہنچنے سے پہلے خود سروں پر پہنچ جائیں روانگی سے پہلے جاسوسوں اور طلائع کو بھیجا جائے اور راہبروں کو ساتھ لیا جائے اسی فکر میں تھے کہ بدھ کے دن ۲۸ صفر کو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم علیل ہو گئے اور بخار و دردِ سر عارض ہوا دوسرے دن علیل ہونے کے باوجود اپنے دست مبارک سے علم تیار کر کے دیا اور فرمایا اغز بسم اللہ وفی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ بسم اللہ کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور خدا کے کافروں سے قتال کرو حضرت اسامہ نے علم لیا اور باہر روانہ ہو گئے اور یہ علم انہوں نے بریدہ بن حصیب کے سپرد کیا تاکہ وہ لشکر کے علمبردار ہوں اور مقام جرف میں پڑاؤ کیا تاکہ وہاں لشکرِ اسلام مجتمع ہو جرف ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ کے قریب ہے جرف کے اصلی معنیٰ پانی کھود کر نکالنے کے ہیں اور دربار رسالت سے یہ حکم عالی صادر ہوا کہ اعیانِ مہاجرین و انصار مثلاً حضرت ابوبکر و عمر فاروق عثمان ذو النورین، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن جراح وغیرہ بجز علی مرتضیٰ الکرم کے رضی اللہ عنہما اجمعین حضرت اسامہؓ کے ہمراہ جائیں اور

حضرت علی مرتضیٰ کو ہمراہ نہ کیا بعض لوگوں کے دلوں میں بات کھٹکتی تھی کہ ایک غلام کو اکابر مہاجرین و انصار پر امیر مقرر فرمایا اس قسم کی گفتگو ذاتی مجلسوں میں ان سے ظہور میں آئیں جب یہ خبریں حضور اکرمؐ کی سمع شریف میں پہنچیں تو یہ باتیں آپ کی خاطر مبارک پر گراں گزریں اور غصہ آیا تپ و دردِ سر کے باوجود پیشانی مبارک پر پٹی باندھ کر باہر تشریف لائے ممبر شریف پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا فرمایا اے لوگو! تم اسامہ کو اپنے اوپر امیر بنائے جانے سے انحراف کر کے کیسی چہ میگوئیاں کرتے ہو تم نے غزوہ موتہ میں ان کے والد کے امیر بنائے جانے پر باتیں بنائی تھیں خدا کی قسم وہ امارت کے سزاوار و مستحق ہیں اور ان کے والد بھی امارت کے سزاوار و مستحق تھے میرے نزدیک زید بھی لوگوں میں بہت محبوب تھے اور ان کے فرزند اسامہ بھی ان کے بعد لوگوں میں مجھے زیادہ محبوب ہیں دونوں سے مجھے پیار ہے اب میری وصیت ان کی شان میں بخوبی قبول کرو وہ یہ ہے کہ وہ تم میں سپہ سالار ہے اور اس کے بعد آپ منبر سے اتر کر کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔

(فائدہ) مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت اسامہؓ کو دیکھتے تو فرماتے السلام علیک ایہا الامیر" حضرت اسامہؓ عرض کرتے غفر اللہ لک یا امیر المومنین آپ مجھے امیر فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ تمہیں امیر کہہ کر مخاطب کرتا رہوں گا اور فرمایا کرتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس جہان سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ تم

سب پر امیر تھے حالانکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت اٹھارہ یا انیس سال کی تھی بعض بیس بتاتے ہیں۔

(فائدہ) یہ واقعہ دسویں ربیع الاوّل کا تھا اور اسی دن وہ جماعتیں جو حضرت اسامہ کے ساتھ جانے پر مامور تھیں فوج در فوج آکر اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر لشکر گاہ میں پہنچ رہی تھیں اسی دن حضور اکرمؐ کا مرض بہ نسبت اور دن کے زیادہ تھا حضور اکرمؐ فرماتے تھے کہ جیش اسامہ کو روانہ کرو گیارہ ربیع الاوّل کو حضرت اسامہ اپنے لشکر کے ساتھ حضور اکرمؐ سے رخصت ہونے کے ارادہ سے آئے اور حضور اکرمؐ کے سرہانے کھڑے ہو گئے اور اپنے سر کو جھکا کر حضور اکرمؐ کے سر مبارک اور دستِ مبارک کو بوسہ دیا حضور اکرمؐ پر مرض کی شدت کا اتنا غلبہ تھا کہ بولنے کی طاقت نہ تھی لیکن حضور اکرمؐ نے اپنے دستِ مبارک کو آسمان کی جانب اٹھا کر حضرت اسامہ پر اتارا حضرت اسامہ فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ میرے لیے دعا فرما رہے تھے اس کے بعد اسامہ حضور اکرمؐ کے حجرۂ شریف سے باہر آ گئے اور لشکر گاہ میں چلے گئے صبح کو سوموار کے دن پھر آئے اس وقت حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض میں کچھ کمی تھی اسامہؓ کو رخصت کیا اور فرمایا "اُغز علیٰ برکۃ اللہ" خدا کی برکت کے ساتھ جہاد کرو حضرت اسامہؓ حضور اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق لشکر گاہ چلے گئے اور حکم دیدیا کہ کوچ کیا جائے جب چاہا کہ خود سوار ہوں تو ان کی والدہ ام ایمن نے پیغام بھیجا کہ رسول خدا صلے

اللہ علیہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں اسامہ لوٹ آئے اور اشراف صحابہ بھی واپس آ گئے حضرت عمر فاروق وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں ہی تھے حضرت بریدہ بن حصیب نے علم حضور اکرمؐ کے دروازہ پر نصب کر دیا جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہو چکے تک اور امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت قرار پا گئی تو حکم دیا کہ حضرت اسامہ کے گھر کے دروازہ پر علم نصب کر دو تاکہ جو لشکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے روانہ ہو۔ اور جو حکم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا ہے نافذ ہو اس کے بعد حضرت اسامہ باہر نکلے اور منزل جرف میں قیام کیا تاکہ لوگ جمع ہوں اسی اثنا میں مدینہ منورہ میں قبائل عرب کے مرتد ہونے کی خبریں پہنچیں بعض لوگوں نے رائے دی کہ جب تک مرتدین کے فتنہ سے اطمینان نہ ہو جائے اس وقت تک لشکر اسامہؓ کو موقوف رکھنا بہتر ہو گا مبادا کہ جب وہ یہ سنیں گے کہ لشکر قوی تو مدینہ منورہ سے باہر گیا ہوا ہے وہ دلیر ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہو جائیں اور اہل مدینہ سے جنگ کریں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے قبول نہ فرمائی آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ لشکر اسامہ کے بھیجنے سے میں مرتدوں کا لقمہ بن جاؤں گا تب بھی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف ورزی کو جائز نہ رکھوں گا لیکن تم اسامہ سے درخواست کرو کہ وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اجازت دیدیں کہ وہ میرے پاس رہیں اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق

رضی اللہ عنہ کے پاس رہ جانے کی اجازت دیدی۔

جب ماہ ربیع الآخر آگیا تو حضرت اسامہ نے ابنی کی جانب روانگی فرمائی اور وہاں کے لوگوں پر غلبہ و فتح حاصل کیا اور ان کے بہت زیادہ لوگوں کو قتل کیا اور کچھ اشجار و منازل، باغات اور کھیتوں کو جلایا اور اپنے والد کے قاتل کو قتل کیا اور بکثرت مالِ غنیمت لے کر واپس آگئے اس لشکر کا مکمل سفر چالیس دن کا تھا۔

وصال کی خود خبر دی

یاد رہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جو آخری حج فرمایا احکام دین تعلیم فرمانے کے بعد اس جہان سے اپنی رحلت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو وداع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ شاید آئندہ سال میں تم میں نہ ہوں اسی بنا پر اس حج کو حجۃ الوداع سے موسوم کیا گیا اور اس آیۂ کریمہ کا نزول بھی اسی طرف مشیر ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (الآیۃ) جیسا کہ گذرا نیز حجۃ الوداع کے وقت منیٰ کے دنوں میں سورۂ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی جب یہ سورۃ نازل ہو رہی تو حضور علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے فرمایا مجھے پیام دے رہے ہو کہ مجھے اس جہان سے جانا چاہیے جبریل علیہ السلام نے عرض کیا غم نہ کیجیے

وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ " اور یقیناً آپ کے لیے آخرت بہ پہلی سے بہتر ہے اسکے بعد سید عالم سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ اکمل التسلیمات آخرت کے کاموں میں بہت جدوجہد فرمانے لگے اس سورۂ مبارکہ کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم کا اکثر ذکر

بحکم امر الٰہی تعالیٰ وتقدس تھا فرمایا. بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا، یہ کلمات مبارک تھے کہ سبحانک اللھم وبحمدک اللھم اغفرلی انک انت التواب الرحیم صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وجہ ہے کہ یہ کلمات مبارکہ آپ کی زبان اقدس پر بہت جاری ہیں فرمایا جان لو اور آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے عالمِ بقا کی طرف بلایا گیا ہے اور تسبیح وتحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور گریہ کناں ہو گئے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ موت سے گریہ کناں ہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے آپ کو گذشتہ وآئندہ سب سے مغفور فرما دیا ہے فرمایا فاین اول المطلع واین ضیق القبر وظلمۃ اللحد واین القیامۃ والاھوال یہ فرمانا امت کے لیے تنبیہ ہے کہ انہیں ان بلاؤں اور مشقتوں سے گزرنا ہوگا ورنہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حال اس سے ارفع واعلیٰ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے ہمیں اپنی وفات کی خبر دی اور خواصِ اصحاب کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بلایا اور جب آپ کی نظر مبارک ہم پر پڑی تو گریہ فرمایا حضور اکرمؐ کا یہ گریہ فرمانا ان صحابہ کرام پر انتہائی شفقت ورحمت اور شدت تصورِ الم فراق سے تھا جو ان حضرات کو لاحق ہوگا اس وقت فرمایا مرحبا بکم وحیاکم اللہ بالسلام حفظکم اللہ جبرکم اللہ رفعکم اللہ ھداکم

وفقکم اللّٰہ آواکم اللّٰہ وقاکم اللّٰہ سمکم اللّٰہ
یہ دعا اگرچہ بظاہر متوجہ بجانب صحابہ کرام ہے جو حاضر بارگاہ اقدس
تھے لیکن حقیقت میں راجع تمام امت پہ ہے اور اس دعا میں سب
کو ہی شامل فرمایا گیا ہے اور شریعت کے تمام خطابات کا بھی یہی
حکم ہے کہ اس میں تغلیب حاضر بر غائب ہے اور فرمایا" میں تمہیں
تقویٰ اور خوفِ خدا کی وصیت کرتا ہوں اور تم سب کو خدا کے سپرد کرتا
ہوں اور اپنا خلیفہ بناتا ہوں اور میں تمہیں خدا کے غضب سے ڈراتا
ہوں کیوں کہ میں تم میں" نذیر مبین) ہوں یعنی خوب ظاہر طور پہ ڈرانے
والا اور چاہیے کہ علو و عتو اور تکبر حق تعالیٰ پر بندوں اور شہروں
پر نہ کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تلک
تجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا
فساد وہ دار آخرت ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے
بنایا ہے جو زمین میں نہ علو و تکبر کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے
ہیں اور آخرت متقیوں کے لیے ہے۔

دراقی نے روایت کیا ہے کہ جب سورۂ "اذا جاء نصر
اللّٰہ والفتح" نازل ہوئی اور حضور اکرمؐ نے سیدہ فاطمۃ
الزہرا کے سامنے پڑھا تو حضور اکرمؐ نے فرمایا" مجھے رحلت کی
خبر دی گئی ہے اس پر سیدہ فاطمہ رونے لگیں پھر فرمایا روؤ
نہیں اہل بیت میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی پھر سیدہ فاطمہ
رونے لگیں پھر فرمایا روؤ نہیں اہل بیت میں تم سب سے پہلے
مجھ سے ملو گی پھر سیدہ فاطمہ ہنسنے لگی صحیح یہ ہے کہ یہ قصہ ایام مرض

کا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا برابر ہر سال دور فرمایا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ جبریل نے دور کیا یہ بھی حضور اکرمؐ کے اس جہان سے رحلت فرمانیکی ایک علامت تھی بعض روایتوں میں سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے رونے اور ہنسنے کا قصہ اسی کے تحت ذکر کیا گیا ہے ہر سال حضور اکرمؐ رمضان مبارک میں عشرہ اخیرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے لیکن اس سال حضور اکرمؐ نے دو آخری عشرہ کا یعنی دسویں رمضان سے چاند رات تک کا اعتکاف فرمایا اور حضور اکرمؐ نے شہداء احد پر ان کی شہادت کے آٹھ سال بعد نماز پڑھی جس طرح کہ بطریق وداع کرنے کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد ممبر پر تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارا پیشرو ہوں اور تم پر شہید ہوں اور تمہاری شہادت کا امانت دار ہوں اور میں تمہیں اپنے حوض پر بھی دیکھ رہا ہوں جہاں کہ میں کھڑا ہوں گا بلاشبہ مجھے زمین کے خزانوں کے قبضہ میں کرنے کی بشارت ہے اسی لیے فرمایا میں اس سے خوف نہیں رکھتا کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہو گے لیکن میں خوف رکھتا ہوں کہ تم پر دنیا غالب آئے گی اور تم اسی کے شائق ہو گے اور فتنہ میں پڑو گے اور ہلاک ہوں گے جس طرح کہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جو تم سے پہلے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ ممبر شریف پر تشریف فرما ہوئے فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ کو دو چیزوں میں سے ایک کو پسند کرنے کا اختیار دیا وہ یا تو دنیاوی زندگی اور اس کی زیب وزینت اور مال ودولت اختیار کرے یا وہ جو حق تعالیٰ کے پاس آخرت کا اجر وثواب ہے تو اس بندے نے آخرت کو اختیار کیا جو حق تعالیٰ کے پاس ہے اور دنیا کی طرف رغبت نہ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس خبر کے سنتے ہی رونے لگے یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ قربان ہوں لوگوں نے کہا اس شیخ کو دیکھو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تو کسی کا حال بیان فرمارہے ہیں اور یہ روتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! حالانکہ حضور اکرمؐ اپنے حالِ مبارک کی خبر دے رہے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس حال سے ان سب سے زیادہ دانا وفہمیدہ تھے اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا اور نیکی کرنے والا اپنے مال اور صحبت اور رفاقت سے ساتھ دینے والا وہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بنانے والا ہوتا تو میں صدیقؓ کو اپنا خلیل بناتا لیکن خدا کے سوا میرا کوئی خلیل نہیں اخوتِ اسلامی باقی ہے خلیل جگری دوست کو کہتے ہیں جس کی دوستی دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو اور فرمایا مسجد میں کھلنے والا کوئی دریچہ باقی نہ رکھا جائے سوائے ابوبکر صدیقؓ کے دریچہ کے۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ اس کلام میں خصوصیت کے ساتھ حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ ہے اور یہ ارشاد عالی، مرض وفات میں وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا دیگر روایتوں میں اختیار دینے کا قصہ ایام مرض میں آیا ہے صحابہ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی اجل کب ہے؟ فرمایا خدا کی طرف لوٹنے، جنت الماویٰ، سدرۃ المنتہیٰ پہنچنے، رفیق اعلیٰ سے ملنے، کاس اوفیٰ یعنی جام طہور پینے اور دائمی عیش پانے کا وقت بہت نزدیک آگیا ہے۔

ماہ صفر کا آخری ہفتہ

اسی سال کے آخر ماہ صفر میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بقیع کے قبرستان والوں کے لیے استغفار فرمائیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات حضور اکرم میرے یہاں تشریف فرما تھے اور میں سو رہی تھی جب میری آنکھ کھلی تو میں نے حضور اکرمؐ کو بستر استراحت پر آرام فرما نہ پایا میں حضور اکرمؐ کے عقب میں چلی میں نے دیکھا کہ حضور اکرمؐ بقیع میں داخل ہوئے اور فرمایا السلام علیکم دار قوم مومنین واتاکم ما توعدون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون ایک روایت میں ہے فرمایا انتم لنا فرط وانا بکم لاحقون اللھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم اللھم اغفر لاھل بقیع الغرقد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے روانہ ہوئے میں بھی حضور اکرمؐ کے عقب میں چلی اس غیرت کی بنا پر کہ شاید حضور اکرمؐ

اپنی کسی اور زوجہ کے یہاں تشریف لے جائیں یہاں تک کہ حضور اکرم بقیع پہنچے اور بہت دیر کھڑے رہے دو تین مرتبہ دستہائے مبارک کو اٹھا کر دعا فرمائی اور واپس ہوئے اور میں بھی واپس آ گئی اور میں حضور اکرم کے پہنچنے سے پہلے گھر میں داخل ہو گئی اور لیٹ گئی میرے بعد حضور اکرمؐ بھی تشریف لے آئے جب حضور اکرمؐ نے میری سانس کا پھولنا اور اضطراب کا اثر مشاہدہ فرمایا تو فرمایا اے عائشہؓ کیا حال ہے کیا ہوا اور کیوں مضطرب نظر آتی ہو میں نے صورت حال عرض کی فرمایا" وہ سایہ جو میں اپنے آگے دیکھ رہا تھا شاید تم تھی!۔

میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! اس پر حضور اکرمؐ نے نرمی کے ساتھ اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پہ ملا اور فرمایا تم نے یہ گمان کیا کہ خدا اور رسول خدا تمہارے حق میں ظلم کرے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا سے کوئی چیز چھپی نہیں ہے بات ایسی ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا لیکن معذور رکھئے میں کیا کرتی انسانی خصلت ہی ایسی ہے جو مجھے لاحق ہوئی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے حضرت عائشہ سے فرمایا" شیطان نے تمہیں اس پر ابھارا" سیدہ عائشہؓ نے عرض کیا" کیا میرا بھی کوئی شیطان ہے فرمایا ہر شخص کے لیے شیطان ہے حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کیا آپؐ کو بھی ہے؟ فرمایا ہے لیکن میرا شیطان اسلام لے آیا ہے اس کے بعد حضور اکرمؐ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور دروازہ کے باہر سے انہوں نے آواز دی چونکہ جبریل علیہ السلام کی عادت

ہے کہ جب تم اپنے جسم سے لباس اتارے ہوئے ہوتی ہو تو وہ اندر نہیں آتے اور میں نے خیال کیا کہ میں تمہیں بیدار نہ کروں تاکہ تم پریشان نہ ہو پھر جبریل علیہ السلام وحی لائے کہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لیے استغفار کریں دعا کے الفاظ اس روایت میں اس طرح ہیں کہ السلام علیکم دار قوم مومنین انا وایاکم متواعدون غدا مواکلون ، نیز مروی ہے السلام علیکم یا اھل القبور ویغفر اللہ لنا ولکم انتم لنا سلف ونحن بالاثر یہ پندرھویں شعبان میں بھی مروی ہے کہ اس رات میں زیارتِ قبور مسنون ہے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو موہبہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نے ایک رات مجھ کو بیدار کیا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ اہل بقیع کے پاس جاؤں اور ان کے لیے استغفار کروں پھر مجھے ہمراہ لیا اور بقیع تشریف لاکر بہت دیر تک ٹھہرے استغفار فرماتے رہے اور ان کے لیے ایسی دعا فرمائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ میں بھی ان اہل قبور میں سے ہوتا اور اس دعا سے مشرف ہوتا اس کے بعد فرمایا السلام علیکم یا اہل القبور تمہیں وہ نعمتیں مبارک ہوں جن میں تم صبح کرتے ہو اور جن میں تم رہتے ہو اور تم ان فتنوں سے دور ہو جن میں لوگ مبتلا ہیں اور حق تعالیٰ تم کو ان سے نجات دے دی ہے اور خلاصی فرما دی ہے بلاشبہ ان پر سیاہ رات کی مانند فتنے امنڈ امنڈ کر آئیں گے اور اس کا آخری کنارہ اول

کے ساتھ ملا ہوگا اور پے در پے آئیں گے ان فتنوں کا آخری کنارہ پہلے سرے سے بدتر ہے اس کے بعد فرمایا اے موہبہ دنیا کے خزانوں کی کنجیاں مجھے پیش کی گئیں اور مجھے اس کے درمیان مخیر کیا گیا کہ اگر چاہوں تو میں دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہوں یہاں تک کہ جنت میں مراتب و درجات پاؤں یا پھر یہ کہ اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کروں اور اس کی طرف چلنے میں جلدی کروں میں نے اپنے رب کی ملاقات کو ہی اختیار کیا موہبہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کچھ عرصہ دنیا میں اور اقامت فرمائیے اس کے بعد جنت میں جائیے تاکہ آپ کی بدولت ہم بھی آسودہ رہیں فرمایا اے موہبہ! نہیں میں نے اپنے رب کی ملاقات کو اختیار کر لیا ہے ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد ان صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے جو موجود تھے اور فرمایا دنیا سے گزر جانے والے تم سے بہتر ہیں" صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ہمارے بھائی ہیں جس طرح وہ ایمان لائے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لائے ہیں انہوں نے بھی انفاق کیا ہے ہم بھی کرتے ہیں وہ بھی چلے گئے ہیں ہم بھی چلے جائیں گے ان کو ہم پر فوقیت کیسے ہے فرمایا وہ دنیا سے گزر گئے ہیں اور دنیا میں اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا اور میں نہیں جانتا کہ تم میرے بعد کیا کرو گے اور تمہارے درمیان کتنے فتنے سر اٹھائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک دن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لے گئے

اور فرمایا اے کاش! ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم میرے اصحاب ہو میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ میں ان کا فرط یعنی پیش رو ہوں گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت میں وہ لوگ پیدا ہوں گے اور آپ نے ان کو دیکھا نہیں ہے آپ روزِ قیامت ان کو کس طرح پہچانیں گے تو فرمایا تم میں سے کسی کے پاس بہت سے گھوڑے ہوں کچھ گھوڑے سفید ہوں اور کچھ سیاہ کیا تم اپنے گھوڑوں کو دوسروں سے نہ پہچانو گے اور فرمایا روزِ قیامت میرے امتی اس حال میں اٹھیں گے کہ ان کے چہرے اور منہ آثار وضو سے تاباں ہوں گے جس طرح کہ زیارت بقیع اور ان کے استغفار کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے اس طرح شہدائے احد کی زیارت اور ان کے لیے دعا کرنے کے بارے میں مامور ہونا بیان کیا گیا ہے

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک رات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ بقیع تشریف لے جا کر ان کے لیے دعا فرمائیں تو حضور اکرم تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس تشریف لے آئے اور خواب استراحت فرمائی پھر حکم ہوا تشریف لے جا کر بقیع والوں کے لیے استغفار فرمائیں پھر تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس آ کے خواب استراحت فرمائی پھر حکم ہوا تشریف لے جا کر بقیع والوں کے لیے استغفار فرمائیں پھر تشریف لے گئے اور استغفار کر کے واپس آ کے خواب استراحت فرمائی

پھر حکم ہوا کہ جاؤ شہدائے احد کے لیے دعا فرمائیے اس کے بعد حضور اکرم احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد کے حق میں دعائے خیر فرمائی جب وہاں سے واپس تشریف لائے اور احیاء و اموات کے حق میں دعا و وداع سے فارغ ہوئے تو درد سر لاحق ہوا اور علیل ہو گئے

نکتہ : اس جگہ ایک نکتہ دل میں پیدا ہوا ہے وہ یہ کہ یہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس وقت اہل بقیع اور شہدائے احد کی زیارت اور ان کے لیے دعا و استغفار اور ان کو اس طرح وداع کرنے کا حکم ہوا جیسے کہ کسی سفر میں جاتے وقت رخصت کیا جاتا ہے اس میں حکمت یہ تھی کہ چونکہ حضور اکرم کو سفر آخرت درپیش تھا اس بنا پر ایک مناسبت اور اس عالم کی جانب رجوع اور اس جہان والوں سے خاص لگاؤ پیدا ہو جائے اور جب کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے زندوں کیلئے دعا و نصیحت فرمائی ہے اور ان کو پند و نصائح سے نوازا ہے تو اموات کو بھی دعا و استغفار اور تودیع سے سرفراز فرمایا جائے

اگر کوئی یہ کہے کہ گزرے ہوئے حضرات تو عالم برزخ میں ہیں اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ابھی اس عالم میں تشریف لے جانے والے ہیں لہذا ان کو اپنے اس ارشاد سے بشارت دے رہے ہیں "انا بکم لاحقون" میں بھی تمہارے ساتھ ملنے والا ہوں ، تو وداع کا کیا مطلب ہے ! اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صورت میں وداع

تھی جیسا کہ بیان کے ضمن میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ورنہ حقیقی وداع کیسے ممکن ہے اس لیے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام اعلیٰ وارفع ہے کسی اور کو مرافقت و مصاحبت کی کہاں تاب وتواں ہو گا جس طرح کہ جنت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مخصوص مقام ہے عالم برزخ میں بھی یہی حکم رکھتا ہے (واللہ اعلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بقیع سے واپس تشریف لائے تو مجھے دردِ سر لاحق ہو گیا اور میں نے "دارا ساہ" ہائے میرا سر کہنا شروع کر دیا حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے میری تسلی کے لیے بطریق مزاح فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا نقصان ہو گا اگر مجھ سے پہلے تم اس جہان سے چلی جاؤ اور میں تمہارے سرہانے کھڑا ہوں اور تمہاری تجہیز و تکفین کا انتظام کروں اور تم پر نماز پڑھوں اور تمہیں دفن کر کے تمہارے لیے دعا و استغفار کروں اس پر حضرت عائشہ نے بھی حضور اکرم سے بطور مزاح عرض کیا میرا خیال ہے کہ آپ میرا مرنا پسند کرتے ہیں اگر میری موت واقع ہو جائے تو اسی دن کسی اور عورت کو دلہن بنا کے میرے گھر لے آئیں گے!

اس پر حضور اکرم نے فرمایا اے عائشہ! تمہارا دردِ سر تو جاتا رہے گا لیکن یہ دردِ سر جو مجھے لاحق ہے مشکل ہے کہ میں اس سے خلاصی پاؤں گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ اسی مرض میں میں اس جہان سے رحلت فرماؤں گا اور حضور اکرم نے فرمایا گویا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خوش کرنے

کے لیے فرمایا) کہ میں چاہتا ہوں کہ کسی کو ابو بکر اور ان کے فرزند عبدالرحمٰن کی طرف بھیجو کہ وہ میرے پاس آئیں اور میں ان کے ساتھ عہد کروں یعنی عہدِ خلافت تاکہ کوئی کہنے والا دعویٰ نہ کرے اور کوئی تمنا رکھنے والا تمنا نہ کرے مطلب یہ کہ حضرت ابو بکرؓ کے سوا کوئی دوسرا مدعی خلافت نہ بنے اور اس کی آرزو نہ کرے اس کے بعد میں نے کہا اس سے اللہ تعالیٰ اور مسلمان باز رکھے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض کی ابتدا حضرت میمونہ کے گھر ان کی باری کے دن میں ہوئی تھی جب مرض نے شدت پکڑی تو اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا! میں کس کے یہاں ہوں گا اور اس بات کو مکرر فرمایا حضور اکرم کا مقصد اس بات میں ایام مرض میں میں حضرت عائشہ کے یہاں رہوں ایک روایت میں ہے کہ اپنی تمام ازواج مطہرات سے صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ مشکل ہے کہ میں مرض کی حالت میں تمہارے گھروں کا پھیرا کروں اور اپنی باری کی رعایت کروں، اگر تمہاری مرضی ہو تو مجھے اجازت دیدو کہ میں عائشہ کے گھر رہوں اور اس جگہ تم سب میری تیمارداری کرو اس پر تمام ازواج مطہرات راضی ہو گئیں کہ آپ حضرت عائشہ کے گھر میں اقامت فرمائیں ایک روایت میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ بات حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر شاق ہو گی کہ آپ ہر ایک گھر کا دورہ فرمائیں اس پر تمام ازواج مطہرات راضی ہو گئیں کہ آپ حضرت عائشہؓ کے گھر اقامت فرمائیں (رضی اللہ عنہن)

اس کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ کے گھر سے اہل بیت میں سے دو شخصوں کے کندھوں پر اپنا دست مبارک رکھ کر اس طرح تشریف لائے کہ آپ کے قدم ہائے مبارک زمین پر خط کھینچتے جاتے تھے اور آپ کے سر مبارک پر کپڑا بندھا ہوا تھا آپ اس حالت میں حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لائے ایک روایت میں ہے کہ چند روز تک تو حضور اکرمؐ نے ازواج مطہرات کے گھروں کا دورہ فرمایا اور ان کی باری کی رعایت فرمائی یہاں تک کہ ایک دن حضور اکرمؐ حضرت میمونہ کے گھر رونق افروز تھے سخت دردِ سر لاحق ہوا اس پر فرمایا اب ممکن نہ رہا کہ علالت کے دوران تمہارے گھروں کا دورہ کروں تو سب نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں اقامت فرمانے پر اتفاق کر لیا ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ میں حضور اکرمؐ کی تیمارداری کا شرف پاؤں اور خدمت گزاری کا موقعہ مجھے ملے فرمایا اے ابو بکر صدیقؓ اگر میں بغیر اہل بیت کے تیمارداری کراؤں تو ان کی مصیبت زیادہ ہو جائے بلاشبہ تمہارا اجر حق تعالیٰ پر ہے اس نیت کے سبب جو تم نے کی۔

اس کے بعد حضور اکرمؐ کی علالت نے بہت شدت اختیار کر لی چنانچہ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے بستر مبارک پر ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر بار بار مضطربانہ طور پر منقلب ہوتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ اگر یہ حالت ہم میں سے کسی اور سے رونما ہوتی

تو بڑا محسوس فرماتے اور غصہ میں آجاتے۔ آپ نے فرمایا میرا مرض انتہائی سخت ہے حق تعالیٰ انبیاء وصلحاء پر ابتلا انتہائی سخت وشدید فرماتا ہے ایسا کوئی مومن نہیں ہے جسے کوئی مصیبت وایذا پہنچے حتیٰ کہ پاؤں میں کانٹا چبھے مگر یہ کہ حق تعالیٰ اس کے سبب اس کا درجہ بلند فرمائے اور اس کے گناہوں کو محو فرمائے اور فرمایا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں ہے جسے مرض وغیرہ کی تکلیف پہنچے مگر یہ کہ وہ اس کے گناہوں کو ایسا جھاڑ دے جیسے پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے پتے جھڑتے ہیں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس کی بیماری رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری سے سخت تر ہو۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے حضور اکرمؐ کو قطیفہ میں لپٹا ہوا پایا میں قطیفہ کے اوپر سے بخار کی گرمی محسوس کرتا تھا اور مجھے برداشت نہ تھی کہ میں حضور اکرم کے بدنِ اقدس پر ہاتھ رکھوں میں نے اس شدت پر تعجب کیا حضور اکرم نے فرمایا کسی کی مصیبت واذیت انبیاء علیہم السلام کی مصیبت واذیت سے زیادہ سخت وشدید نہیں ہے بلاشبہ جس طرح ان کی مصیبتیں دونی ہیں اتنا ہی ان کا اجر بھی دونا ہے اور یہ کہ حق تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو فقر ودرویشی میں اس حد تک مبتلا فرمایا کہ انہیں بجز ایک عبا کے دوسرا

لباس تک میسر نہ ہوا اسی عبا کو شب و روز پہنا کرتے تھے واضح رہنا چاہیے کہ بلا میں طوالت اور امتحان و آزمائش میں مبتلا ہونا بارگاہِ الٰہی کے مقبولوں کے ساتھ خاص ہے ان مقربان بارگاہِ الٰہی میں اعزو اعظم اور اعلیٰ و اقرب انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین ہیں جو کہ اولیاء و صلحاء امت ہیں اس میں کوئی کلام نہیں ہے جیسا کہ حدیث مبارک الامثل فالامثل " اس میں مشہور و معروف ہے لیکن بلا میں جزع و فزع اور مرض میں آہ و نالہ کا کیا حکم ہے تو اس میں کلام ہے اگر بے صبری و بے طاقتی کے لحاظ سے جزع و فزع کرنا بلا کو ناگوار اور اس سے فرار چاہنا ہے تو یہ بلا اختلاف حرام ہے اور آہ و نالہ جو بقصد اظہار غربت و بے چارگی ہو جو بندگی کے حال کے لیے لازم ہے اور شدت مرض اور اس کی سختی سے جو اضطراب و بے چینی عارض ہو یہ اور بات ہے یہ چیز جزع و فزع اور بلا سے ناگواری و فراری اور شکوہ و شکایت میں داخل نہیں ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو حضور اکرم کی حالت بیان میں مذکور ہوئی اس کے اثبات میں کافی ہے البتہ آہ و نالہ اگر عدم رضا و تسلیم سے ہو تو مکروہ اور داخل شکوہ ہوتی ہے علماء و مشائخ نے جو کراہت و شکایت کا اس پر اطلاق فرمایا ہے وہ مطلق بے صبری و بے رضائی سے مقید ہے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس قول کی تضعیف و ابطال میں صراحت فرمائی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے ان کی کراہت سے مراد خلاف اولیٰ ہو اس لیے کہ اولیٰ یہ ہے

کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہو اور نووی کے کلام میں اس لیے محل نظر ہے جب کہ بارگاہِ نبوت علی مصدرہا الصلوٰۃ والتحیۃ سے یہ بات ثابت ہونے کے بعد خلاف اولیٰ کہنا ترکِ ادب ہے تو یہ بھی ذکر کی ہی ایک قسم ہے البتہ یہ بات از روئے غفلت اور غلبۂ طبیعت کے جوش سے ہو جیسا کہ عام لوگوں اور مبتدیانِ راہ کے احوال سے رونما ہوتا ہے جو ضعفِ یقین اور قضاء سے ناگواری کے وہم کی جانب اشارہ کرتا ہے اس کو مکروہ وخلاف اولیٰ کہیں تو جائز ہے لیکن اگر جبلی اور طبعی درد والم کی خبر دینے کے طریقہ پر ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اس میں سب کا اتفاق ہے لہذا درد کے ذکر سے شکایت مراد نہیں ہے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو بظاہر خاموش بلب ہیں مگر دل میں شاکی ہیں اور بہت سے ایسے حضرات ہیں جو ظاہر میں گویا ہیں اور باطن میں راضی برضا ہیں لہذا معتمد و مشغول عملِ قلب ہے نہ کہ فعل انسان (واللہ اعلم)۔

احادیث صحیحہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیمار کی ان کلمات کے ساتھ تعویذ و استعاذہ فرماتے کہ اذھب الباس رب الناس واشف انت الشافی لاشفاء الاشفاءک شفاء لایغادر سقما ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرمؐ خود علیل ہوتے تو اپنے لیے بھی انہیں کلمات سے تعویذ فرمایا اور اپنے دست اقدس کو تمام بدن اطہر پر پھیرا اور جب حضور اکرمؐ اپنے مرض وفات میں علیل ہوئے تو میں نے یہی دعا پڑھی اور چاہا کہ حضور اکرمؐ کے ہاتھ کو

آپ کے بدن اقدس پر پھیروں تو حضور اکرم نے دست مبارک مجھ سے کھینچ لیا اور فرمایا رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلےٰ اے رب اپنی رحمت میں لے کر مجھے رفیق اعلا سے ملا دے ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا یہ تعویز مجھے اس سے پہلے نفع پہنچاتا تھا اب یہ کوئی فائدہ نہ دے گا۔

مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تمام مرضوں میں رب تعالیٰ سے صحت و یابی کی دعا مانگا کرتے تھے مگر اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی کوئی دعا نہ فرمائی بلکہ اس بات پر سختی فرماتے اور فرماتے" اے نفس تجھے کیا ہو گیا ہے کہ جو تو ہر جائے پناہ و آسائش میں پناہ تلاش کرتا ہے ارباب سیر نے ایسا ہی بیان کیا ہے لیکن ایک اور حدیث میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سوتے وقت" قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھا کرتے اور دونوں ہاتھوں پر دم فرماتے اور پھر دونوں ہاتھوں سے جہاں تک وہ جسم اقدس میں پہنچ سکتے مسح فرماتے ایک روایت میں آیا ہے کہ جب بھی علیل ہوتے ایسا ہی فرماتے اور جب حضور اکرمؐ اس بیماری سے جس میں آپ نے وفات پائی علیل ہوئے تو میں نے حضور اکرمؐ کی عادت شریفہ کے مطابق معوذتین کو پڑھ کر آپ پر دم کیا اور اپنے ہاتھوں پر دم کیا ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضور اکرمؐ کے دست اقدس پر دم کیا اس امید کے ساتھ کہ آپ کا دست اقدس حصول برکت میں عظیم تر ہے

اور اس کی برکت میرے ہاتھ سے زیادہ ہے یہ پڑھنا اور دم کرنا حصول شفا کی غرض سے نہ تھا بلکہ بطریق ورد تھا جیسے حضور اکرمؐ بہ نیت شفا بھی پڑھا کرتے تھے یا یہ ابتدائے مرض میں ہوگا قبل اس کے کہ آپ کو اس عالم میں رہنے یا اس جہان سے جانے کے درمیان اختیار دیا گیا اور آپ نے عالم آخرت کو اختیار فرمایا جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام اس علالت کے زمانہ میں بارگاہِ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاس سے آئے اور پیغام پہنچایا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں شفا دیدوں اور اس مرض سے نجات دلا دوں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو اس میں وفات دیدوں اور مستغرق دریائے رحمت فرما دوں تو میں نے یہی چاہا کہ رفیق اعلیٰ سے ملوں اور ان میں سے ہو جاؤں جن کے لیے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاہ" ایک روایت میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام سے فرمایا اے جبریل! میں نے آج اپنے آپ کو اپنے رب کے سپرد کر دیا ہے وہ جو چاہے میرے ساتھ کرے۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی علالت کی ابتداء اواخر صفر میں تھی ماہ صفر کی چند راتیں باقی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ بدھ، (چہار شنبہ) کا دن تھا۔ ایک روایت میں شروع ماہ ربیع الاول آیا ہے۔ کتاب الوفاء میں کہا گیا ہے کہ ماہ صفر کی راتیں باقی تھیں جب

مرض کی ابتداء ہوئی

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدتِ علالت میں اہل سیر کا اختلاف ہے اکثر کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیرہ۱۳ روز تھے ایک روایت میں چودہ۱۴ روز ہے اور بعض نے بارہ۱۲ روز بیان کیا ہے اور ایک گروہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ دس۱۰ روز ہیں اور یہ اختلاف ابتدائے مرض اور روز وفات میں اختلاف کی وجہ سے ہے۔

آخری صلوٰۃ الفجر

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دروازے کے پردے ہٹا کر مسجد میں لوگوں کی جانب نظر مبارک ڈالی اور ملاحظہ فرمایا کہ فجر کی نماز ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں پھر دروازے پر اسی طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی نظر مبارک ان کی طرف جمی رہی گویا کہ آپ کا روئے انور ورق مصحف ہے گویا حضرت انس نے حضور اکرم کے روئے انور کی نورانیت اور نظافت کو ورق مصحف سے تشبیہ دی اور یہ حضور اکرم کے لیے کتنی عمدہ تشبیہ ہے اس کے بعد حضور اکرمؐ نے تبسم فرمایا جب حضور اکرم کھڑے ہوئے تھے تو صحابہ نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم باہر تشریف لا رہے ہیں اس پر وہ سب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ آپ نماز کے لیے تشریف لے آئیں شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؏

نماز را بگذارم تر اسلام کنم

نماز اس لیے پڑھتا ہوں تاکہ تمہیں سلام کہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اپنی جگہ سے پیچھے آجائیں مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ رہیں اور اپنی نماز کو پورا کریں پھر دروازہ کا پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

ملک الموت کا اجازت لینا

روایات میں ہے کہ وصال سے قبل

تین روز قبل حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں آئے اور پیغام حق لائے کہ آپ کا رب تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں یہ واقعہ شنبہ کے دن کا ہے اس کے بعد ملک الموت آئے اور اجازت طلب کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام اس علالت کے زمانہ میں آئے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور عرض کیا کہ حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنے کو کیسا پاتے اور کیا حال ہے فرمایا* اے امین اللہ میں درد و الم محسوس کرتا ہوں بعض روایات میں آیا ہے کہ فرمایا اے جبریل میں غم و اندوہ محسوس کرتا ہوں دوسرے دن جبریل پھر آئے اور اسی طرح مزاج پرسی کی اور حضور اکرم نے یہی جواب مرحمت فرمایا وہ تیسرے دن آئے ان کے ہمراہ ملک الموت اور ایک اور فرشتہ جس کا نام اسمٰعیل ہے جو اپنے ستر ہزار (ایک روایت میں ہے ایک لاکھ) فرشتوں پر حاکم ہے جن میں کا ہر ایک فرشتہ، ستر ہزار یا ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے۔ وہ بھی جبریل کے ساتھ تھے عرض کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حق تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور دریافت فرماتا ہے کہ خود کو کیسا پاتے ہیں فرمایا درد والم محسوس کرتا ہوں یا رسول اللہ! یہ ملک الموت ہے اور آپ کے بعد یہ میرا عہد دنیا میں آخری ہے اور دنیا میں یہ عہد آپ کا آخری ہے آپ کے بعد میں کسی بنی آدم کے پاس نہیں آؤں گا۔ اور آپ کے بعد میں زمین پر نہیں اتروں گا اس کے بعد حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکرموت اور اس کی سختی وشدت محسوس فرمائی حضور اکرمؐ کے پاس پانی کا بھرا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا بار بار حضور اکرمؐ اپنا دستِ مبارک اس میں ڈالتے اور اپنے چہرۂ انور پر پھیرتے تھے اور فرماتے جاتے اللھم اعنی علےٰ سکرات الموت ایک روایت میں آیا ہے کہ فرماتے لا الٰہ الا اللہ ان للموت سکرات

شدت سکرات

کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر سکرات موت اتنی دشوار تھی کہ کبھی سرخ اور کبھی زرد ہو جاتے تھے اور کبھی داہنے دست اقدس سے اور کبھی بائیں دستِ اقدس سے اپنے رخسار پر انوار سے پسینہ پونچھتے جاتے تھے مسواک کا قصہ جو پہلے لکھا گیا ہے اسی وقت میں تھا جب حضور اکرم اس جہان سے سے تشریف لے گئے تو یہ کلمہ فرماتے تھے اللّٰھم ربّ اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ" سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آخری کلمہ ہے جسے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

فائدہ مواہب للدنیہ میں ہے کہ واقدی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ سب سے پہلا کلمہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حلیمہ سعدیہ کے یہاں زمانہ رضاعت میں فرمایا وہ اللہ اکبر ہے اور آخری کلمہ جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ "والرفیق الاعلیٰ" تھا۔

آخری وصیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیادہ تر وصیت علالت کے زمانہ میں نماز کے بارے میں اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں تھی یہاں تک کہ اس وقت بھی جبکہ آپ کا سینۂ انور تلجلج کر رہا تھا اور آپ کی زبانِ مبارک کام نہیں کر رہی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وصیت اس وقت جب کہ سکرات کا عالم طاری تھا یہ تھی کہ "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم"، یہاں تک کہ اسی کلمہ کے ساتھ آپ کا سینۂ انور تغرغر کر رہا تھا اور آپ کی زبان مبارک آپ کی مدد نہیں کر رہی تھی۔

وصال کی آخری ساعت مروی ہے کہ ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی پھر وہ حضور اکرمؐ کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ یا احمد حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں جو کچھ بھی آپ فرمائیں کریں آپ کی

روح قبض کروں اگر آپ اجازت دیں اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں اس میں حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے پھر جبریل علیہ السلام نے آکر عرض کیا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔
حق تعالےٰ آپکا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے ملک الموت! جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا زمین پر میرا آنا یہ آخری ہے اور دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجود گرامی تھا میں آپ کے لیے دنیا میں آتا تھا بیت ؎

رفت بر بوئے سر زلف تو حق یمن
ورنہ کے بوئے نسیم سحری بود غرض

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم کے سر مبارک کو بالیں پر رکھا اور اپنا روتے اور پیٹتی کھڑی ہو گئیں۔

طلب اجازت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن حق تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم فرمایا کہ زمین پر میرے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہو خبردار! بغیر اجازت کے داخل نہ ہونا اور بغیر آپ کی اجازت کے روح قبض نہ کرنا تو قابض ارواح نے دروازے کے باہر اعرابی کی صورت میں کھڑے ہو کر عرض کیا السلام علیکم اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ ومختلف الملائکۃ، مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں داخل ہوں تم پر خدا کی رحمت ہو اس وقت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ علیہ وسلم کی بالیں

پر موجود تھیں انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم اپنے حال میں مشغول ہیں اس وقت ملاقات نہیں فرما سکتے دوسری مرتبہ مانگی یہی جواب سنا تیسری مرتبہ اجازت مانگی اور بآواز بلند اجازت مانگی چنانچہ جتنے حضرات اس وقت گھر میں موجود تھے اس آواز کی ہیبت سے ان پر لرزہ طاری ہو گیا حضور اکرمؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے چشم مبارک کھول کر فرمایا کیا بات ہے صورت حال عرض خدمت کی گئی فرمایا "اے فاطمہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے یہ لذتوں کو توڑنے والا، خواہشوں اور تمناؤں کو کچلنے والا، اجتماعی بندھنوں کو کھولنے والا بیویوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں اور بچیوں کو یتیم بنانے والا ہے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو رونے لگیں حضور اکرمؐ نے فرمایا اے میری بیٹی! اڑو نہیں کیوں کہ تمہارے رونے سے حاملین عرش روتے ہیں اور اپنے دست مبارک سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے چہرۂ انور سے اشکوں کو پونچھا اور دلداری وبشارت فرمائی بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی وفات کی خبر اور سیدہ فاطمہؓ کے رونے اور حضور اکرمؐ کا ان کو تسلی فرماتے اور یہ کہ تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی اس کی بشارت دینے اور یہ کہ تم جنتی بیبیوں کی سردار ہو گی کی حدیث اسی ایک وقت میں واقع ہوئی ہیں اور وہ فرمایا" اے خدا انہیں میری جدائی پر صبر نصیب فرما فاطمہؓ زہرا نے پکارا واکرباہ ہائے مصیبت! حضور اکرمؐ نے فرمایا تمہارے والد پر آج کے بعد کوئی کرب واندوہ نہیں ہے مطلب یہ کہ کرب واندوہ شدت الم

اور درد کی صعوبت کی وجہ سے ہے اور بواسطہ علاقہ جسمانی اور بشری لوازمات کے تعلقات کی بنا پر ہوتی ہے اس کے بعد سیدہ فاطمہ زہرا سے فرمایا اپنے بچوں کو لاؤ وہ امام حسن اور امام حسین علیہم التحیۃ والرضوان کو حضور اکرمؐ کے سامنے لائیں جب ان صاحبزادگان نے سب کو اس حال میں دیکھا تو رونے لگے اور اتنی گریہ وزاری کی کہ ان کے گریہ سے گھر کا ہر فرد رونے لگا حضور اکرمؐ نے ان کو بوسہ دیا اور ان کی تعظیم و توقیر اور ان سے محبت کے بارے میں صحابہ کرام اور تمام امت کو وصیت فرمائی ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ دونوں حضور اکرمؐ کے آغوش مبارک میں رو رہے تھے جب ان کے رونے کی آواز حضور اکرمؐ کے گوش مبارک میں پہنچی تو حضور اکرمؐ بھی رونے لگے سیدہ ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپ تو گزشتہ و آئندہ ہر حالت میں مغفور ہیں گریہ فرمانے کی وجہ کیا ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا میرا رونا امت پر رحم و شفقت کے لیے ہے کہ میرے بعد ان کا حال کیا سے کیا ہوگا اس کے بعد حضرت عائشہؓ آگے بڑھیں اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! چشم مبارک کھولیے اور میری طرف نگاہ کرم کرم اٹھائیے اور وصیت کیجیے حضور اکرمؐ نے چشم مبارک کھولی اور فرمایا اے عائشہ میرے قریب ہو فرمایا کل جو وصیت کی ہے وہی ہے اور اسی پر تم عمل کرنا حضرت صفیہ بھی آگے آئیں اور جس طرح حضرت عائشہ سے گفتگو فرمائی اسی طرح حضرت صفیہ سے بھی فرمایا اور تمام ازواج مطہرات کو وصیت فرمائی اس کے بعد فرمایا میرے بھائی علی کو بلاؤ حضرت علی مرتضیٰ آئے اور سرہانے بیٹھ

گئے اور حضور اکرمؐ کے سر مبارک کو اپنے زانوں پر رکھا حضور اکرمؐ نے فرمایا اے علی! فلاں یہودی کے چند درہم میرے ذمہ ہیں جسے اس سے لشکر اسامہ کی تیاری کے لیے قرض لیے تھے خبردار اس کے حق کو میری طرف سے تم اتارنا اور فرمایا اے علی! تم ان اشخاص میں پہلے ہو گے جو حوض کوثر پر مجھ سے ملیں گے اور میرے بعد بہت سی ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی تمہیں لازم ہے کہ دل تنگ نہ ہونا اور صبر کرنا اور جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا کو پسند کرتے ہیں تو تم آخرت کو اختیار کرنا ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کاغذ دوات لاؤ تاکہ تمہارے لیے ایک وصیت لکھدوں حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے خوف کیا کہ جب تک میں لکھنے کا سامان مہیا کر کے لاؤں حضور اکرمؐ دنیا سے کوچ کر جائیں گے اور وصیت کی دولت سے محروم رہ جاؤں گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جو مرضی مبارک ہو وصیت فرمائیے میں یاد رکھوں گا فرمایا ۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم ایک روایت میں ہے کہ فرمایا اللہ اللہ فیما ملکت ایمانکم البسو ظہورھم واشبعوا بطونھم ولینوا ھم بالقول ،، خبردار ہو ہوشیار اپنے غلاموں اور باندیوں کے حق میں ان کو لباس پہننے کو دینا ان کو کھانا پیٹ بھر کے دینا اور ان سے نرمی کے ساتھ بات کرنا حضرت علی مرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرمؐ میرے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے اور آپ کا لعاب دہن مبارک مجھ پر پہنچ رہا تھا اس کے بعد حضور اکرمؐ کا حال متغیر ہو گیا اور بس پردہ عورتیں بے طاقت ہو گئیں اور میں بھی

اس کو برداشت نہ کرسکا جو حال کہ میں نے اس وقت دیکھا میں نے کہا اے عباس! میری مدد کرو تو حضرت عباس آئے اور دونوں نے مل کر حضور اکرمؐ کو لٹایا۔

تطبیق روایات

شیخ محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فخر کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک میرے آغوش میں قبض ہوئی ہے اور مشہور بھی یہی ہے اور محدثین اس حدیث کو صحیح بھی بیان کرتے ہیں اور اس جگہ یہ روایت لاتے ہیں کہ آخر وقت میں حضورؐ کا سر مبارک حضرت علی مرتضیٰ کے زانو پر تھا جسے حاکم، اور ابن سعد طرق متعددہ سے روایت کرتے ہیں اور اس بیان سے جو اوپر مذکور ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ آئے اور حضور اکرمؐ کے سرہانے بیٹھے اور حضور اکرمؐ کے سر اقدس کو اپنے بازو پہ رکھا اور ظاہر ہوتا ہے کہ آخر عہد یہی ہے اور ان دونوں مفہوموں کے درمیان مغائرت ہے کہ سر مبارک بازو پہ رکھا یا آغوش میں رکھا اس مغائرت کا ارتفاع آسان ہے کہ یہ راویوں کا اختلاف ہے کہ بعض نے بازو پر رکھنا بیان کیا اور بعض نے آغوش میں رکھنا بیان کیا ہے غرضکہ سیدہ عائشہ نے زمانۂ وفات کی قرب کی وجہ سے آخری مرتبہ کا نام رکھا ہے جیسا کہ پہلے مذکورہ ہوا کہ سر مبارک کو بالین پر رکھ کر اپنا رونے اور پیٹنے کھڑی ہو گئیں (واللہ اعلم)

جشن وصال پر عالم برزخ میں

جب ملک الموت اعرابی کی صورت میں آئے اور اذن طلب کیا تو فرمایا کہو کہ آجائیں تو انہوں نے آکر کہا السلام علیک ایہا النبی اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور مجھے حکم فرماتا ہے کہ آپ کی اجازت سے آپ کی روح مبارک قبض کروں حضور اکرمؐ نے فرمایا" اے ملک الموت! اس وقت تک میری روح قبض نہ کرو جب تک کہ میرے بھائی جبریل علیہ السلام آنہ جائیں اس کے بعد جبریل علیہ السلام روتے ہوئے آئے حضور اکرمؐ نے فرمایا اے میرے دوست! اس حال میں تم تنہا چھوڑ دیتے ہو جبریل نے عرض کیا" یارسول اللہ بشارت ہو کہ میں حق تعالیٰ کی جانب سے ایک خبر لایا ہوں وہ یہ کہ داروغہ دوزخ کو حکم دیدیا گیا ہے کہ میرے حبیب کی روح مطہر آسمان پہ آرہی ہے آتش دوزخ کو سرد کردو اور حورعین کو وحی فرمائی ہے کہ خود کو آراستہ وپیراستہ کریں اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ اٹھو صف در صف کھڑے ہو کر روح محمدی کا استقبال کرو اور مجھے حکم ہوا ہے کہ زمین پر جاؤ میرے حبیب کو بتاؤ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اوران کی امتوں پر جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے دن آپ کی امت آپ کو اتنی دی جائے گی کہ آپ راضی ہو جائیں گے اس کے بعد حضور اکرمؐ نے فرمایا' اے ملک الموت! آؤ جو تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو پھر ملک الموت حضور اکرمؐ

صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر کو قبض کر کے اعلیٰ علیین لے گئے اور کہا یا محمد" یا رسول رب العلمین" حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان کی جانب سے فرشتوں کی وا محمداہ" کی آواز سنتا تھا حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر کو قبض کر کے اعلیٰ علیین لے گئے اور کہا یا محمداہ یا رسول رب العالمین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان کی جانب سے فرشتوں کی " وا محمداہ کی آواز سنتا تھا حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی روح مطہر و مطیب جدا ہوئی تو میں نے آپ سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے ایسی خوشبو میں نے کہیں اور نہ سونگھی تھی اس کے بعد میں نے آپ کے جسم اقدس کو چادر سے ڈھانپ دیا بعض روایتوں میں آیا ہے کہ

دھندلکا کا منظر

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام کا حال زار کا سماں یوں تھا کہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جس دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی میں نے اپنا ہاتھ حضور اکرمؐ کے سینہ مبارک پر رکھ دیا تھا اس کے بعد کئی جمعہ گزر گئے میں کھانا کھاتی، وضو کرتی مگر میرے ہاتھ سے

اس دن کی خوشبو نہ گئی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی تو سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے از حد گریہ زاری فرمائی وہ کہتیں یا ابتاہ ابتاہ آپ نے حق تعالیٰ کے بلاوے کو قبول فرمایا وا ابتاہ آپ نے جنت الفردوس میں اقامت فرمائی وا ابتاہ، آپ کی رحلت کی خبر جبریل کو کون پہنچائے وا ابتاہ آپ کے بعد وہ وحی کس پر لائیں گے اے خدا فاطمہ کی روح کو حضور اکرمؐ کی روح سے ملا اے خدا مجھے اپنے رسول کا دیدار نصیب فرما اے خدا اپنے حبیب کے ثواب سے دور نہ فرما اور روز قیامت حضور اکرمؐ کی شفاعت سے محروم نہ کرنا اہل سیر کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ فاطمہ زہرا کو کبھی کسی نے ہنستے نہ دیکھا۔

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی گریہ وزاری کرتی اور کہتی تھیں ہائے افسوس! اس نبی محترم نے فقر کو تونگری پر اور درویشی کو مالداری پر اختیار فرمایا" افسوس اس دین پروری پر کہ ایک رات بھی امت کے معاصی کے غم وفکر سے بے نیاز ہو کر بستر استراحت پہ آرام سے نہ سوئے اور ہمیشہ قدمِ ثبات وقرار کے ساتھ محاربۂ نفس کے مقام صبر واستقامت پہ گامزن رہے اور اسے ترک نہ فرمایا اور کبھی بھی کافروں کے ایذا وستم

سے آپ کے ضمیر منیر کے دامن پر ناگواری وملامت کا غبار نہ آیا اور ارباب فقروں واحتیاج کے اوپر احسان اور فضل وامتنان کے کے دروازوں کو بند نہ فرمایا دشمنوں کی سنگباری سے دندان مبارک اور رخسار مبارک مجروح ہوئے حوادث زمانہ نے آپ کی پیشانی اقدس پر پٹی باندھی اور آپ کا شکم اطہر کئی کئی دن تک جو کی روٹی سے سیر ہوا

غیبی نوحہ گر

کاشانۂ اقدس کے گوشہ سے یہ آواز سنی گئی لیکن کہنے والے کو کسی نے نہ دیکھا اس نے کہا کہ" السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیٰمۃ " اے نبی کے گھر والوں تمہیں سلام ہو اور اللہ کی رحمت وبرکت تم پر ہو ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے بلاشبہ قیامت کے دن تمہاری نیکیوں کا پورا پورا اجر دیا جائے گا تم جان لو کہ ہر مصیبت کے لیے اللہ عزّوجل پر اعتماد واثق رکھو اور وہ تمہیں اس کی طرف لوٹائے گا آہ وفغاں نہ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ وہی مصیبت زدہ ہے جو ثواب سے محروم رہا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ آواز تعزیت کرنے والے فرشتہ کی تھی۔

حضرت خضر کی آمد

ایک جسیم وشبیع اور گھنی ڈاڑھی والا شخص آیا یہ مردوں کے پاس جاکر رویا اس کے بعد اس نے صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر کہا

بلا شبہ ہر مصیبت کے عوض خدا کے یہاں ایک درجہ ہے ہر فائت کا بدل ہے اور مالک خدا کی طرف رجوع کرتا ہے خدا کی طرف رجوع کرو ہر بلا اور مصیبت میں خدا کی جانب متوجہ یہاں وہی شخص مصیبت زدہ ہے جو صبر نہ کر سکے یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا حضرت ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ خضر علیہ السلام تھے جو تمہاری تعزیت کے لیے آئے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سوگوار | صحابہ کرام حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سراسیما اور پریشان ہو گئے جیسے ان کی عقلیں سلب کر لی گئی ہوں ان کے حواس معطل ہو گئے بعض حضرات کی زبان بستہ ہو گئی ان کے ہوش وحواس اور قوت گویائی جاتی رہی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے چنانچہ مروی ہے کہ ان کے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے انہیں سلام کیا انہوں نے ان کے سلام کو سنا بھی مگر سلام کا جواب نہ دے سکے (الحدیث) بعض حضرات اپنی جگہ جمے بیٹھے رہے جنبش کی طاقت تک نہ رہی چنانچہ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہی حال تھا صحابہ میں سب سے زیادہ ثابت واشجع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے حالانکہ وہ بھی آنسو بہا رہے تھے اور آہ و نالہ کر رہے تھے اسی کیفیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر استدلال کیا گیا بعض بیمار اور لاغر ہو کر اور گھل گھل کر اس جہان سے رخصت ہو گئے بعض دعا کرتے تھے کہ اے خدا ہمیں

اندھا کر دے کہ کسی اور کو دیکھنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے یا اس طرح گڑگڑا کر فریاد کرتے تھے اور قسم کھاتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات نہیں پائی ہے حضور اکرمؐ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صعقہ کی مانند صعقہ ہوا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ دیدار کے وعدہ پر گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ حضور اکرمؐ اتنے دن دنیا میں ضرور رہیں گے کہ منافقوں کی زبان اور ہاتھ کاٹیں بعض منافقین کہتے تھے کہ اگر محمد نبی ہوتے تو وفات نہ پاتے حضرت عمرؓ نے جب یہ بات سنی تو تلوار کھینچ کر مسجد شریف کے دروازے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے جو یہ کہے گا کہ نبی نے وفات پائی ہے میں اس سے اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا لوگوں نے جب یہ بات سنی تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر شک و شبہ میں پڑ گئے حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنا ہاتھ حضور اکرمؐ کے دونوں شانوں کے درمیان داخل کیا انہوں نے مہر نبوت کو نہ پایا وہ بلند آواز سے کہنے لگیں کہ مہر نبوت اٹھالی گئی ہے اور حضور اکرمؐ کا اس جہان سے انتقال ہو گیا ہے ـــــ منقول ہے کہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے گھر مقام سنح (حوالی مدینہ طیبہ) میں تھے جب انہیں اس واقعہ کی اطلاع ملی وہ فوراً سوار ہو کر تیزی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کی طرف روانہ ہو گئے وہ راستہ بھر روتے رہے اور وا محمداہ، وا انقطاع ظہراہ

پکارتے رہے یہاں تک کہ مسجد شریف میں آئے دیکھا کہ لوگ پریشان حال میں کسی کی طرف توجہ نہ دی اور نہ کسی سے بات کی سیدھے حجرۂ عائشہ میں داخل ہوگئے اور حضور اکرمؐ کے چہرۂ انور سے چادر مبارک اٹھائی اور نورانی پیشانی کو بوسہ دیا ایک روایت میں ہے کہ اپنے منہ کو حضور اکرمؐ کے دہنِ اقدس پر رکھا بوسہ دیا اور بوئے مرگ کو سونگھا فریاد کی وانبیاہ'' اس کے بعد سر اٹھا اور رونے لگے دوسری مرتبہ بوسہ دیا اور کہا واصفیاہ'' پھر سر اٹھایا اور رونے لگے تیسری مرتبہ پھر بوسہ دیا اور کہا واخلیلاہ'' اور کہا بابی انت وامی طبت حیا ومیتا'' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہر حال میں خوش و پاکیزہ رہے حیات میں بھی اور وفات میں بھی اور کہا لا یجمع اللہ علیک موتتین اما الموتۃ التی کتبت علیک فقد وجدتہا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا لیکن وہ موت جو آپ پر لازم کی گئی تھی بلاشبہ اسے آپ نے پالیا اور آپ اس سے کہیں بزرگ تر ہیں جتنی آپ کی صفات بیان کی جائیں اور آپ اس سے بالاتر ہیں جتنا آپ پر رویا جائے اگر اختیار کی لگام ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہم اپنی جانوں کو آپ پر قربان کر دیتے اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ نے ہمیں میت پر بین کرنے سے منع فرمایا ہے تو ہم اتنا روتے کہ آنکھوں سے چشمے جاری ہو جاتے اے خدا ہماری طرف سے سلام پہنچا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے رب کے پاس یاد رکھنا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول لا یجمع اللہ علیک موتتین، میں بعض اختلاف کرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے، بعض کہتے ہیں اس سے اس قول کے رد کی طرف اشارہ ہے جس میں یہ گمان کیا گیا تھا کہ عنقریب حضور اکرمؐ تشریف لائیں گے اور لوگوں کے ہاتھ کاٹیں گے اس لیے اگر دوبارہ آنا صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ دو مرتبہ موت آئیگی اس لیے خبردار کیا کہ آپ اس سے برتر ہیں کہ حق تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع فرمائے جس طرح کہ ان لوگوں پر جمع کیا جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے نکلے یہ ہزاروں تھے پھر حق تعالیٰ نے انہیں موت دی اس کے بعد ان کو زندہ کیا یا اس شخص کی مانند جو بستی پہ گزرا اور اس نے کہا کہ کس طرح حق تعالیٰ زندہ فرمائے گا تو حق تعالیٰ نے اسے موت دی پھر حق تعالیٰ نے اُسے دوبارہ زندہ کر دیا جس طرح کہ حضرت عزیر علیہ السلام کا پورا قصہ ہے بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر میں دوسروں کی مانند دوبارہ موت نہ آئیگی جس طرح کہ دوسروں کو منکر و نکیر کے سوال کے لیے زندہ کیا جاتا ہے پھر انہیں مار دیا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ دوسری موت سے مراد، آپ کی شریعت ہے کہ وہ ہمیشہ باقی رہے گی

فائدہ بعض کہتے ہیں کہ دوسری موت سے مراد کرب و اندوہ ہے مطلب یہ کہ آج کا کرب و اندوہ ہے مطلب یہ کہ آج کا کرب و اندوہ برداشت

کر لینے کے بعد مزید کوئی اور کرب و اندوہ ہے مطلب یہ کہ آج کا کرب و اندوہ برداشت کر لینے کے بعد مزید کوئی کرب و اندوہ نہ ہوگا جس طرح کہ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے جواب میں فرمایا کہ "لا کرب علی ابیك بعد الیوم" آج کے بعد تمہارے والد پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کاشانۂ اقدس سے باہر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کے درمیان کھڑے فرما رہے ہیں کہ حضور اکرمؐ نہ تو فوت ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے جب تک کہ منافقوں کو قتل نہ کر دیں ان منافقوں کو قتل نہ کر دیں ان منافقوں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد فتنہ انگیزی برپا کر رکھی تھی اور شوریدہ سری پر آمادہ ہو گئے تھے اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا یک لحظہ بیٹھو مگر حضرت عمرؓ بالائے پھر حضرت صدیقؓ نے فرمایا اے لوگو! جان لو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں کیا تم نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا اور اپنے حبیب صلے اللہ علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ "انك میت وانهم میتون" اے حبیب آپ کو بھی موت آنی ہے اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں اور فرمایا "وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون" آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے (دنیا میں) ہمیشہ رہنا نہ بنایا تو اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ کیا ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر تمام لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف متوجہ ہو گئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جو حمد و ثنائے الٰہی اور درود بر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تھا اس کے بعد فرمایا جو کوئی حضور اکرمؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ حضور اکرمؐ وفات پا گئے اور جو کوئی حق تعالیٰ کی پرستش کرتا ہے وہ اب بھی موجود زندہ ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی اور یہ آیۂ کریمہ تلاوت کی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسول افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم الآیہ" اور نہیں ہیں محمد مگر اللہ کے رسول بے شک آپ سے پہلے رسول گزرے تو کیا اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے اور تلاوت فرمائی" انک میت وانھم میتون" اے حبیب آپ کو بھی موت آنی ہے اور ان کو بھی مرنا ہے اس کے بعد لوگوں کو یہ دونوں آیتیں یاد آ گئیں اور ایسا خیال کیا کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں چنانچہ وہ ان آیتوں کو ہر گلی کوچے میں پڑھتے پھرتے تھے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو ! وہ بات جو میں نے پہلے کہی تھی وہ ویسی نہیں ہے جیسی کہ میں نے کہی خدا کی قسم میں نے وہ بات نہ کتاب الٰہی میں دیکھی اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد یعنی سنت میں دیکھی

لیکن ہماری آرزو تو یہ تھی کہ حضور اکرمؐ ہم میں زندہ رہتے اور ہمارے معاملات کی تدبیر فرماتے اور ہمارے بعد دنیا سے تشریف لے جاتے مگر حق تعالیٰ نے اپنے رسول اکرمؐ کے لیے وہی اختیار فرمایا جو اس کی مرضی تھی اور جو تمہاری تمناؤں کے خلاف ہے یہ کتاب الٰہی ہے جس کے ذریعہ اپنے رسول کی ہدایت کی گئی ہے لہذا اسے تھام لو کر سیدھی راہ پر قائم رہو جس طرح کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت کی گئی ہے۔

ابو نصر نے فرمایا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ کا پہلی بات کہنا اور ان کا حال ایسا ہو جانا عظیم فتنہ کے خوف اور منافقوں کی شوریدہ سری کے رونما ہونے کے سبب سے تھا پھر جب انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ کے یقین کی قوت کا مشاہدہ کیا تو اس سے تسکین پائی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ سے منقول ہے انہوں نے فرمایا گویا میں نے یہ آیت سنی ہی نہ تھی یہاں تک کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ سے میں نے سنی تو مجھ پر لرزہ اور کپکپی طاری ہو گئی اور میں گر پڑا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ گویا ہمارے چہروں پر پردہ پڑا ہوا تھا جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے خطبہ نے اٹھا دیا اس کے بعد مدینۂ طیبہ کے رہنے والے اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل حضور اکرمؐ کی وفات پر جم گیا وہ استرجاع کرنے لگے اور کہنے لگے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ؕ

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اہل بیت اطہار

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تعزیت و تسلی بجا لائے اور فرمایا تم اہل بیت رسول ہو غسل اور تجہیز و تکفین کا تعلق تم سے وابستہ ہے اس کا تم انتظام کرو اور خود اکابر مہاجرین اور اشراف انصار کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ میں امر خلافت کو طے کرنے میں مشغول ہو گئے چونکہ امر خلافت اہم دینی معاملہ اور وقوع خلاف و نزاع اور موجب انتظام و انصرام مہام اسلام کا واقعہ تھا اس سلسلہ کی تفصیلی بحث اپنے محل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مہاجرین و انصار میں اختلاف رونما ہو گیا تھا دونوں کہنے لگے تھے کہ ہم سے ہیں امیر ہو یا تم میں سے اس کے بعد حدیث مبارک الائمۃ من قریش'' سے امارت کو قریش کے حق میں ہونا ثابت ہو گیا چوں کہ ذہنوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تقدم و رجحان بیٹھا ہوا تھا خصوصاً حضور اکرم کے زمانۂ علالت میں نماز کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھانے سے یہ خیال پختہ ہو گیا تھا چنانچہ دینی و اسلامی معاملات کے لیے بھی حضرت صدیقؓ پر اتفاق ہوا اور اس پر اجماع منعقد ہوا۔

(سوال)۔۔۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو مرض میں سکرۃ موت کی سختی و شدت پیش آئی اور حضور اکرمؐ نے فرمایا اللّٰھم اعنی علی سکرات الموت'' اے خدا سکرات موت پر میری مدد فرما حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر موت کی شدت دیکھی ہے میں اس شخص کی موت پر رشک کرتی ہوں جو آسانی سے مرجاتا ہے

اگرچہ میں جانتی ہوں کہ شدت سے مرنا بہتر ہے اسی لیے کہ آسانی سے مرنا بہتر ہوتا تو حق تعالیٰ اپنے حبیب کے لیے اسی کو ہی اختیار فرماتا۔

سکرات کی سختی کا یہ حال

کہ ایک پانی کا بھرا ہوا پیالہ رکھا تھا اور حضور اکرم اس میں دست مبارک ڈال کر اپنے روئے انور پر پھیرتے تھے اور آپ کے رخسار شریف کے رنگ میں خاص تغیر واقع ہو رہا تھا اور آپ کے روئے انور پر پسینہ آجاتا تھا یہ شدت تو وہی شدت ہے جو لوگوں کو موت کے وقت میں لاحق ہوتی ہے بہر حال خاص تغیر و وجہ شریف کو لاحق ہوا عام لوگوں کے ذہنوں میں جو علو مقام راسخ ہے اس کے لحاظ سے اس کا مقتضی ہے کہ یہ بھی نہ ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم بھی بشر وہ بھی بشر فرق نبوت کا تھا وہ آپ نے اس کا حق ادا کیا اور واپس جا رہے ہیں جیسے ہر بشر کا حال ہے آپ کا بھی (معاذ اللہ)

جوابات

(۱) الم و کرب اور شدت کے پانے میں یہ ہے کہ اگر اس کو سکرات موت سے موسوم کریں تو بسبب اعتدال مزاج بھوک اور بھوک اور ادراک و احساس کے قوی ہونے کے سبب سے تھا چونکہ مزاج مبارک نبوی غایت درجہ توسط و اعتدال میں تھا لا محالہ الم کا احساس و ادراک اکثر اور اس کے آثار و علامات اتم او فر تھے اسی بنا پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ مجھے تمہاری اتنی شدت کا بخار چڑھتا ہے جتنا تم میں سے دو شخصوں کے ہوتا ہے اور جب ترازو کے دونوں پلڑے معتدل و برابر ہوں اور دونوں پلڑوں میں سے کچھ چیز حاصل ہو اگرچہ یہ اقل قلیل ہی ہو تو میل و انحراف کسی ایک پلڑے کا ضرور ظاہر ہوگا۔

(۲) یہ درد روح کا بدن شریف سے قوی تعلق اور بدن اقدس کا آپ کی روح مطہر کے ساتھ غایت درجہ محبت رکھنے کی بنا پر تھا اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک صورتِ حیات اور قوام حقیقت نورانیہ میں مادۂ اصلیہ تھا اور جب جسم اقدس اور روح مطہر سے وہ تعلق منقطع ہونے لگا تو اس کی جدائی کا الم، غایتِ عشق و محبت اور اس تعلق کے جو دونوں میں موجود تھا سخت و شدید معلوم ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اس قسم کی حالت و صفت جاری ہوتے ہیں امت مرحومہ کے لیے اس قسم کے شدائد کے نزول میں وجہ تسلی موجود ہے کہ آپ کے خدا کے حبیب ہونے اور ساری مخلوق سے اعزاز و اکرام ہونے کے باوجود آپ پر ایسی شدید صورت و کیفیت طاری ہوئی تاکہ امت کے لیے آسانی ہو اور وہ سکرات کی شدت برداشت کر سکے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں اس طرف اشارہ ہے۔

(۴) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی حقیقت شریفہ جامع حقائق تمام امت بلکہ تمام کائنات ہے اور منشاءِ وجوداتِ اصلیہ و فرعیہ ہے اور تمام حقائق، جواہر و اعراض، ارواح و اجسام میں جاری

ہیں لہٰذا گویا آپ کی روح شریف کی جسدِ لطیف سے جدائی ہر روح کی جسدِ ذی حیات سے جدائی ہے اس بنا پر جو شدت و کربت حاصل ہوئی وہ بہت کے مقابلہ تھوڑا اور دریا کے مقابلہ میں قطرہ ہے۔

(۵) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم امت کے تمام اعمال اور ان کے تمام اثقال کے حامل اور اٹھانے والے ہیں ساری امت کا رجوع آپ کی طرف ہے اور سب کی پناہ آپ کے دامنِ اقدس میں ہے جیسا کہ حق تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عزیز علیہ ما عنتم وحریص ۱۰۰ اس بارے میں شاہد و ناظر ہے لہذا ان کے اعمال و اثقال کا اثر اور ان کے غم و اندوہ کا نشان اس وقت میں ظاہر ہوا کیوں کہ یہ محل اعمال و اثقال کے برداشت کا ہے اسی وجہ سے جب جبریل علیہ السلام امت کے بخشے جانے کی بشارت لے کر آئے تو پائے راحت بالین استراحت پر رکھا اور روئے مبارک بعالم ثانی لائے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔

(۶) یہ انسان کی دائمی عادت ہے کہ جب اسے مملکت وخلافت اور امور سلطنت کی ولایت سونپی جاتی ہے اور پھر اسے بارگاہ میں بلایا جائے اور دوسری مملکت اسے سونپی جائے تو لامحالہ اسے بارگاہ میں حاضر ہونے میں سوال و جواب کی فکر اور تردد اور روبرو ہونے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے ہر چند کہ تمام اکناف و آفاق میں اس کے تمام معاملات علی الاطلاق آپ

کو تفویض فرمائے گئے ہیں اور بہر حال د بہر لحاظ اس کے حساب وکتاب سے آپ کو بخشدیا گیا ہے اس کے باوجود سلطانی ہیبت و دہشت موجود تھی کہ کیا سرانجام ہوگا۔

فائدہ | سکرات رفع درجات کی علامت ہے چنانچہ حضرت شیخ عبدالوہاب اپنے شیخ بزرگ شیخ علی متقی قدس سرہما سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بوقت رحلت فرماتے تھے اگر تم ہم میں سکرات موت کی شدت دیکھو تو دلگیر نہ ہونا اور کوئی خیال دل میں نہ لانا کیوں کہ یہ شدت لازمۂ مرتبۂ قطبیت اور عہدہ داری ہے

(۷) حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس وقت اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تجلیات صمدیت، تنزلات احدیث سے جو متمکن در عنایت قدس صفات اور مشاہدۂ رفیعہ باسماء وصفات تھے) تحفہ فرما ہوئے اور کوئی شک نہیں ہے کہ ان تنزلات کے بوجھ کے ماتحت ماندہ ہوجانا اور ان فتوحات کو بہت عظیم معلوم ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ وحی اور نزول قرآن کریم کے وقت آپ کی حالت ہوجاتی تھی چنانچہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جب شدید موسم سرما میں وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ بہنے لگتا تھا اور حق تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ "انا سنلقی علیک قولا ثقیلا" بے شک ہم آپ پر بھاری قول اتاریں گے لہٰذا وہ موت جو بافاضات

الہیہ حیات ابدی ہے اور اس کے سکرات کا مشاہدہ کیا تھا جو کہ جسمانی عدمِ گویائی کی بنا پر ظاہر ہوتے تھے یہ محض عالم حیاں کی قبیل سے سکرات کی ظاہری شدت کی صورت میں تھے اس سبب کا خلاصہ و نتیجہ یہ ہے کہ اس حالت میں بے شمار خاص وحی نازل ہوئی تھیں بلکہ وحی کے اختتام اور اتمام کا محل تھا۔

(۸) یہ وقت حق تعالیٰ جل و علا کی خاص لقا کا تھا اور وہ خشیت وہیبت و اجلال تھا جو معرفت وعبودیت اور قربِ حضور ذی الجلال میں اس حال و وقت کے مناسب تھا اور یہ تمام خصوصیات کسی اور حالت و وقت میں نہ تھیں۔

(۹) یہ بے قراری، لقائے روحی کے شوق میں تھی جو لقائے سبوحی کی طرف جلد تر جانے کی بناء پر حاصل تھی گویا کہ آپ چاہتے تھے کہ یہ روح، عالمِ ناسوت سے نکل کر جلد تر عالم لاہوت میں داخل ہو جائے لا محالہ عالمِ طبیعت کے غلبہ اور مزاج بشریت کے ضعف حقیقی سے وہ حالت رونما ہوئی تھی جس سے انفعال قوی ہوتا اور اس حال کا غلبہ ظاہر ہوتا ہے اور اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ بھی فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰہِ اَحَبَّ اللّٰہُ لِقَاءَہٗ،، جو اللہ کی لقاء کو چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے لقاء کو چاہتا ہے۔

(۱۰) یہ شدت اس عالم والوں کے تعلقات کا پرتو تھا جو کہ حضور اکرمؐ کی بارگاہ میں ان کے لیے ایک حصہ تھا اور وہ حصان کے

درمیان موجود رہنے کی صورت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا امداد و اعانت فرمانا ہے اور حضور اکرمؐ کی حیات ہر موجودات کی حیات ہے اور حقیقت کے مرأت یعنی آئینہ سے ان تعلقات کو منقطع کرتا ہے اور کون سے آئینہ سے جو کہ اپنی چمک دمک اور صفائی و تابانی میں بے نظیر ہے اور جہاں کا کوئی آئینہ ایسا صاف و مجلے نہیں اور یہ تعلقات حضور اکرمؐ کے ارتحال و انتقال کی نقیض ہیں تو یہ دونوں نقیضیں ضدیں اپنی اپنی حالت میں ایک دوسرے پر عمل کرتی ہیں اور کشمکش پیدا کرتی ہیں اس وجہ سے ضغط یعنی دباؤ اور تنگی رونما ہوتی ہے۔

(۱۱) یہ حق تعالیٰ عزوعلیٰ کا اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف عبودیت پر جو کہ اشرف اوصاف، اعظم محاسن و محامد ہے القاء و اجراء کے سبب ہے اسی بنا پر جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت اور عبودیت کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے عبودیت کو اختیار فرمایا اور فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں اور کھانا اس طرح کھاؤں جس طرح کہ غلام کھاتے ہیں اور بیٹھوں اس طرح جس طرح غلام بیٹھتے ہیں اور مقتضائے مزاج عبودیت اوامر و احکام شرعیہ کے پہلو میں آرام و راحت نہ پانا اور شدائد و تکالیف کا نازل ہونا ہے۔

(۱۲) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میں حصۂ بشریت کے احکام ظاہر ہوتے تھے اور انسانوں کی ہی مانند بچے کے گم ہونے پر رنج

اور فرماتے تھے کہ ان العین تدمع وان القلب تحزن بے شک آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے لہٰذا اس حصہ بشریت کا ابقا اور اس کے لوازم و شدائد کا ادراک ہے اور یہ اوصاف بشریت کی بزرگی و شرافت اور اس کے تحقق کے لیے ہے جو کہ جالب ضراعت اور داعی افتقار و انکسار ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی سطوت اور اس کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۲) محض تعلیم امت کے لیے بعض لوازمات آپ اپنے لیے خود اختیار فرماتے مثلاً نماز کا سہو یا سواری سے گرنا وغیرہ وغیرہ تاکہ امتی کو سکرات کی شدت ہو تو اس سے اسے بار گراں نہ ہو کہ اسے سنت حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو رہی ہے جیسے الفقر فخری سے فقراء و مساکین کی ہمت بندھوائی ایسے ہی یہ شدت اختیار فرما امت کو سکون و قرار کا سرمایہ عطا فرمایا، واللہ اعلم بالصواب)

> تم مقابل تھے تو پہروں چاند بڑھتا نور کا
> (۴۶)
> تم سے چھپ کر منہ نکل آیا ذرا سا نور کا

حل لغات

مقابل آمنے سامنے روبرو پہروں گھنٹوں گھنٹوں کافی وقت منہ نکل آنا چہرہ اترنا لاغر۔ کمزور اور دبلا ہونا۔

شرح

اے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے روبرو (سامنے) چاند کی نورانیت بڑھتی رہتی تھی آپ کے پردہ (وصال) فرمانے کے بعد نور کا چہرہ اتر کر ذرا سا رہ گیا یعنی وہ چمک دمک باقی نہیں رہی۔

قبرِ انور کہیئے یا قصرِ مُعلّیٰ نور کا۔ چرخ اطلس یا کوئی سادہ سا قبہ نور کا

حل لغات: قصر معلّیٰ محل بلند رقدر عالی مرتبہ چرخ اطلس آسمان چمکیلا۔ سادہ صاف۔ سا مانند۔ مثل قبہ۔ برج۔ کلس۔ گنبد۔ کنگرہ۔

شرح اے شہِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے مزارِ مقدس کو قبرِ انور کہیں یا بلند و بالا نورانی محل کہیں یا چمکدار آسمان کہیں یا نورانی صاف ستھرا سادہ سا گنبد کہیں۔

مجھے مدینے سے پیار ہے مزار انور اور حجرۂ اقدس اور گنبدِ خضریٰ ہر تینوں کا ذکر شعر مذکور میں ہے۔ یہ تینوں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہیں اور یہ اس شہر میں ہیں جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کی بزرگی انہی کی زبانی سنیئے جنہوں نے اسے آباد فرمایا (احادیث مبارکہ)

عبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوت سقیا کے نزدیک سعد بن ابی وقاص کی سنگلاخ زمین میں نماز ادا فرمائی۔ پھر فرمایا۔

٭ اے اللہ، بے شک ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور خلیل اور.....

نبی تھے انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی اور بے شک تیرا بندہ ، نبی اور رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تجھ سے اسی طرح کی دعا جو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکہ والوں کے لیے کی تھی مدینہ والوں کے لیے کرتا ہے تجھ سے سوال کرتا ہے کہ تو برکت عطا فرما ان کے صاع میں مد میں اور ثمار میں (صاع، مد اور ثمار تینوں پیمانے ہیں) اے اللہ! تو مدینے کو ہمارے لیے پسندیدہ بنا دے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لیے پسندیدہ بنایا اور اسکی وبا کو پھینک دے اے اللہ! میں اس کے دونوں طرف کی سنگلاخ زمین (کے درمیانی حصہ) کو حرم بناتا ہوں جس طرح تو نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کی زبان پر حرم مکہ کو حرم بنایا۔

(۲) محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! حضرت ابراھیم علیہ السلام نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی اور میں تجھ سے مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں بالکل اسی طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے کی تھی۔

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا لوگ نئے موسم کا پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے آپ دعا کرتے ہوئے فرماتے اے اللہ! بے شک ابراھیم علیہ السلام تیرے بندے اور نبی ہیں اور میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں اے اے اللہ! انہوں نے تجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی میں حضرت ابراھیم علیہ السلام کی طرح اسی چیز کی دعا تجھ سے مدینہ کے لیے کرتا ہوں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر آپ سب سے چھوٹی عمر کا جو بچہ دیکھتے اسے بلا کر پھل عطا فرماتے۔

(۴) اسی طرح کی روایت ایک دوسری سند کے ساتھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔

(۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مدینہ والوں کے برکت عطا فرما اور ان کے مد میں برکت عطا فرما۔

(۶) ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ پاک کو اسی طرح محبوب بنادے جس طرح کہ ہماری محبت مکہ کے ساتھ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اسے ہمارے لیے درست کردے اور ہمارے لیے اس کے مد اور صاع ہیں ہیں برکت ڈال دے اور اس کی بیماری کو منتقل کرکے جحفہ میں پھینک دے راوی نے کہا کہ آپ نے یہ دعا اس وقت کی جب اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی وباء میں مبتلا ہوتے دیکھا۔

(۷) اسی طرح کی روایت ہشام بن عروہ ہی سے ان کے والد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کے واسطہ سے بھی مروی ہے۔

فضائل احد

(۸) حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے انہوں نے کہا ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے احد پہاڑ جب ہمارے سامنے آیا تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہٗ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم احد پہاڑ کے سامنے پہنچے تو فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا

ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اے اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور مدینہ کو، دونوں سنگلاخ اطراف کے درمیان جو علاقہ ہے اس کو حرم بناتا ہوں۔

(۱۰) ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے احد پہاڑ آیا تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے پیار کرتا ہے اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔

(۱۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں جب تم اس کی طرف آؤ تو اس کے شجر سے کچھ نہ کچھ ضرور کھاؤ خواہ وہ اس کے بڑے کانٹوں والے درخت سے کیوں نہ ہو۔

فضیلت شہر مدینہ بر شہر مکہ معظمہ

ائمہ کا اختلاف ہے کہ شہر مدینہ افضل ہے یا شہر مکہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بہتر فیصلہ فرمایا ہے طیبہ نہ سہی مکہ ہی افضل تر اہد؛ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

(افضلیت مدینہ کی روایات)

(۱) عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتی ہیں، مروان بن حکم نے مکہ میں خطاب کیا اس میں مکہ اور اس کی فضیلت کو ذکر کیا اس سلسلہ میں خوب مبالغہ کیا رافع بن حدیج منبر کے قریب ہی تھے انہوں نے کہا تو نے مکہ اور اس کی فضیلت کو ذکر کیا بے شک وہ اسی طرح ہے جس طرح تو نے بیان کیا لیکن میں نے نہیں سنا کہ تو نے مدینہ پاک کا ذکر کیا ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو فرماتے ہوئے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ملائکہ کی حفاظت میں ہے اس کے ہر راستے پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(۳) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس میں یعنی مدینہ میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کے راستوں پر (محافظ) فرشتے ہیں اس میں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور سند کے ساتھ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسی قسم کا فرمان منقول ہے

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک ایمان مدینہ پاک کی طرح طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے بل کی طرف۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قریب ہے ایمان کا اس طرح سمٹنا مدینہ پاک کی طرف جس طرح سمٹتا ہے سانپ اپنے بل کی طرف یعنی (ایسا فتنہ آئے گا کہ ہر طرف سے) ایمان سمٹ کر مدینہ پاک کی طرف لوٹ آئے گا۔

(۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے علیہ۔

صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سنا آپ فرما رہے تھے مجھے ایسی بستی کے لیے حکم کیا گیا جو دوسری بستیوں کو کھا جائے گی وہ یثرب ہے اور وہ مدینہ ہے لوگوں کو اس طرح پاک کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کو میل کچیل سے پاک کرتی ہے (دوسری بستیوں کو کھانے سے مراد یہ ہے کہ اس کے رہنے والوں کی اللہ تعالیٰ اسلام کے ذریعے امداد فرمائے گا اور وہ اس کی برکت سے کثیر شہروں اور آبادیوں کو فتح کریں گے اور ان کے مال غنیمت کھائیں گے آپ کا تاکل القریٰ فرمانا بر سبیل اختصار ہے۔

(۹) عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مدینہ پاک کو یثرب کا نام دیا وہ تین بار اللہ سے استغفار کرے اور (کفارے کے طور پر) دوسرے طلیبہ سے

(۱۰) عبدالرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی روایت ایک دوسری سند سے مروی

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے راوی آپ نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہتے ہیں حالانکہ یہ مدینہ ہے ناپاک کو اس طرح (خود سے) دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک اعرابی مدینہ پاک آیا اس نے اسلام کے لیے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر واپس چلا گیا پھر نبی پاک صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا وہ پھر آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے پھر انکار کیا۔ وہ پھر آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیجئے

آپ نے انکار فرمایا اعرابی باہر چلا گیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ بھٹی کی مانند ہے ناپاک کو دور کرتا ہے اور پاک کو نکھارتا ہے

(۱۳) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اعرابی مدینہ پاک میں آیا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کے لیے بیعت کی پھر چلا گیا پھر اسے بخار نے آن گھیرا تو وہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا پھر وہ آپ کے پاس آیا اور کہا میری بیعت توڑ دیجئے آپ نے انکار فرمایا تو اعرابی باہر چلا گیا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے ناپاک کو دور کرتا ہے اور پاک کو نکھارتا ہے۔

اعدائے مدینہ کا انجام

بعض لوگ مدینہ طیبہ سے پیار نہیں رکھتے انہیں عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اس سے بغض کرنے والے کا انجام برباد ہوتا ہے۔

(احادیث مبارکہ)

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح جہنم کی آگ میں پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کوئی جبار مدینہ پاک سے برائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو یوں ختم فرما دے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور اور جس نے مدینہ کی مصیبت اور سختی پر صبر کیا میں قیامت کے روز اس

پر گواہ ہوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(۳) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس کے (مدینہ کے) ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو یوں مٹا دے گا جیسے نمک پانی میں مل کر مٹ جاتا ہے۔

(۴) عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ایسے پگھلائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے یا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس شہر یعنی شہر مدینہ کے لوگوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو یوں پگھلا دے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس کے (مدینہ کے) ساتھ برائی کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو نمک کے پانی میں گھلنے کی طرح گھلا دے گا بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوف میں گرفتار کر دے گا۔

عاشقان مدینہ کو نوید شفاعت

الحمد للہ ہمیں مدینے پاک سے پیار ہے

تو حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم یوں مژدہ بہار ملتا ہے۔

(۱) مولی الزبیر نے خبر دی کہ وہ فتنہ (سختی) کے زمانے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ کی ایک آزاد کردہ کنیز آئی اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا اے ابو عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا بیوقوف ابھی بیٹھی رہ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بھی کوئی صبر کرے گا مدینہ کی مصیبت اور سختی پر تو قیامت کے روز میں اس کے لیے شفیع ہوں گا یا شہید ہوں گا

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو صبر کرے گا مدینہ کی مصیبت اور سختی پر تو میں اس کے لیے شافع اور شہید ہوں گا۔

(۳) عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ثابت قدم رہے مدینہ کے قیام میں صبر کرے اس کی مصیبت اور سختی پر تو میں قیامت کے روز اس کے لیے شہید اور شفیع ہوں گا۔

زہے نصیب مدینہ

فقیر اویسی غفرلہٗ مدینہ پاک کی حاضری پر بعض لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ مدینہ پاک سے اکتائے ہوئے محسوس ہوتے ہیں انہیں دیکھ کر دعا کرتا ہے زہے نصیب مدینہ

(۱) ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

کوئی شخص مدینہ پاک سے منہ پھیر کر نہیں نکلتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدل وہاں بھیج دیتا ہے۔

(۳۶) سفیان بن ابی زہیر المیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا یمن فتح ہو گا تو ایک ایسی قوم آئے گی جو مدینہ منورہ سے اپنے مال مویشی کو ہانک لے جائے گی اپنے اہل وعیال اور زیر اطاعت لوگوں کو اٹھا لے جائے گی حالانکہ اگر وہ جانتے ہوتے تو مدینہ ان کے لیے بہتر ہے آپ نے شام اور عراق کے بارے میں بھی اسی طرح فرمایا۔

(۲) ایک دوسری سند کے ساتھ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بواسطہ سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کی روایت مروی ہے۔

(۳) حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ ہی کے واسطہ سے اس معنی کی ایک اور روایت بھی موجود ہے۔

(۴) سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے واسطہ سے ایک اور سند کے ساتھ اس معنی پر مشتمل روایت نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے لیکن اس نے اس حدیث میں شام کا ذکر نہیں کیا۔

(۵) ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے راوی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی مدینہ پاک سے منہ پھیر کے نکل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بہتر بدل بھیج دیتا ہے

قبر انور قصر معلی یا قبہ نور کا

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مسجد مبارک کے فضائل بتائے تا کہ نیکی کا حریص امتی مزار کی حاضری سے محروم نہ ہو۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری مسجد (مسجد نبوی) میں نماز دوسری کسی مسجد میں نماز سے ہزار درجہ افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔

(۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی وہ میری یہی مسجد (مسجد نبوی) ہے۔

(۳) خارجہ بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے راوی ہے کہ انہوں نے کہا وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسجد ہے۔

(۴) نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسی طرح کی روایت ایک دوسری سند سے بروایت خارجہ بن یزید رضی اللہ عنہ بھی مروی ہے۔

(۵) عبدالرحمن بن ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی (جس کا ذکر قرآن میں ہے) اس کے بارے میں انصار کے دو آدمی باہم بحث کر رہے تھے پھر انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا آپ نے فرمایا وہ میری مسجد (مسجد نبوی) ہے

(۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اسی طرح کا ارشاد روایت کیا۔

(۷) حضرت راشد بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پایا عبداللہ بن رواحہ اور ان

کے ساتھیوں کو ان کے پاس بانس کا ایک ڈنڈا یا کھجور کی ایک شاخ تھی
وہ اس کے ساتھ مسجد کی پیمائش کر رہے تھے عبداللہ بن رواحہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اپنی اس مسجد کو
مسجد شام کی بنا پر بنائیں گے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ان سے وہ ٹہنی یا ڈنڈا لے کر اسے پھینک دیا اور فرمایا لکڑیاں اور
گھاس پھونس اور چھت موسیٰ کی چھت جیسی اور معاملہ اس سے بھی
زیادہ جلدی کا ہے۔

(۸) ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کیا انہوں نے
کہا سب سے پہلے جس نے مسجد النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
کو (باریک سنگریزہ وغیرہ) ڈال کر ہموار کیا وہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہیں انہوں نے فرمایا اسے وادی مبارک یعنی وادی عقیق
کے باریک سنگریزوں سے (بھر کر) ہموار کرو۔

(۹) حضرت حسن بصری سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد (والی جگہ) دو انصاری لڑکوں جنہیں
سہل اور سہیل کہا جاتا تھا کے مال مویشی باندھنے کی جگہ تھی جب نبی
پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ کو دیکھا تو اسے پسند
فرمایا آپ نے لڑکوں کے چچا سے جس کی کفالت میں وہ دونوں تھے
اس سلسلہ میں بات کی کہ وہ اس جگہ کو ان دونوں سے مسجد کے لیے
خریدے پس اس نے ان سے اس جگہ کو طلب کیا انہوں نے
کہا پہلے یہ بتائیں کہ آپ اس کا کریں گے کیا؟ چنانچہ اس کے
پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ انہیں حقیقت حال

سے باخبر کرے چنانچہ اس نے ان کو بتا دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس (کے خریدنے) کا ارادہ رکھتے ہیں انہوں نے کہا ہم یہ جگہ بطور عطیہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی جس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد کو تعمیر فرمایا حسن بصری کہتے ہیں مجھے پتہ چلا کہ اس جگہ کھجور کی ایک موٹی جڑ تھی جس کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے آپ اس کے ساتھ اپنی کمر کی ٹیک لگاتے تھے اس کو پکڑتے نہ تھے جب آپ نے اپنے لیے منبر کا انتظام کر لیا اور اس پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا وہ تنا رونے لگ گیا جس طرح کہ ایک اونٹ روتا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اسے تسلی دی اور اس پر ہاتھ پھیرا یہاں تک کہ وہ چپ ہو گیا حسن بصری نے کہا سبحان اللہ! وہ ایک تنا تھا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں رویا تو ہمارا حال کیا ہونا چاہیے کہ ہم تو انسان ہیں۔

نوٹ حدیث حنانہ کو مفصل طور پر فقیر نے صدائے نور شرح مثنوی معنوی کے دفتر اوّل کی شرح میں لکھ دیا ہے اور فضائل مدینہ پاک بے شمار ہیں فقیر کی کتاب محبوب مدینہ اور اور رسالہ فضائل مدینہ کا مطالعہ کیجیے۔

نوٹ مزار یعنی قبر انور عرش معلے سے افضل کے دلائل شرح حدائق میں مفصل بیان ہو چکے ہیں۔

ممانعت اخلاف یثرب بہ مدینہ پاک

بعض لوگ، مدینہ کو بے دھڑک

یثرب کہدیتے ہیں اس کی ممانعت ہے چنانچہ بخاری شریف (وکذا مسلم) میں ہے یقولون یثرب وھی المدینۃ لوگ کہتے ہیں یثرب حالانکہ وہ تو مدینہ ہے" اس کے تحت فتح الباری میں ہے ای بعض المنافقین یسمها یثرب واسمها الذی یلیق بها المدینۃ بعض منافقین مدینہ طیبہ کو یثرب کہتے ہیں اور یہ اس شان کے لائق نہیں اس کی شان کے لائق نام مدینہ ہے" دوسری حدیث جو امام احمد نے روایت فرمائی ہے من سمی المدینۃ یثرب فلیستغفر اللہ ھی طابۃ۔ جو شخص مدینہ طیبہ کا نام یثرب رکھے اسے چاہیے کہ استغفار کرے اس کا نام تو طابہ ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ مدینہ کو یثرب کہا جائے نیز مرقاۃ ۲۲-۲۳ جلد ۶ پر طویل بحث ہے جس میں ہے فقد حکی عن بن دینار ان من سماها یثرب کتب علیہ خطیئۃ واما تسمیتها فی القرآن بیثرب فھی حکایۃ قول المنافقین الذین فی قلوبهم مرض وقد حکی عن بعض السلف تحریم تسمیۃ المدینۃ بیثرب

عیسٰی بن دینار سے منقول ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اس پر گناہ لکھا جاتا ہے اور وہ جو قرآن کریم میں یثرب کہا گیا ہے تو وہ منافقوں کی بات نقل کی گئی ہے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور سلف صالحین سے مدینہ عالیہ کو یثرب کہنے کی تحریم نقل کی گئی ہے۔

مدینہ عالیہ کا قدیمی نام یثرب تھا۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نام تبدیل فرما دیا اور اس کی جگہ طیبہ اور طابہ نام رکھ دیا چنانچہ لسان العرب اور تاج العروس لغت کی نہایت مستند اور مشہور کتابوں میں بھی موجود ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب شریف ص۹ میں فرماتے ہیں (ترجمہ) حدیث میں آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے کہ مدینہ طیبہ کی طرف ناپاکی کی نسبت کرے یا اس کی فضا کو نازیبا کہے وہ مستوجب سزا ہے اور اسے گرفتار کرنا چاہیے حتیٰ کہ پھر توبہ کرے سرکار ابد قرار کے ورود مسعود سے پہلے مدینہ شریف کو لوگ یثرب کہتے تھے اللہ تعالےٰ کے حکم سے اس کا نام طیبہ اور طابہ رکھا گیا تاریخ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ جو شخص مدینہ طیبہ کو ایک یثرب کہے وہ اس غلطی کی تلافی کے لیے دس مرتبہ کہے مدینہ، مدینہ (انتہی ما من جذب القلوب) تو معلوم ہوا کہ یہ نام یثرب، اللہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سخت ناپسند ہے لہذا اس نسخ شدہ مکروہ نام کو مدینے شریف کے لیے بولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے

ازالہ وہم بعض بزرگان دین کے کلام میں جو یثرب کا لفظ پایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت جامی علیہ الرحمۃ کا ایک شعر ہے۔

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم

تو اس کی اگر مناسبت اور صحیح توجیہ و تاویل ہو تو ٹھیک ورنہ سبقت قلم سے تعبیر کیا جائے گا کیونکہ حدیث و اقوال کثیرہ سلف و خلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا چہ جائیکہ کسی آزاد

خیال شاعر کا کلام چنانچہ حضرت مولانا سید العارفین صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہٗ العزیز نے ایک استفتاء کے جواب میں ارشاد فرمایا رہا عمرو کا استدلال حضرت مولانا حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام (اسی مذکورہ بالا شعر) سے سو یہ صحیح نہیں کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا کرنا پیش کرنا کیا مفید ہے! کلام رسول کے لیے کلام غیر ناسخ نہیں ہو سکتا علاوہ بریں حضرت جامی کے کلام کی بہت عمدہ توجیہ یہ ہے کہ یثرب سے حوالی دعوائی مراد ہیں نہ خاص شہر چنانچہ یثرب پر بطحا کو عطف فرمانا اس کا مؤید ہے اور دوسرے شعر میں۔

گرد صحرائے مدینہ بوشت آمد یا رسول اللہ

من سر خود را فدائے خاکِ آں صحرا کنم

حکایت

فقیر کی دورِ جوانی میں ایک شاعر مولانا صابر مرحوم ایک محفل میں اپنی نعت میں یثرب کا اطلاق کر رہے تھے اگرچہ وہ اپنے مؤقف میں حق پر تھے لیکن فقیر نے ٹوکا تو فوراً قبول کر لیا چیں بہ جبیں نہ ہوئے آج کل کے شاعر کو حقیقی غلطی پر آگاہ کیا جائے تو تسلیم کے بجائے آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے اللہ تعالیٰ حق ماننے کی توفیق بخشے (آمین)

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا

۴۲-

تاب ہے بے حکم پر مارندہ نور کا

حل لغات

تاب : طاقت مجال ۔ بے حکم اجازت کے بغیر ۔ پر مارنا اڑنے کی کوشش کرنا
پرندہ نور کا : اس سے فرشتے مراد ہیں ۔

شرح

حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتہ آپ کی اجازت کے بغیر اڑے اس میں یہ طاقت کہاں ہے ۔

۴۲ —

نزع میں لوٹیگا خاک در پہ شیدا نور کا
مر کے اڑ رہے گی عروس جاں دوپٹہ نور کا

حل لغات

نزع : روح نکلنے کا وقت ۔ لوٹیگا لوٹ پوٹ ہوگا ۔ شیدا عاشق دیوانہ ۔

شرح

اے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نورانی فرشتہ آپ کی اجازت کے بغیر اُڑے اس میں یہ طاقت کہاں ہے ۔

۴۴۔
تابِ مہرِ حشر سے چونکے نہ کشتہ نور کا
بوندیاں رحمت کی دینے آئیں چھینٹا نور کا۔

حل لغات: تاب: چمک روشنی۔ چونکے: جاگے بیدار ہو۔ کشتہ: قتل کردہ شدہ مارا ہوا۔ بوندیاں: قطرے چھینٹے۔ چھینٹا: ہلکی بارش۔

شرح: سید عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مقتول قیامت کے دن سورج کی چمک اور گرمی سے (جب کہ سورج سوا نیزے پر ہوگا) بھی بیدار نہ ہوگا جب تک رحمت کی نورانی بارش اس پر نہ برسے گی۔

۴۵۔
وضع واضع میں تیری صورت ہے معنی نور کا
یوں مجاز اً چاہیں جس کو کہدیں کلمہ نور کا

حل لغات: وضع: پیدا کرنا۔ ساخت۔ طرز اور شکل بناوٹ، صورت، شکل۔ یوں: اس طرح۔ واضع: اسم فاعل۔ پیدا کرنے والا بنانے والا معنی مقصود

مطلب، مجازاً، مراداً، قرضاً

شرح اے حبیب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم خالق کائنات (صورتیں بنانے والے) نے اپنی بناوٹ میں آپ کی شکلِ مبارک ذاتِ مبارک کو نور فرمایا اس کے بعد یوں مجازاً چاہے جس پر نور کا استعمال کرو۔

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نور بنایا اور پھر بتایا بھی اس اعتبار نور کی اصل و منبع آپ ہیں اس معنیٰ پر حقیقی موضوع کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے پھر جس پر بھی نور کا اطلاق ہوگا مجازاً ہوگا اس کے شواہد حاضر ہیں

قرآن مجید

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (پ ۶) — اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا۔

فائدہ اس آیت میں بالاتفاق نور سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں متعدد حوالہ جات گزر چکے ہیں چند مزید ملاحظہ ہوں۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هو نور النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ۝

ترجمہ: قد جاءکم من اللہ نور میں نور سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

۲ تفسیر روح المعانی

صـ ۸۶ ج ۶ میں ہے کہ ،

قد جاءکم من اللہ	بے شک آیا تمہارے اللہ کی
نورٌ ہے عظیم وھو	طرف سے نور جو عظیم نور ہے
نور الانوار والنبی	وہ تمام نوروں کا نور ہے
المختار صلے اللہ علیہ	اور نبی مختار ہیں مفسر قرآن
والہ وسلم والیٰ ھذا	قتادہ اور زجاج کا بھی یہی
اذھب قتادہ والزجاج	مذہب ہے۔

۳۰ تفسیر خازن صـ ۵۶ ج ۱

میں ہے کہ

قَدْ جاءکم من	بے شک آیا تمہارے پاس اللہ
اللہ نور یعنی	کی طرف سے نور یعنی محمد پاک
محمد صلے اللہ	صاحب لولاک صلے اللہ علیہ وآلہ
علیہ وآلہ وسلم	وسلم رب العزت نے اپنے
انما سماہ اللہ	محبوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
نورًا لانہ یھتدی	وآلہ وسلم کا اسم گرامی نور رکھا کیونکہ
بہ کما یھتدی	جس طرح نور سے اندھیرے میں
بالنور فی الظلام	راستہ کا نشان ملتا ہے اسی
	طرح آپ کی ذات انور بھی
	رشد و ہدایت کے لیے چراغ راہ
	کی حیثیت رکھتی ہے

۴ تفسیر غرائب القرآن ص۸۶ ج ۲ میں ہے کہ۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ محمدا واسلام وكتاب مبين هو القرآن

آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یا دین اسلام اور کتاب مبین یعنی قرآن مجید۔

۵ تفسیر ابو السعود ص۸۶ ج ۲ میں ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ قيل المراد بالاول هو رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وبالثاني القرآن

علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ نور سے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

۶ تفسیر بیضاوی ص۲۵۴ ج ۱ میں ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ النبی صلے الله علیه وآله وسلم یرید بالنور محمدا صلے الله علیه وآله وسلم۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ نور سے مراد حضور رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

۷ تفسیر مدارک | صفحہ ۲۵۴ ج ۲ میں ہے۔

علامہ نسفی حنفی زیر نظر آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں او النور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لانہ یہتدی بہ کما سمی سراجًا یا نورٌ سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے راہ ہدایت ملتی ہے جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام نامی "سراج منیر" رکھا ہے)

احادیث مبارکہ | حضرت کعب بن مالک نے فرمایا

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (۱) صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا حتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ (بخاری)

ہمیشہ جب حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر کیف وانبساط کے آثار طاری ہوتے آپ کا چہرۂ زیبا چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا علامہ عینی جَبِیْنُہٗ قِطْعَۃُ قَمَرٍ، یعنی آپ کی پیشانی چاند کا ٹکڑا تھی مستدرک میں بھی یہ حدیث جلد دوم صفحہ ۶۰۵ پر موجود ہے صاحب مستدرک اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں ھٰذا حدیث صیحح علٰی شرط الشیخین یعنی شیخین (مسلم وبخاری) کی صحت کے اصولوں کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے

(۲) بخاری | ۱۸۱ ج ۲ مطبوع مصر میں ہے کہ:

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

ایک دفعہ سیدہ عالم صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپ پر کیف و سرور کی حالت طاری تھی اور آپ رخساروں کی لکیریں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔

۳ مشکوٰۃ مسلم کی روایت سے ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ کے سامنے کسی نے بیان کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ تلوار کی مانند تھا آپ نے فرمایا

لَا بَلْ كَانَ مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ۔ ہرگز نہیں میرے حبیب کا چہرۂ انور آفتاب و ماہتاب کی مثل نورانی تھا۔

فائدہ حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اَىْ فِىْ قُوَّةِ الضِّيَاءِ وَكَثْرَةِ النُّوْرِ = یعنی روشنی کی تیزی اور نور کی کثرت میں سورج اور چاند کی مانند تھا۔

۲ مشکوٰۃ از ترمذی اور حجۃ اللہ علی العالمین میں ہے کہ

حضرت ابوہریرہ سیدہ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے متعلق اپنا تاثر بیان کرتے ہیں۔

مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَاْلَؤُ فِى الْجُدُرِ۔

میں نے حضور علیہ السلام سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں

دیکھا یوں معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب آپ کے چہرۂ مبارک میں
چل رہا ہے اور جب آپ ہنستے تو دیواریں روشن ہو جاتیں ،

چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

(نوٹ) یہ سلسلہ طویل تر بن ہے ہر صحابی رضی اللہ عنہ آپکے نور ہونے کی گواہی دیگا ویسے آیت میں آپ کو علے الاخلاق نور کہا گیا ہے اسی لیے آپکے ہر ہر جزو وعضو کو مطلقاً ماننا پڑیگا چند شواہد چلتے چلتے عرض کردوں سب کو یقین ہے کہ ۔

(۱) ہر بچہ کی ناف ہوتی ہے جس سے حیض کا خون بچہ کی خوراک بنتا ہے مگر آپ کے ناف کا نشان تھا ناڑ نہ تھی جس سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق خاص طریقہ پر فرمائی اور حیض کا خون آپ کی خوراک نہیں ۔

(۲) مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ پاک نے پاک بنایا جیسے اور بچے پیدا ہوتے ہیں خون میں لتھڑے ہوئے آپ ، ایسے پیدا نہیں ہوئے بلکہ صاف ، آپ پر خون کا کچھ اثر نہ تھا ۔

(۳) آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ فرمایا رَبِّ ھَبْ لِی اُمَّتِیْ اے رب میری امت کو بخش دے ! آپ مختون پیدا ہوئے آپ کے نورانی جسم پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی آپ کے جسدِ پاک سے مشک کی خوشبو آتی تھی آپ جس راستہ سے گزر جاتے وہ راستہ منور و معطر ہو جاتا ۔

(۴) حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں شب تار میں آپ ہنستے تو آپ

کے دانتوں سے نوری شعاعیں نکلتی تھیں ہیں اس روشنی سے سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی وغیرہ وغیرہ یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب البشریۃ التعلیم الامنہ۔

بشریت کی تحقیق

یاد رہے کہ مخالفین عوام میں تاثر دیتے ہیں کہ اہلسنت بریلوی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے قائل نہیں یہ ان کا سراسر بہتان اور افتراء ہے افتراء و بہتان تراشی سے باز آجاؤ اپنے مسلک کے عالم دین کی عبارت یہاں پر لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں حضرت علامہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ السلام اس وقت نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں تھے خود فرماتے ہیں کنت نبیًّا و آدم بین الماء والطین ، اس وقت حضور نبی تھے بشر نہیں تھے سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر یا انسان کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ السلام کو یا محمد یا کر اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی یا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر اہانت کی نیت سے پکارا تو کفر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضًا ، رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو اگر کوئی اپنی ماں کو باپ کی بیوی یا باپ کو ماں کا شوہر کہے یا اس کا نام لے کر پکارے یا اس کو بھیا وغیرہ کہے تو اگرچہ بات

تو بھی ہے مگر بے ادب گستاخ کہا جائے گا کہ برابری کے کلمات سے کیوں یاد کیا (جاء الحق صـ۱۴۲)

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

تمام مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ جملہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تواضعاً فرمایا ہے اس کے اور جوابات بھی ہیں لیکن یہاں یہی کافی ہے۔

علامہ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں

قال ابن عباس علم اللّٰہ تعالیٰ عزوجل رسولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم التواضع لئلا یزھی علی خلقۃ قلت فیہ سد لباب الفتنہ افتتن بھا النصاری حین رأوا عیسیٰ یبرئ الاکمہ والابرص ویحی الموتی وقد اعطی اللہ تعالیٰ نبیاً صلی اللّٰہ علیہ وسلم من المعجزات اضعاف ما اعطی عیسیٰ علیہ السلام باقرار العبودیہ وتوحید الباری لا شریک لہٗ

صاحب کمال کا اظہار تواضع بھی

اس کا کمال ہوتا ہے لیکن

بعض کج فہم اور حقیقت نا شناس لوگ آیت کو کمالات نبوت کے انکار

کی دلیل بناتے ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نبی مکرم رسول معظم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان رفیع کے متعلق کچھ بتائے جائے ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ متی وجبت لکم النبوہ" حضور آپ کو خلعت نبوہ سے کب سرفراز فرمایا گیا آپ نے جواب میں فرمایا وآدم بین الروح والجسد" مجھے اس وقت شرف نبوت سے مشرف کیا گیا جب کہ آدم کی نہ ابھی روح بنی تھی نہ جسم (رواہ الترمذی وصحہ وقال انہ حسن غریب) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے اب خود ہی فیصلہ فرمائیے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہو کر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی ابن تیمیہ وغیرہ نے یہ کہا کہ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین اور کنت نبیاً ولا آدم ولا ماء ولا طین لا اصل لھما" کہ ان دو حدیثوں کا کوئی اصل نہیں علامہ خفاجی ابن تیمیہ کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دو حدیثوں کو موضوع یا بے اصل کہنا درست نہیں کیونکہ امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے اور یہ دونوں روائیتیں اس کی ہم معنی ہیں اس لیے ان کو موضوع کہنا درست نہیں ہو سکتا ہے جب کہ روایت بالمعنی محدثین کے نزدیک جائز ہے اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ میں تخلیق آدم سے پہلے علم الٰہی میں نبی تھا کیونکہ اس میں پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہ ہوگی بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعت نبوت سے سرفراز کیا اور ملاء اعلیٰ کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

بل ان اللہ خلق روحہ قبل سائر الارواح وخلع علیہا خلعتہ الشریف باالنبوہ اعلاما للملاء الاعلی بہ - چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے -

یسبح ذالک النور وتسبح الملائکہ بتسبیحتہ کہ نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تسبیح سن کر اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے کسی نے کیا خوب کہا -

گر نہ خورشید جمال یار گشتے راہ نموں
از شب تاریک غفلت کس نہ بردے راہ بروں

ابن کثان نے اپنی کتاب الاحکام میں حضرت امام علی زین العابدین سے انہوں نے اپنے بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے انہوں نے ان کے جد امجد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے -

قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق ادم بار بعتہ عشر الف عام

یعنی میں نور تھا اور آدم کی آفرینش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا اس حدیث کے آخری تین راوی ائمہ اہل بیت سے ہیں ان کا علم وفہم اور تقویٰ کسی کی توثیق کا محتاج نہیں البتہ ابن قطان کے متعلق کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہے علامہ زرقانی ان کے متعلق لکھتے ہیں -

الحافظ الناقد ابو الحسن علی بن محمد ابن الملک الحمیری کان من ابصر الناس بصناعته الحدیث واحفظهم لاسماء رجاله واشدهم عنایته فی الروایته معروفا بالحفظ والاتقان (زرقانی علی المواہب الدنیہ جلد اول ص ۴۸)

یہ حافظ اور نقاد حدیث تھے ان کا نام ابوالحسن علی بن محمد ہے فن حدیث سے ان کی بصیرت اپنے ہم عصروں سے زیادہ تھی اور اسماء الرجال کے حافظ تھے روایت میں وہ انتہا درجے کی احتیاط برتتے وہ اپنے حفظ اور اتقان کے باعث مشہور و معروف تھے۔

حضرت جابر نے فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ الطیب التحیات سے پوچھا یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔

بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقه اللّٰه تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللّٰه تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک۔

(رواہ عبدالرزاق بسندہ)

یعنی حضرت جابر نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں کہ اللہ نے سب چیزوں سے پہلے کونسی سی چیز پیدا کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا ان صحیح احادیث (جن کی تصحیح اور توثیق مولانا تھانوی نے نشر الطیب میں کی

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات عالم امکان میں سب سے مقدم ہے اہل معرفت کی اصطلاح میں اسی نور کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے اور حقیقت محمدیہ حقیقۃ الحقائق ہے۔ وبھذا الاعتبار سمی المصطفیٰ بنور الانوار وباب الارواح (زرقانی) اور تمام ارواح کا باپ کہا جاتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا نازک ہے جو مجھ جیسے کم علم کو یہ زیبا نہیں کہ میں اس میں اپنی خیال آرائی کو دخل دوں بہتر یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کی تحقیقات ہدیہ ناظرین پر اکتفا کروں جن کا علم و تقوی اہل شریعت و اہل طریقت دونوں کے نزدیک مسلم ہے اور جن کا قول ساری امت کے نزدیک حجت ہے اس لیے میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں شاید جلوہ حسن محمدی کی جھلک دیکھ کر کوئی چشم اشکبار مسکرا دے کسی کے دل بے قرار کو قرار آجائے آپ لکھتے ہیں۔

جاننا چاہئے پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش نہیں افراد عالم میں کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود عنصری حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہے جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلقت من نور اللہ کشف صریح سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے پیدا ہوئی جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ کہ اس امکان سے جو تمام ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا ہی باریک نظر سے مطالعہ کیا کیا جائے مگر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ انکی خلقت وامکان کا منشا عالم ممکنات میں ہے ہی نہیں کیونکہ اس عالم

سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور جب جہان میں ان سے لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔

(دفتر سوم ترجمہ مکتوب نمبر ۱۰۰ ص ۲۲۶) اس میں کوئی شک نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم صفت بشریت سے متصف ہیں اور حضور صلے علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا مطلق انکار غلط سراپا غلط ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہنا ٹھیک ہے یا کہ نہیں جملہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم فرض عین ہے اور ادنیٰ سی بے ادبی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے اور اعمال ضائع ہو جاتے ہیں ارشاد ارشاد الٰہی ہے وتعزروہ وتوقروہ اب یہ دیکھنا ہے کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص ادب واحترام ہے یا سوء ادبی پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہو گا کہ بشر کہنے میں تعظیم ہے یا تنقیص ادب واحترام ہے یا سوء ادبی پہلی صورت میں بشر کہنا جائز ہو گا اور دوسری میں ناجائز مہر سپہر علم وعرفان حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے اس عقیدہ کا جو حل پیش کیا ہے اس کے مطالعہ کے بعد کوئی اشتباہ نہیں رہتا آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ بشر مفہوماً اور مصداقاً مشتمل بکمال ہے کیونکہ آدم کو بشر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے "ما منعک ان لا تسجد لما خلقت بیدی"

اے ابلیس جس کو ہم نے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا کیونکہ اس پیکر خاکی کو اللہ کے ہاتھ

لگنے کی عزت نصیب ہوئی اس لیے اسے بشر کیا گیا اس خاک کے پتلے کی اس سے بڑھ کر عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے نیز یہی بشر ہے جو آپ کے الفاظ میں کمال استجلاء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے یہ دونوں چیزیں اگر ذہن نشین ہوں تو بشر کہنا عین تعظیم و تکریم ہے چونکہ اس کمال تک ہر کس و ناکس ماسوائے اہل تحقیق و اہل عرفان رسائی نہیں رکھتا لہذا اطلاق لفظ بشر میں خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے خواص کے لیے جائز اور عوام کے لیے بغیر زیارت لفظ دال بر تعظیم ناجائز ہے (فتاوی مہریہ ص ۱۰ مطبوعہ ۱۹۶۲ء)۔

انا بشر مثلکم میں وجہ مماثلت کیا ہے

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ مماثلت کس چیز میں ہے مراتب و درجات وہبی ہوں یا کسبی کمالات علمی ہوں عاداتِ و خصائل روح پر نور بلکہ جسم عنصری تک میں کسی کو مماثلت تو کجا مناسب بھی نہیں پھر یہ مماثلت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کون سی ہے اور کہاں پائی جاتی ہے کہ۔

انما الٰہکم الٰہ واحد وہ بھی ایک خدائے لاشریک کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو اس کا بھی وہی خالق و مالک ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے

نورانیت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک اور دلیل

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

(المائدہ آیت نمبر ۱۵)

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور

فائدہ

امام المفسرین ابن جریر لکھتے ہیں یعنی ۔

بالنور محمد صلے اللہ علیہ وسلم الذی انار اللہ بہ الحق اظہر بہ الاسلام ومحق بہ الشرک فھو نور لمن استنار بہ ۔ (تفسیر ابن جریر)

یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والثناء ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا اسلام کو ظاہر فرمایا شرک کو نیست و نابود کیا حضورؐ نور ہیں مگر اس کیلئے جو نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اس نور مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو منور فرمائے اور اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے (آمین) جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہا ہے تو کسی کو کیا اعتراض ؟ کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے یہ کہنا کہ نور بھی قرآن مجید مراد ہے درست نہیں کیونکہ واو عاطفہ تغایر پر دلالت کرتی ہے ۔

نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کی تمثیل

حضرت ابن عباس نے نے کعب احبار سے کہا

اخبرنی عن قولہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ الایتہ

مجھے اس آیت کا مطلب بتاؤ ۔

قال کعب ھذا مثل
ضربہ اللہ لنبیہ
صلے اللہ علیہ وسلم
فالمشکواۃ صدر والز
جاجتہ قبلہ والمصباح
فیھا النبوہ یکاد نور
محمد صلے اللہ علیہ
وسلم وامرہ یتبین لناس
ولو لم یتکلم انہ نبی
کما کاد یکاد ذالک
الزیت یضیئی ولو لم
تمسہ نار نور علی
نور (مظہری)

حضرت کعب نے یہ کہا یہ مثال
ہے جو اللہ نے اپنے نبی کریم
کے متعلق بیان کی ہے مشکواۃ
سے مراد سینہ مبارک ہے زجاجۃ
سے مراد قلب انور ہے مصباح
سے مراد نبوت ہے یعنی حضور
صلے اللہ علیہ وسلم کا نور اور
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان
لوگوں کے سامنے خود بخود عیاں
ہو رہی ہے اگرچہ حضور صلے
اللہ علیہ وسلم اپنی نبوت کا
اعلان نہ بھی کرتے عارف باللہ
علامہ ثناء اللہ پانی پتی یہ لکھنے کے
بعد فرماتے ہیں۔

ولنعم ما قال کعب ھا انا اذکر فصلا فی ظہور امر نبوتہ
قبل ان یبعث وقبل ان یتکلم انہ نبی

یعنی کعب نے بہت عمدہ بات کہی ہے اور میں یہاں ایک فصل تحریر کرتا ہوں جس سے پتہ چل جائے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رفعت شان اعلان نبوت سے پہلے ہی ظاہر تھی اس کے بعد علامہ موصوف نے ایک طویل فصل لکھی ہے جس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کا ذکر کیا جو اعلان نبوت سے قبل ظہور پذیر ہوئے دل تو چاہتا ہے

کہ اہل محبت کی تسکین خاطر کے لیے اس کا ترجمہ پیش کروں لیکن یہاں اسکی گنجائش نہیں اور بالکل محروم رہنا بھی گوارہ نہیں صرف ایک ذکر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی کمسن ہی تھے کہ تمام علاقہ میں سخت قحط پڑ گیا ... ابوطالب بارش کی دعا کرنے کے لیے حرم میں آئے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمراہ لائے حضور کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور دعا مانگی اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا دعا مانگنے کی دیر تھا

ما قبل الحساب مق	یعنی اس وقت بادل ادھر ادھر
مهنا وهمنا واغدق	سے ہجوم کر آئے خوب موسلا
وانفجر له الوادی وفی	دھار بارش برسی یہاں تک کہ
ذالك قال ابو طالب	ندیاں بہنے لگی اور اس وقت
وابیض یستسقی الغمام	ابوطالب نے یہ شعر کہے کہ
بوجهه ثمال الیتامی	وہ سفید یعنی موہنی رنگت والا
عصمته ملارامل	جس کے روئے تاباں کے صدقے

بادل کی التجا کی جاتی ہے وہ یتیموں کا آسرا اور بیوہ عورتوں کی ناموس کا محافظ ہے لا شرقیہ ولا غربیہ فرما کر یہ بتا دیا کہ نبوت مصطفوی کا فیض عام ہے جس طرح زمانہ کی پابندی نہیں اسی طرح مکان کی قید بھی نہیں اہل مشرق ومغرب سب کے لیے در رحمت کھلا ہے اور دام لطف وکرم کشادہ ہے ......

کفار انبیاء کرام کی ظاہری بشریت سے فریب کھا گئے اور ان کی نگاہیں شان نبوت کو پہچاننے سے قاصر رہیں مولانا روم علیہ الرحمتہ نے ان لوگوں

کے شکوک و شبہات کو بیان کر کے اپنے حکیمانہ انداز میں ان کا ازالہ فرمایا ہے

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

یعنی کفار نے کہا ہم بھی انسان ہیں اور انبیاء بھی انسان ہیں ہم بھی سوتے ہیں اور کھاتے ہیں اور وہ بھی اسی طرح۔

ایں ندانستند ایشاں از عمیٰ
ہست فرق درمیاں بے انتہا

ان اندھوں نے یہ نہ جانا کہ ان کے درمیان اور انبیاء کے درمیان تو بے انتہا فرق ہے

ہر دو یک گل خورد زنبور و نحل
زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ویسے تو زنبور اور شہد کی مکھی ایک پھول سے ہی خوراک حاصل کرتی ہیں لیکن وہاں ڈنگ نمودار ہوتا ہے اور یہاں شہد۔

ہر دو گوں آہو گیاہ خورد و ز آب
زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے ہیں اور پانی پیتے ہیں لیکن ایک سے صرف لید نکلتی ہے اور دوسرے سے خالص کستوری۔

ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نور خدا

سب سے پہلی مخلوق نور محمدی صلے اللہ علیہ وسلم۔

قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اوّل المسلمین
(الانعام آیات ۱۶۲-۱۶۳)

آپ فرمایئے بے شک میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا نہیں کوئی شریک اس کا اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں''۔

فائدہ | رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے مسلم ہونے کا یہ تو مطلب ہے کہ اپنی امت میں سب سے پہلے آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی امت آپ کی دعوت سے اس شرف سے مشرف ہوئی اور یا اولیت سے مراد اولیت حقیقیہ ہے کہ سب مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر؛ اعرفان اتم ہمارے آقا و مولا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوا کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضور کے نور کی تخلیق ہوئی اور سب سے پہلے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنے رب کی توحید کی دعوت دی

قال قتادہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال کنت اول الانبیاء فی الخلق واخرھم فی البعث (قرطبی)

یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سب مخلوق سے پہلے ہوئی اور مولانا عثمانی نے بھی اسی قول کو پسند فرمایا ہے آپ لکھتے ہیں عموماً مفسرین وانا اول المسلمین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس امت محمدیہ کے

اعتبار سے آپ اول المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث

کنت نبیا وادم بین الروح والجسد

ہیں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی روح و جسد کی درمیانی منزلیں طے کر رہے تھے، کے مطابق آپ اول الانبیاء ہیں تو اول المومنین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

۴۶

تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

حل لغات اجزاء = جزو کی جمع ہے بمعنی حصہ بالکل تمام۔ جملہ = پورے کا پورا علاقہ = تعلق

شرح انبیاء علیہم السلام آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کا حصہ ہیں آپ مکمل نور ہیں اس نسبت سے ان کو نور بولنا کہنا درست ہے۔

یہ شعر امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر کا ترجمان ہے

فَاِنَّکَ شمس فضلٍ ھم کواکبھا
یظھرن انوارھا لِلنَّاس فی الظلم

اس کی مزید تحقیق و تفصیل فقیر کی شرح قصیدہ بردہ شریف میں پڑھیے۔

۴۷
یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

حل لغات

مہر سورج + مہ = چاند + اطلاق بولا جانا وارد کرنا، استعمال کرنا بھیک وہ شئے جو خیرات میں ملے ہو استعارہ = مانگ لینا حقیقی مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا تعلق

شرح

چاند و سورج کو جو نور کہا جاتا ہے حقیقتاً یہ آپ کے نام کی خیرات ہے جو آپ کی نورانیت سے نور مانگ کر نورانی و روشن ہوتے ہیں جیسا کہ پہلے نور کی تعریف سے ثابت کیا گیا ہے کہ ہر شئے کی اصل آپ ہی ہیں حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

اَوَّلُ مَا خلق اللّٰہُ نُوْرِیْ وکل الخلائق مِنْ نُوْرِیْ ۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے تمام مخلوق کو پیدا کیا

حضرت خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

آنچہ اوّل شد پدید از جیب غیب
بود نور پاک او بے ہیچ ریب

بعدازاں آں نور عالی زد علم
گشت عرش و فرش و لوح و قلم
نور او چوں اصل موجودات بود
ذات او چوں معطی ہر ذات بود
(منطق الطیر صد ۱۹)

(ترجمہ) غیب سے جو پہلے ظاہر ہوا بلاشک و شبہ وہ آپ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا اس کے بعد جتنا بھی اور جہاں بھی نور نے علم بلند کیا خواہ وہ کرسی ہو یا عرش اور لوح و قلم ان سب کی اور جملہ موجودات کی اصل بلکہ ہر ایک کو عطا کرنے والے آپ ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کسی نے کیا خوب کہا

تیرے نور سے پھیلے ہیں سرمدی جلوے
تجلیات کا عالم تیرے ظہور سے ہے

اور فرمایا کسی نے سے

نور احمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں شجر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے

حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالی کو منظور ہوا سیر

کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ نہ فرشتے تھے نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نور یعنی نور محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار حصے کیے ایک حصے سے قلم پیدا کیا دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پھر چوتھے کے چار حصے کیے ایک سے حاملانِ عرش کو پیدا کیا دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کے مزید چار حصے کیے ایک سے آسمان بنائے دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے جنت و دوزخ آگے طویل حدیث ہے

مصنف عبدالرزاق بحوالہ قسطلانی ج ۱ ص ۹ خصائص کبریٰ)

نوٹ اس حدیث کی تحقیق و تفصیل فقیر کے رسالہ فیض الفاخر فی حدیث جابر"

۴۸

سرمگیں آنکھیں حریم حق کی وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

حل لغات سرمگیں، سرمہ لگی ہوئی × حریم حق وہ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت بخشی مشکیں = مشک والا × غزال = ہرن × فضا = وسعت اور فراخی × رمنا

ہرن ۔ ہو فضا ۔ وسعت اور فراخی ۔ رمنا گھومنا پھرنا سیر کرنا ۔

شرح اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والی مشک والے ہرن کی آنکھ جیسی سرمئی آنکھیں جن کی نورانی نظر لامکان کی وسعتوں میں گھومتی ہے ۔

نورانی آنکھ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بینائی کی وسعت خود جانیں یا خدا تعالیٰ احادیث میں ہے کہ

(۱) ابن عباس سے بیہقی نے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے اندھیرے میں دن کے اجالے کی طرح دیکھتے ہیں

(۲) آپ نے فرمایا میں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو ۔

(۳) فرمایا قیامت تک جو کچھ ہوگا اس کو میں اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو ۔

(۴) فرمایا رَاَیۡتُ رَبِّی عَینِی میں نے اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا

(۵) ابن عباس قتادہ عکرمہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب کو سر کی آنکھ سے دیکھا ۔

فائدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تجلی دیکھی تھی تو ان کی آنکھ اندھیری رات میں تین فرسخ دور پہاڑ پر چیونٹی چلتی دیکھ لیا کرتی تھی اور محبوب خدا نے رب کو دیکھا تو ان کے دیکھنے کی کیا حد ہوگی جس نے لا محدود ہی دیکھ لیا اس پر شرح حدائق کے مجلدات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے یہاں سرگیں آنکھوں کی شرح عرض کر دوں ۔

اشکل العین

شمائل ترمذی میں آپ کی چشمان مبارک کو اشکل العین کہا گیا ہے لغت میں اشکل العین دونوں آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی کو کہتے ہیں عرب لوگ جب پانی میں خون کی سرخی ملی ہوئی ہو تو اس پانی کو ماء اشکل کہتے ہیں۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے سماک سے پوچھا ضلیع الفم کسے کہتے۔

انہوں نے کہا کشادہ دہن والے کو کہتے ہیں میں نے پوچھا اشکل العین کسے کہتے ہیں انہوں نے کہا اس سیاہ آنکھ کو کہتے ہیں جس کی سفیدی میں لمبے سرخ ڈورے ہوں میں (شعبہ) نے پوچھا منہوس العقب کسے کہتے ہیں اس (سماک) نے جواب دیا کہ کم گوشت والی ایڑی کو کہتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشاہدے

(۱) جابر بن سمرہ کہتے ہیں آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی یعنی آپ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھیں مبارکہ بھی اس صفت حسنہ سے مزین تھیں جو کہ عرب میں از روئے خوبصورتی وحسن انتہائی محبوب اور محمود ہے

(۲) بیہقی میں حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم عظیم العینین اھدب الاشفار مشرب العین بحمرۃ"	یعنی حضور صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھوں مبارک میں سرخ ڈورے تھے لمبے ابرو تھے سرخی اور سفیدی ملا ہوا یعنی سنہری رنگ مبارک تھا۔

(فائدہ) علامہ محمد ابراہیم بیجوری فرماتے ہیں۔

والصواب ما اتفق علیہ العلماء وجمیع اصحاب الغریب ان الشکلۃ حمرۃ فی بیاض العین واما الشہلۃ فھی حمرۃ فی سوادھا والشکلۃ احدی علامات النبوۃ (المواہب اللدنیہ ص۲۲)	اور صحیح بات یہ ہے جس پر علماء اور تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے کہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے کو شکل کہتے ہیں اور اس کی سیاہی میں سرخ ڈورا ہو تو اس کو شہلہ کہتے ہیں اور یہ شکلہ نبوت کی علامات میں سے ایک ہے۔

دیدار الٰہی

(۱) انہی سرگیں چشمان اقدس نے ہی بلا حجاب دیدار حق پایا خود سرکار کونین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔

(۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ۔

ان محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رای ربہ مرتین مرۃ ببصرہ ومرۃ بفوادہ (خصائص کبریٰ ص۱۶۱ ج ا رواہ الطبرانی)	حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دوبار دیکھا ایک بار سر کی آنکھوں سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

(۳) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن سے روایت کی کہ

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اِبْرَاہِیْمَ بِالْخُلَّۃِ واصْطَفٰی مُوْسٰی۔	بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے اور

بِالْكَلَامِ وَاصْطَفٰى مُحَمَّدًا بِالرُّؤْيَةِ
(زرقانی علی المواہب ص۱۱۷ خصائص کبریٰ ص۱۶۱)

موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام سے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔

(۵) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَا اَقُوْلُ بِحَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَيْنِهٖ رَاٰى رَبَّهٗ رَاٰهُ رَاٰهُ حَتّٰى انْقَطَعَ نَفَسُهٗ
(شفا شریف ص۱۲۰)

میں حدیث ابن عباس کے مطابق (عقیدہ رکھتے ہوئے) کہتا ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اس آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

(۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى رَبَّهٗ عَزَّ وَجَلَّ
(ابن خزیمہ زرقانی علی المواہب ص۱۱۶)

بلاشبہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا

(۶) حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ۔

لَقَدْ رَاٰى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّهٗ
(شفا شریف ص۱۲۰)

بلاشبہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(۷) امام قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن اشعری اور صحابہ کرام کی جماعت نے فرمایا ہے۔

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ رَاٰی اللّٰہ تَعَالٰی بِبَصَرِہٖ وَعَیْنَیْ رَأْسِہٖ	اپنی ان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

(شفا شریف صہ ۱۲۱)

(۸) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

اَلرَّاجِحُ عِنْدَ اَکْثَرِ الْعُلَمَاءِ اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَبَّہٗ بِعَیْنَیْ رَأْسِہٖ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ (زرقانی علی المواہب صہ ۱۱۶)	کہ اکثر علماء کے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ بلاشبہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

(فائدہ) ان روایات سے صراحۃً ثابت ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔

(سوال) آیہ کریمہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ سے ثابت ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی ناممکن اور محال ہے۔

جواب: آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رؤیت کی کیونکہ ادراک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب و حدود پر محیط ہونا چنانچہ حضرت سعید بن مسیب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور جمہور مفسرین و محدثین ادراک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ کر لے کیونکہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جس کے حدود و جوانب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لیے حدود و جوانب محال ہیں لہٰذا اس کا ادراک و احاطہ بھی محال اور ناممکن ہے

جواب ۲) رؤیت و دید کے معنی ہیں کہ بصر کسی چیز کو جیسی کہ وہ ہو دیکھا

جانے، تو جو چیز جہت والی ہوگی اس کی رؤیت و دید جہت ہوگی اور جس کے لیے جہت نہ ہوگی اس کی دید بے جہت ہوگی جو لوگ ادراک اور رؤیت میں فرق نہیں کرتے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ ہوگئے۔

(۴) اگر دیدار الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لیے سوال نہ کرتے رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ (اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں دیکھوں) اور ان کے جواب میں إِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي (اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھ کو دیکھ لوگے) نہ فرمایا جاتا، بلکہ یوں کہا جاتا لَنْ يَرَانِي أَحَدٌ (مجھے ہرگز کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا) یا لَنْ أُرٰى (کہ میں ہرگز دیکھا ہی نہیں جاسکتا) تو گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کو استقرار پہاڑ پر معلق فرمایا اور استقرار پہاڑ امر ممکن ہے محال نہیں لہٰذا دیدار الٰہی بھی ممکن ہوا محال نہ ہوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدار الٰہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا ممکن ہوا معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدار الٰہی کو محال بتلاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بلاشبہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

وسعت نگاہ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

رسول علیہ السلام مطلع است
بر نور نبوت بر دین ہر متدین
بدین خود کہ در کدام درجہ از دین
من رسیدہ وحقیقت ایمان او
چیست و حجابے کہ بداں از
ترقی محجوب ماندہ است
کدام است پس او می شناسد
گناہان شمارا و درجات ایمان
شمارا و اعمال بد و نیک شمارا
واخلاق و نفاق شمارا، لہذا شہادت
او در دنیا بحکم شرع در حق امت
مقبول و واجب العمل است۔
(تفسیر عزیزی ص۶۳۶)

کہ حضور علیہ السلام اپنے نور
نبوت سے ہر دیندار کے
دین کو جانتے ہیں کہ دین کے
کس درجہ میں ہے اور اس کے
ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کونسا
حجاب اس کی ترقی میں مانع ہے
پس حضور علیہ السلام تمہارے گناہوں
کو تمہارے ایمانی درجات کو اور
اور تمہارے نیک و بد اعمال کو اور
تمہارے اخلاق و نفاق کو جانتے
پہچانتے ہیں لہذا ان کی گواہی
دنیا میں بحکم شرع امت کے
حق میں قبول اور واجب العمل ہے

(۲) حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ونیک شمارا اخلاق و نفاق شمارا
لہذا شہادت او در دنیا بحکم
شرع در حق امت مقبول و واجب
العمل است

اخلاق و نفاق کو جانتے پہچانتے
ہیں لہذا ان کی گواہی دنیا بحکم
شرع امت کے حق میں قبول
اور واجب العمل ہے

(تفسیر عزیزی ص۶۳۶)

(۳) حضرت المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

باچندیں اختلاف وکثرت مذاہب کہ در علماء امت است یک کس را دریں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم وباقیست وبر اعمال امت حاضر و ناظر است	اس اختلاف وکثرت مذاہب کے باوجود علماء امت میں سے اس مسئلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حقیقی زندگی کے ساتھ بغیر تاویل و مجاز کے احتمال کے زندہ دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر وناظر ہیں ۔

(حاشیہ اخبار الاخیار)

فائدہ اس وسعت نگاہی سے مسئلہ حاضر وناظر بھی واضح ہو گیا مسئلہ حاضر وناظر کے لیے فقیر کی تصنیف دلوں کا چین کا مطالعہ کیجیے ۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی

ایسی تیز نگاہی کہ جملہ عالم ہاتھ کی ہتھیلی پر ہو یہ تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی حاصل ہے چنانچہ

(۱) حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔

وَعِزَّةِ رَبِّي اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِيَاءَ يُعْرَضُوْنَ عَلَيَّ وَاِنَّ عَيْنِيْ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا غَائِصٌ فِيْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰهِ (بہجۃ الاسرار وبہجۃ الاسرار صـ۲۲)	مجھے رب العزت کی قسم بیشک سعداء اور اشقیاء مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ میں دیکھتی ہے میں علم الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوں ۔

(۲) نیز فرمایا ۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

(قصیدہ غوثیہ)

میں نے خدا کے سارے شہروں کو یوں دیکھا ہے جیسے ایک رائی کا دانہ ہو

(۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں

لوح محفوظ میں دیکھتا ہوں (تفسیر مظہری ص۲۰)

(۴) امام العارفین مولانا رومی علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیا

از چہ محفوظ است محفوظ از خطاء

لوح محفوظ اولیاء اللہ کے پیش نظر ہوتی ہے

اور جو کچھ اس میں محفوظ ہے وہ خطاء سے محفوظ ہے

عزیزاں علیہ الرحمۃ والرضوان	کہ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ علیہ
اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں	فرماتے ہیں کہ زمین گروہ اولیاء
الیست و ما می گوئیم چوں روئے	کے سامنے مثل دستر خوان کے ہے
ناخنیست از نظر ایشاں غائب	اور ہم یہ کہتے ہیں کہ ساری زمین
نیست	ان کے سامنے ایسی ہے جیسے روئے

ناخن کوئی چیز بھی ان کی نظر سے غائب نہیں ہے

(نفحات الانس ص۳۴۸)

(۶) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں اور طبری وابونعیم نے حضرت حارث ابن مالک انصاری سے روایت کی جس کو مولانا روم نے

بھی مثنوی شریف کے اندر بیان فرمایا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ایک دن فرمایا۔

گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیق باصفا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کے وقت زید سے فرمایا اے مخلص دوست تم نے کس حالت میں صبح کی

گفت عبداً مومناً باز ش بگفت
کو نشاں از باغ ایماں گر شگفت

انہوں نے عرض کیا مومن بندہ کی سی حالت میں پھر آپ نے فرمایا اگر باغ ایمان کھلا ہے تو اس کی نشانی کیا ہے

گفت خلقاں چوں بہ بینید آسماں
من بہ بینم عرش را با عرشیاں

عرض کیا مخلوق تو آسمان کو دیکھتی ہے میں عرش کو عرشیوں سمیت دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
ہست پیدا ہم چو بت پیش شمن

آٹھوں بہشت اور ساتوں جہنم میرے سامنے اسی طرح نمودار ہیں جس طرح بت پرست کے آگے بت

یک بیک وا می شناسم خلق را
ہم چو گندم من ز جو در آسیا

میں مخلوق کو ایک ایک کرکے پہچانتا ہوں جس طرح چکی کے کارخانہ میں

گیہوں اور جو میں فرق کر لیا جاتا ہے

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کی است

پیش من پیدا چو مار و ماہی است

کہ بہشتی کون ہے اور ملعون کون ہے میرے سامنے سانپ اور مچھلی کی طرح الگ الگ ظاہر ہیں۔

اہل جنت پیش چشم ز اختیار

در کشیدہ یک بہ یک را در کنار

جنتی لوگ میری آنکھوں کے سامنے پسندیدگی کے ساتھ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہیں۔

کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ

از حنین و نعرۂ واحسرتا

میرے یہ کان دوزخیوں کی ہائے ہائے کی آواز اور رونے چلانے اور ہائے افسوس کے نعرہ سے بہرے ہو گئے

یا رسول اللہ بگویم سر حشر

در جہاں پیدا کنم امروز نشر

یا رسول اللہ میں حشر کا بھید کہہ ڈالوں آج ہی جہاں میں سب راز ظاہر کر دوں۔

ہیں بگویم یا فرو بندم نفس

لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

ہاں فرمایئے سب کچھ کہہ ڈالوں یا چپ رہوں جناب مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں اپنا لب دانتوں میں چبایا مراد یہ تھی چپ رہو۔

(فائدہ) جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں تو حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کیا ان کی نگاہ نبوت سے کوئی چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے ہرگز نہیں۔

چشمان اقدس کے مزید کمالات

جی چاہتا ہے کہ چشمان اقدس کے کمالات لکھتا ہی رہوں لیکن ملالت مزاج قارئین کے پیش نظر مختصراً مزید کمالات عرض کردوں تاکہ غلام مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان تازہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان سرگیں کے متعلق فرماتا ہے کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی: یعنی شب معراج میں آپ کی آنکھ نے ان آیات کے دیکھنے سے عدول وتجاوز نہ فرمایا کہ جن کے دیکھنے کے لیے آپ مامور تھے (زرقانی علے المواہب ص۲۴۵)

احادیث مبارکہ

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ

کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرا منہ صرف قبلہ کی طرف دیکھتے ہو خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا رکوع اور نہ تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور بے شک میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں

(بخاری کتاب الصلوٰۃ صہ ۱/۱۵۲)

ف: خشوع، دل کی ایک کیفیت کا نام ہے فرمایا
قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلٰوتِهِمْ
خَاشِعُوْنَ معلوم ہوا کہ قلوب کی کیفیتیں بھی نگاہ مصطفٰے سے
پوشیدہ نہیں

علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

اے فروغت صبح آثار و دہور
چشم تو بینندۂ مافی الصدور

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ اِنِّیْ لَاَ نْظُرُ اِلٰی مَا وَرَائِیْ كَمَا اَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ

فرمایا بے شک میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتا ہوں

(دلائل النبوت ابو نعیم صہ ۲۷ خصائص صہ ۱/۶۱ زرقانی علے المواہب صہ ۴/۸۲)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرٰی فِی اللَّیْلِ فِی الظُّلْمَةِ كَمَا یَرٰی فِی النَّهَارِ فِی الضَّوْءِ

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں بھی ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں۔

(خصائص کبریٰ صہ ۱/۶۱ زرقانی علے المواہب صہ ۴/۸۲)

(فائدہ) ان روایتوں کے لکھنے کے بعد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فَالْمَعْنٰی اَنَّ رُؤْیَتَهٗ فِیْ

پس معنی یہ ہیں کہ آپ کا روشن

النَّهَارِ الضَّاحِيْ وَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ مُتَسَاوِيَةٌ لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا رَزَقَهُ الْاِطِّلَاعَ بِالْبَاطِنِ وَاِحَاطَةً بِاِدْرَاكِ مُدْرَكَاتِ الْقُلُوْبِ جَعَلَ لَهُ مِثْلَ ذَالِكَ فِيْ مُدْرَكَاتِ الْعُيُوْنِ وَمِنْ ثَمَّ كَانَ يَرَى الْمَحْسُوْسَ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِهٖ كَمَا يَرَاهُ مِنْ اَمَامِهٖ

دن اور اندھیری رات ہی دیکھنا برابر ہے اس لیے کہ جب اللہ نے آپ کو باطن کی اطلاع اور دل کی باتوں کا پورا پورا اور ایک عطا فرما دیا تو ایسا ہی آپ کی آنکھوں کو بھی (ظاہری و باطنی) ادراک عطا فرما دیا چنانچہ آپ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے آگے سے دیکھتے تھے ۔

(زرقانی علے المواہب صـ ۹۲)

حق یہ ہے کہ یہی وہ مبارک آنکھیں ہیں جو ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہی تھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝

(قرآن)

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چمکا دینے والا آفتاب

(فائدہ) اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف جمیلہ بیان فرماتے ہیں

حاضر و ناظر کا ثبوت

ان اوصاف میں سے ایک وصف جمیل شاہد ہے اور شاہد کے معنی ہیں حاضر و ناظر۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی اس صیغہ کا ذکر فرمایا ہے حاضر و ناظر کا معنیٰ مراد ہے۔

چند آیات ملاحظہ ہوں۔

وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا (قرآن پ ۱۱)	اور تم جو بھی عمل کرتے ہو ہم تم پر حاضر و موجود ہوتے ہیں اور
(۲) وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ (قرآن پ ۴)	اللہ شہید ہے اس پر جو کچھ بھی تم کرتے ہو۔
(۳) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ	بے شک اللہ ہر چیز پر شہید ہے
(۴) اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ (قرآن پ ۱)	کیا تم (اس وقت) حاضر و موجود تھے جب کہ یعقوب (علیہ السلام) کے پاس موت آئی
(۵) فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (قرآن پ ۲)	پس جو بھی تم میں سے رمضان کے مہینہ میں موجود ہو تو وہ ضرور اس کے روزے رکھے۔
(۶) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ	زانیہ عورت اور زانی مرد پس مارو ان دونوں کو سو سو درے اور اللہ کے حکم کی تعمیل میں تمہیں ان کو سزا دیتے وقت ترس نہیں آنا چاہیے اگر تم اللہ اور

اِنْ كُنْتُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر و موجود ہو۔

(قرآن ۱۸/۷)

(۷) قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِىْ فِىْۤ اَمْرِىْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ (قرآن ۱۹)

ملکہ بلقیس نے کہا اے درباریو مجھے میرے اس کام میں بتاؤ کیونکہ میں کوئی کام تمہاری موجودگی کے بغیر طے نہیں کرتی۔

(۸) قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ (قرآن ۱۷/۵)

انہوں نے کہا لاؤ ابراہیم کو لوگوں کے سامنے تاکہ لوگ دیکھیں کہ کون ہے جس نے بتوں کو توڑا ہے اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت ہم حاضر و موجود نہ تھے۔

(قرآن ۱۹/۱۹)

(۱۰) وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۔ (قرآن ۳۰/۱۰)

اور قسم ہے حاضر کی اور اس کی جس پر وہ حاضر ہوتے ہیں۔

(۹) مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ (قرآن ۱۹/۱۹)

اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت ہم حاضر و موجود تھے

(فائدہ) ان آیات میں ان کا سب کا مادہ شہادت اور شہود ہے اور شہادۃ و شہود کا معنیٰ ہے حاضر و ناظر ہونا چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ

شہود اور شہادۃ کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ

(مفردات صہ ۲۶۹)

ازالہ وہم

گواہ کو بھی شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے

جب یہ ثابت ہو گیا کہ شاہدًا کا معنی حاضر و ناظر ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کس کس پر حاضر و ناظر ہیں تو اسی آیۂ کریمہ کے تحت تفسیر ابوالسعود و تفسیر روح المعانی و تفسیر جمل میں ہے:

انا ارسلنٰك شاهدا على من بعثت اليهم مُرَاقِبًا اَحْوَالَهُمْ وَتُشَاهِدُ اَعْمَالَهُمْ وَتَتَحَمَّلُ مِنْهُمُ الشَّهَادَةُ بِمَا صَدَرَ عَنْهُمْ مِّنَ التَّصْدِيْقِ وَالتَّكْذِيْبِ وَسَائِرِ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْهُدٰى وَالضَّلَالِ وَتُؤَدِّيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَدَاءً مَقْبُوْلًا فِيْمَا لَهُمْ وَمَا عَلَيْهِمْ

(تفسیر ابوالسعود علی الکبیر صہ ۴۲۸)

ہم نے آپکو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے آپ ان کے احوال کی نگہبانی کرتے ہیں اور انکے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور ان سے تحمل شہادت فرماتے یعنی ان کے گواہ بنتے ہیں ان تمام چیزوں پر جو ان سے صادر ہوئی تصدیق سے اور تکذیب سے اور باقی ان تمام چیزوں سے جن پر وہ ہیں ہدایت اور گمراہی سے اور آپ اس شہادۃ کو ادا فرمائیں گے

جمل صـ۴۴۴ روح المعانی صـ۲۲

قیامت کے دن ان تمام باتوں میں جو ان کے لیے مفید اور مضر ہوں گی۔

اسی طرح تفسیر بیضاوی و تفسیر مدارک و تفسیر جلالین میں ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْ

ہم نے بھیجا آپ کو شاہد حاضر و ناظر بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے۔

(فائدہ) ان تمام معتبر تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آپ ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا اب یہ دیکھنا ہے کہ آپ کس کس کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہیں تو خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً (مسلم شریف)

میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

احادیث کمال چشمان مبارک

حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کو اپنی بصر اقدس

بصیرت مبارکہ سے ملاحظ فرما رہے ہیں چند احادیث حاضر ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لیے زمین کو سمیٹا یعنی سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دیا یہاں تک کہ میں نے ساری زمین اور اس کے

(مسلم شریف صفحہ ۲۹) مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے لیے دنیا کے حجابات اٹھا دیئے ہیں تو میں دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں

(زرقانی علی المواہب صفحہ ۲)

(۳) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا۔

تمہاری ملاقات کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اسکو یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔

(بخاری شریف و مسلم)

(فائدہ) ان روایات سے ثابت ہوا کہ نگاہ نبوت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے آپ مثل کف دست دیکھ رہے ہیں

(۴) حضور اکرم سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَرَہٗ

کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہونے

اُرِيْتُهٗ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ	والی ہو مگر میں نے اس کو اِس
فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتَّى الْجَنَّةِ	مقام پر دیکھ لیا ہے یہاں تک
وَالنَّارِ	کہ جنّت و دوزخ کو بھی ۔

(بخاری صفحہ ۱۹)

(فائدہ) جنت ساتوں آسمانوں کے اوپر اور دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے معلوم ہوا کہ نگاہِ مصطفےٰ کی رسائی تحت الثریٰ سے لے کر ثریا بلکہ اس سے بھی وراء الوریٰ تک ہے نیز نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے کَمَا هُوَ مُصَرَّحٌ فِیْ كُتُبِ الْاُصُوْلِ

(فائدہ) ثابت ہوا کہ کوئی چیز حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رویت سے خارج نہیں

سر عرش پر ہے تیری گزر — دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے — نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کمالات چشمانِ اقدس کا خلاصہ

اگر چہ چشمانِ اقدس کے کمالات ان گنت ہیں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے اور پیچھے، نیچے اور اوپر یکساں دیکھتے ہیں

۲۔ اندھیرا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے حجاب نہیں ہے۔ اندھیرے اور روشنی میں یکساں دیکھتے ہیں۔

۳۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ساری دنیا اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہو والا ہے سب کو مثل کفِ دست، ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۴۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حاضر و ناظر ہیں اور ہر امتی کے ظاہری اور باطنی تمام حالات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیشِ نظر ہیں

۵۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رب کو بے حجاب، ان آنکھوں سے دیکھا ؎

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا۔
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

۶۔ عرش و فرش، جنت و دوزخ، لوحِ محفوظ آپ کی امت کے اولیاء کے پیشِ نظر ہیں۔

۴۹- تابِ حسنِ گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

حل لغات تابِ حسن، حسن کی گرمی۔ کھل جانا، شگفتہ ہونا۔ کنول دریائی پھول نیلوفر۔ سرخ کاغذ یا ابرق کا پھول جس میں موم بتی جلاتے ہیں۔ شیشے کا ایک ظرف جس میں شمع جلاتے ہیں، یہاں پہلا معنی مراد ہے۔ نو بہاریں، موسم بہار کا شروع۔ بسنت رُت۔ جھلکا، پرتو، عکس، جلوہ جھلک۔

شرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کی گرمی و چمک سے دل پھول (نیلوفر) کی مثل کھل جائیں گے۔ موسم بہار کی ہلکی گرمی نورانی جلوہ بکھیر دے گی۔

۵۰- ذرے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے
حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

حل لغات مہر محبت، دوستی۔ توسط، واسطہ، وسیلہ، سبب۔ حد، کنارہ۔ اوسط درمیانہ (یہ منطق کا اصطلاحی لفظ ہے) ایسے ہی صغریٰ (سب سے چھوٹی) کبریٰ، سب سے بڑی۔

شرح ادنیٰ انسان نے آپ کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی پاک دوستی و قرب حاصل کیا آپ حدِ اوسط ہیں، آپ نے صغریٰ (انسان) کو نورانی کبریٰ یعنی اللہ تعالےٰ سے واصل کر دیا۔

فائدہ اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے منطق کی اصطلاح کو استعمال فرمایا ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

اسی طرح آپ ہیں کہ اِدھر انسانوں میں ہیں اُدھر اس مقام پر جلوہ افروز ہیں کہ جبریل کہتے ہیں کہ ؎

اگر یک موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر ایک بال اوپر پرواز کروں تو تجلّی حق کی روشنی سے میرے پر جل کر راکھ ہو جائیں۔

سبزہ گردوں جھکا تھا بہرِ پابوسِ بُراق ۵۱۔ پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا کوڑا نور کا

حل لغات سبزۂ گردوں: نیلا سبزی مائل آسمان، بہرِ پابوسِ براق: براق کی قدم بوسی کے لیے۔ کوڑا: درّہ۔ چابک۔ تازیانہ

سا شا۔

شرح آپ کے پاؤں چومنے کو نیلا آسمان جھکا تو اس کی کمر پر نورانی کوڑا پڑا آج تک کمر سیدھی نہ کر سکا۔

> تاب سُم سے چوندھیا کر چاند انہیں قدموں پھرا
> ۵۲۔
> ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

حل لغات تابِ سُم: کھُر کی چمک۔ چوندھیا کر: آنکھیں روشنی کی تاب نہ لاسکیں چھلاوا: شوخ۔ طرار۔ وہ شخص جو گھڑی کہیں ہو گھڑی کہیں۔

شرح آپ کے براق تیز رو کے سُم کی چمک سے چاند کی آنکھیں چندھیا گئیں اور وہ الٹے قدموں واپس ہونے لگا تو بجلی نے ہنس کر کہا اے چاند تو نے دیکھا کر تیز و طرار نورانی محبوب کی سواری کے سُم کی چمکار ایسی ہوتی ہے کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی۔

> دیدِ نقشِ سُم کو نکلی سات پردوں سے نگاہ
> ۵۳۔
> پتلیاں بولیں چلو آیا تماشا نور کا۔

حل لغات دید : دیکھنا ۔ نقش ۔ نشان ۔ ٹاپ گھوڑے کا پاؤں ۔ پُتلیاں ۔ پتلی کی جمع آنکھ کا تل تماشا ۔ نظارا ۔ لطف اور کھیل ۔

شرح کُھر کے نقش کو دیکھنے کے لیے نگاہ سات پردوں سے باہر آئی تو آنکھ کی پتلیاں بولیں نور کا کیسا پر لطف نظارہ نظر آیا ہے ۔

۵۴- عکسِ سُم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زرِ گردوں پہ سِکّہ نور کا

حل لغات عکس : فوٹو ۔ سُم : کُھر ۔ چار چاند : مرتبہ و عزت دینا ۔ رونق دوبالا کرنا ۔ سیم : چاندی زر : سونا ۔ گردوں : آسمان ، سکہ ۔ ٹھپہ ۔ مہر شاہی ۔

شرح براق کے کُھر کی مجلا چمک نے چاند سورج کی رونق کو دوبالا کر دیا اور آسمان کے سونے (سورج) چاندی (قمر) پر نور کی مہر ثبت ہو گئی ۔

۵۵۔ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حل لغات
مہد: پنگھوڑا۔ گہوارا۔ کھلونا: بچوں کے کھیلنے کی کوئی چیز۔ خوش مزاج اور مسخرہ آدمی اور دکھاوے کی چیز۔ یہاں پہلا معنی مراد ہے۔

شرح
حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زمانۂ طفلی میں چاند سے کھیلتے تھے۔ چاند آپ کی انگلی کے اشارے پر چلتا تھا۔ یہ نوری کھلونا آپ کے اشاروں پر کیا خوب چلتا ہے کیا خوب کہا ہے

آپ کے ایک اشارے پر ہے عالم کا نظام
یعنی شق قمر انگشت کی انگڑائی ہے۔

۵۶ ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین اُن کے جاموں میں ہے نیما نور کا

۵۷۔
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

حل لغات مشابہ۔ تشبیہ۔ مانند۔ جیسا۔ مطابق۔ سبطین: سبط کا تثنیہ نواسہ یعنی بیٹی کی اولاد۔ جاموں۔ جامہ کی جمع لباس۔ نیما۔ پرہیزگاری۔ پارسائی۔ ایمانداری۔ عیاں۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ توام۔ دو بچے جو ایک ساتھ پیدا ہوں۔ جڑواں۔ دو ورقہ۔ کاغذ کے دو ورق۔

شرح حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر سے سینہ تک مشابہ تھے اور حضرت امام حسین سینہ سے پائے مبارک تک مشابہ تھے دونوں امامین کے ملنے سے نبی پاک کی شکل بنتی ہے جیسے دو نورانی صفحوں پر توام کے رسم الخط میں نبی پاک کی تصویر کو کھینچا گیا ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

احادیث سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الحسن اشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مَا بَیْنَ الصَّدْرِ اِلَی الرَّاسِ وَالْحُسَیْنُ اَشْبَہَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا کَانَ اَسْفَلَ	حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) سر سے لے کر سینہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مِنْ ذٰلِكَ۔ — کے جسم اقدس کے زیریں حصّہ سے بہت مشابہ ہیں۔

اس مضمون کو ایک مقام پر یوں ادا فرمایا گیا ہے کہ ۔ ؎

معدوم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین
اس نور کی جلوہ گاہ تھی ذات حسنین
تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

شہادت حسنین رضی اللہ عنہما کا عجیب نکتہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہر کمال بطریق اتم موجود تھا لیکن شہادت بظاہر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں ملی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ — اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔

اور آپ کی جان پاک لینے پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اب اگر کوئی دشمن کسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معاذ اللہ شہید کردے تو معاذ اللہ وعدہ الٰہیہ غلط ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ غلط ہونا محال ہے لہذا حضور کا شہید ہونا بھی محال ہوگا۔ اس اعتبار سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شہادت کی نعمت، وکمال حاصل ہونا بھی محال ثابت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ سے شہادت کے کمال کی نفی کی تقادیر ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ یہ بھی تو محال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کمال شہادت نصیب نہ ہو۔ کیونکہ آپ کا نام پاک بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ جو جامع کمالات کی ترجمانی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں سب کو مسلّم ہے کہ حضور

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ علامہ عینی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت بڑے دلائل قائم فرمائے ہیں اور بخاری شریف میں ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہادت کی بار بار آرزو فرمائی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا شہید ہونا ضروری ہے اوپر کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ شہادت محال ہے اس اشکال کا جواب امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ کا قطعہ مذکورہ ہے کہ

ایک سینہ تک مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسنِ سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما نور کا

صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خطِ توأم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

شہادت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس قطعہ نے واضح کر دیا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہادت بطریق اتم واکمل نصیب ہوئی۔ کیونکہ شہادت کی دونوں قسمیں (صوری ومعنوی) آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ وہ یوں کہ دونوں صاحبزادوں کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عکس پیدا فرمایا ایک جگر گوشہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو شہادت معنوی سے نوازا اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت صوری سے تو گویا ان کی شہادت درحقیقت شہادت حبیب خدا ہے۔

شانِ حسنین رضی اللہ عنہما

اس لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّهُمَا فَقَدْ — جس نے ان دونوں سے محبت

اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ — رکھی اس نے مجھ سے محبت
اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ — رکھی جس نے ان سے بغض
اَبْغَضَنِیْ (ابن عساکر) — رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات امامین کریمین کو اٹھائے ہوئے فرمایا جو مجھ کو دوست رکھے گا وہ ان دونوں کو اوران کے والدین کو دوست رکھے گا۔ سو وہ شخص قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی شریف)

فضائل حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا۔

اَیُّ اَهْلِ بَیْتِكَ اَحَبُّ — اپنے اہل بیت میں آپ کو
اِلَیْكَ۔ — زیادہ پیارا کون ہے؟
فرمایا اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ — (حسن وحسین) ترمذی ومشکوٰۃ۔

اکثر اوقات سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو فرماتے میرے بیٹوں کو بلاؤ، جب حاضر ہوتے فَیَشُمُّهُمَا وَیَضُمُّهُمَا اِلَیْهِ تو دونوں کو سونگھتے، چومتے اور اپنے گلے سے چمٹاتے (ترمذی۔ مشکوٰۃ)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما آگئے، دونوں سرخ قمیص پہنے ہوئے تھے، بار بار چلتے تھے اور گر جاتے تھے۔

فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَیْنَ یَدَیْهِ۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر آئے ان کو اٹھا لیا اور اپنے سامنے

بٹھالیا) اور فرمایا۔

صَدَقَ اللّٰہُ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ — اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔

میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے اور گرتے ہیں تو میں صبر نہ کر سکا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی بات بند کر دی اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ)۔

(اے اللہ مجھے ان دونوں سے محبت ہے سو تو ان دونوں سے بھی محبت فرما اور دونوں کے محب سے بھی محبت فرمایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ هُمَا رَیْحَانِیَ مِنَ الدُّنْیَا — یعنی حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت یعلیٰ بن مُرّہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔ — یعنی حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت رکھے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔

فائدہ | سبط اس درخت کو کہتے ہیں، جس کی جڑ ایک ہو مگر شاخیں بہت ہوں۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ السّلام

کے بیٹے اسباط کہلاتے ہیں۔ یونہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور خواجۂ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سبط ہیں۔ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اس شہزادے سے میری نسل چلے گی اور ان کی اولاد مشرق و مغرب کو بھر دے گی آج سادات کرام شرق سے غرب تک جلوہ افروز ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حسنی سید کم اور حسینی زیادہ۔ پھر سادات کرام کو اپنے نبی پاک سرور لولاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زندہ معجزہ سمجھ کر اپنے سر تاج نہ کہیں تو کیا کہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنی والدہ سے اجازت مانگی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں اور اپنے لیے اور ان کے لیے (یعنی ماں کے لیے) بخشش کی دعا کے لیے عرض کروں۔ (والدہ نے اجازت دے دی چنانچہ) میں نے اپنے آقا و مولیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سن کر پوچھا کون ہے! کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کی ہاں، فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اللہ تمہیں اور تمہاری ماں کو بخشے۔ بیشک یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی کہ مجھے سلام کہے اور یہ بشارت دے۔

بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ	یعنی حضرت فاطمہ زہرا جنت کی
نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ	عورتوں کی سردار اور حسن و حسین
وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ	جنت کے جوانوں کے سردار ہیں
سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ	(رضی اللہ عنہم الترمذی و مشکوٰۃ)

۵۸
گیسو ہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

حل لغات گیسو: زلف، بال × دہن منہ × ابرو، بھنویں کھیعص حروف مقطعات جو سورہ مریم پارہ نمبر ۱۶ کے ابتدا میں ہیں۔

شرح قرآن پاک میں کھیعص جو نازل ہوا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ (ک) سے آپ کے گیسو مبارک ہیں (ہ) سے مراد دہن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے (ی) کی مراد ابرو پاک ہیں (ع ص) سے مراد آنکھیں ہیں تو کھیعص سے آپ کا چہرہ منور مراد ہے۔

حروف مقطعات حروف مقطعات، ان اسرار سے ہیں جن کا علم اللہ تعالےٰ سے خاص ہے یا جسے وہ چاہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض اولیائے کاملین کو ان کے اسرار سے آگاہ کیا گیا۔ ہاں مفسرین نے ان کی تاویلیں بھی بیان فرمائی ہیں مگر وہ ظنی ہیں۔ جیسے الٓمٓ میں (ا) سے اللہ (ل) سے جبرائیل (م) سے محمد مراد ہے۔ جب جبرائیل امین حروف مقطعات لے کر تشریف لائے اور سرکار کی خدمت میں پڑھ کر سنائے تو آپ نے فرمایا عَلِمْتُ میں نے جان لیا ان حروف میں خصوصی پیغام ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے باقی مطالب تراجم ذہنی اور مرادی ہیں۔ صاحب روح البیان نے لکھا ہے کہ یہ ان حروف سے مرکب ہے جن کا ہر ایک حرف اللہ

کی صفت پر دلالت کرتا ہے مثلاً کاف، کریم و کبیر پر اور ہ، (ھ) ء، الہادی سے اللہ الرحیم پر اور عین علیم و عظیم پر اور صاد، صادق پر یا اس کے معنے یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو کافی اور اپنے بندوں کا ہادی اس کا ہاتھ تمام بندوں کے اوپر ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوق کو جانتا ہے اور اپنے وعدہ کا سچا ہے۔

حدیث شریف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کاف۔ ہادی۔ امین۔ عالم۔ صادق نیز اسی کا معنی انا الکبیر۔ انا الہادی۔ علی امین۔ صادق بھی منقول ہے (اتقان ۲۲/۲)

فائدہ کاشفی نے لکھا ہے کہ مواہب صوفیاں مواہب الٰہی سے نقل کرتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے۔ وہ مواہب جو حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ پر وارد ہوا اس میں مذکور ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صورتیں ہیں۔

۱- بشری۔ کما قال تعالٰے:

انما انا بشر مثلکم

۲- ملکی۔ کما قال تعالٰے

لست کاحد ابیت عند ربی

۳- حقی۔ کما قال تعالٰے

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

اسی لیے من رانی فقد رای الحق کا معنی ظاہر ہوا۔ اللہ تعالٰے نے آپ سے ان تین صورتوں میں علیحدہ علیحدہ طریقہ سے گفتگو فرمائی صورت بشری میں کلمات مرکبہ سے جیسے قل ھو اللہ احد اور صورت ملکی کے

مطابق حروف مفردہ سے، کما قال کھٰیٰعصٓ اسی طرح کے جملہ حروف مقطعات اور سورت حق کے موافق کلام مبہم ہے۔ کما قال فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ ۔

در تنگنائے حرف نگنجد بیان ذوق
زاں سوئے حرف و نقطہ حکایات دیگرست

ترجمہ: ایسے مقام پہ بیان ذوق میں رسمی حروف کی گنجائش نہیں وہاں کی گفتگو کے یہ حروف و نقطے نرالے ہیں۔

"تاویلات نجمیہ" میں، سورۃ بقرہ میں لکھا ہے کہ الم اسی طرح تمام حروف مقطعات وہ مواضعات و معمہ جات ہیں جو محب و محبوب کے درمیان راز و نیاز کی باتیں ہیں۔ جن پر سوائے ان کے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا یہ حروف بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے لیے اس لیے وضع فرمائے ہیں کہ وہاں نہ کسی ملک مقرب کو گنجائش ہے نہ کسی نبی مرسل کو۔ باوجودیکہ یہ حروف جبریل علیہ السلام لائے لیکن وہ بھی خود ان کے اسرار و رموز سے بے خبر نکلے اور نہ ہی کوئی دوسرا ان پر مطلع ہو سکا۔

جبریل علیہ السلام بھی سب بے خبر تھے

تین علوم: ؛ "سنبلۃ الحکم" میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تین علوم نازل فرمائے۔

۱۔ ایسا علم جس پر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا وہ ہے ذات حق کی کنہ اور اس کے اسماء و صفات کے حقائق کی معرفت اور اس کے خاص محبوب کے علوم کی تفاصیل انہیں سوائے اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔

۲۔ اسرار و رموز قرآن کہ جن پر سوائے اپنے نبی علیہ السلام کے اور کسی کو

مطلع نہیں فرمایا اور ایسے علوم صرف نبی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان میں سوائے حضور علیہ السلام کے اور کسی کو گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ۔

۱۔ سورتوں کے اوائل یعنی حروف مقطعات، اسی قسم کے ہیں۔ بعض نے کہا اول قسم سے ہیں (اہل سنت) کا ترجیحی قول اول ہے۔

۲۔ دوسرا قول ضعیف، اور مرجوح ہے۔

۳۔ ایسے علوم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں امانت رکھے ہیں۔ اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیم دے کر حکم فرمایا۔ یہ سب کی سب اپنی امت کو بتا دیں، ان میں بعض امور جلی ہیں اور بعض خفی ۔

(روح البیان ص۱۱ تحت کٓھٰیٰعٓصٓ سورہ مریم۔

اقتباسات از قرآنی آیات

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے نہ صرف اسی شعر میں قرآنی آیت سے اقتباس کیا ہے بلکہ بہت سے اشعار میں اقتباس کو بکثرت استعمال فرمایا ہے۔ یہ شرعاً جائز ہے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اتقان ج۲ میں اس کے بارے میں مفصل بیان فرمایا ہے۔ ذیل میں فقیر علامہ اقبال مرحوم کے اقتباسات بطور نمونہ پیش کرتا ہے تاکہ اہل علم کے علاوہ نئی روشنی اور اقبالیات کے پرستار کو بھی تسلی ہو کہ یہ طریقہ اقتباس مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت ہے۔

علامہ اقبال مرحوم

علامہ اقبال ایک شاعر کی حیثیت سے دوسرے شاعروں سے مختلف مسلک رکھتے ہیں وہ قدماء کے بے شمار عشقیہ اور مدحیہ مضامین اور استعارات و تشبیہات کو یہ کہہ کر رد کر دیتے ہیں کہ

ع ـــ

آنچہ در گفتار فخر تست آں ننگِ من است

ان کے کلام میں کئی واضح اشارے موجود ہیں جو ان کے مسلکِ شاعری کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱- اور دل کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
عشق کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے

۲- مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

۳- نغمہ کجا و من کجا سازِ سخن بہانہ ایست
سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

۴- نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے آشنا میں
کوئی دل کشا صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازی

وہ بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ

۱- پھر وادیِ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوقِ تماشا دے پھر ذوقِ تقاضا دے

۲- بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

۳- اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

اور وہ اپنی زندگی کا مقصد ہی یہ سمجھتے ہیں کہ

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا تار و پود اسلام ہے۔ اقبال کی شاعری کا محور اسلام ہے ان کی شاعری کا مقصد اور شاعرانہ مساعی جمیلہ کی منزل اسلام ہے اور ان کی پروازِ تخیل معراجِ اسلام ہے اس لیے ان کے استعارات و تشبیہات بھی اسی رنگ سے رنگین ہیں۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ — یہ اللہ کا دیا ہوا رنگ ہے
اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً — اور کون ہے اللہ سے بہتر رنگ میں۔

ہم اقبال کی عربی اور اسلامی تشبیہات کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت پیش کرتے ہیں۔

ا۔ قرآن۔ سیپارہ، سورتیں، قرآنی آیات وغیرہ کی تشبیہات۔
ب۔ نماز۔ اذان، موذن، وضو، کلمہ، امام، رکوع، سجود، زکوٰۃ وغیرہ کی تشبیہات۔
ج۔ انبیاء، ائمہ دین اور بزرگانِ دین کی تشبیہات۔
د۔ اسلامی دیار اور امصار کی تشبیہات۔
ہ۔ اسلام کے مخصوص عقائد و شعائر مثلاً فرشتہ، حور و جنت، وغیرہ اور مساجد تکبیر، ہلال وغیرہ کی تشبیہات۔

ا۔ قرآن، پارہ، سورت، آیات وغیرہ

اقبال مردِ مومن کو قرآن سے تشبیہ دیتے ہیں اور قدما نے محبوب کے چہرے کو قرآن سے تشبیہ دی ہے۔ یہ قدیم شاعری کا رنگ تھا جسے اقبال نے یکسر بدل دیا اور مردِ مومن کو قرآن سے تشبیہ دے کر قدما کی تشبیہات کا نقشِ باطل کر دیا۔ یہ تشبیہ زبانِ حال سے پکار کر کہہ رہی ہے کہ جَاءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

قرآن

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

قرآن پاک کی سورتوں سے سورۂ رحمٰن، سورۂ نور، الٓمٓ، سورۂ والشمس کا تشبیہاً ذکر کیا ہے۔

سورۂ رحمٰن

فطرت کا سرودِ ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفتِ سورۂ رحمٰن (ضربِ کلیم)

سورۂ نور

ہے نشانِ ہر رکوعِ سورۂ نور   تا بل ذٰلک الکتٰب ہے تو (تیم الخلق)

طلسمِ ظلمتِ شب سورۂ والنور سے توڑا
اندھیرے میں اڑایا تاجِ زرِ شمعِ شبستاں کا (پیامِ صبح)

الٓمٓ

موجِ غم پر رقص کرتا ہے حبابِ زندگی
ہے الٓمٓ کا سورہ بھی جزوِ کتابِ زندگی (فلسفۂ غم)

ہمارا خیال ہے کہ اس تشبیہ میں علامہ صاحب ایک بات بھول گئے ہیں۔ وہ "الٓمٓ" سورۃ کا نام نہیں، بلکہ ایک پارے کا نام ہے۔ اگر اقبال اس شعر میں "سورہ" کی بجائے "پارہ" کا لفظ لاتے تو شعر بھی موزوں رہتا اور تشبیہ بھی صحیح ہوتی۔ راقم آثم نے "بانگِ درا" کے کئی ایڈیشن دیکھے ہیں پہلا اردو دوسرا ایڈیشن دستیاب نہیں ہو سکا۔ باقی سب ایڈیشنوں میں "الٓمٓ" کے ساتھ سورہ کا لفظ لکھا

ہے۔ شاید اقبال نے برلپ ورن لکھا ہو اور سہو کاتب ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سورہ والشمس

گل و نرگس و نسرین خلد کی تصویریں ہیں

یہ گل ہیں سورۂ والشمس کی تفسیریں ہیں (انسان اور بزم قدرت)

سورہ اخلاص

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے

قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہیں نیام (ضرب کلیم)

شعرائے قدیم نے بھی اپنی غزلیات و منظومات میں اکثر جگہ موقع اور محل کے مناسب قرآنی آیات یا بعض الفاظ و ترکیبات سے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات پیدا کئے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

ذوق

ہوا حمد خدا میں دل جو مصروف رقم میرا

الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا (تشبیہ قلم کی الف الحمد سے)

ولی

راہ عشق کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب

زیور لب ذکر سبحان الذی اسریٰ کروں (استعارہ)

درد

رکھ نفخت فیہ من روحی کو یاد

جب تلک اے درد دم میں دم رہے (تلمیح)

سوز

صبح کو طائران خوش الحان

پڑھتے ہیں کل من علیہا فان (استعارہ)

سودا

الم نشرح ہوا عالم میں تیرا عشق اے سودا

نہ پنہاں ہو سکے دریا سے دل میں آہ کی صورت

(تلمیح اور دوسرا مصرع تشبیہ ہے)

ذرائع بھی قرآنی آیات، الفاظ و مرکبات، کی تضمین کر کے تلمیحات، تشبیہات اور استعارات کی تخلیق کرتے ہیں۔ ہم صرف تشبیہات و استعارات پر مشتمل اشعار کی مثالیں دیں گے۔

کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ کے معانی و مطالب کی تشریح و توضیح سے اقبال کا کلام اس طرح مزین ہے جس طرح آسمان چاند اور ستاروں سے۔ اس کلمۂ توحید کو اتنے مختلف پیرایوں میں اور اس خوبی سے بیان کیا ہے کہ اس کی تکرار محسوس ہی نہیں ہوتی۔ کبھی خودی کے ذکر میں اور کبھی بیخودی کے بیان میں۔ کبھی مُلّا اور خطیب کو صرف "لا الہ" کا وارث کہا گیا ہے اور کبھی انہیں لغت ہائے حجازی کا قارون" کہہ کر اپنے تئیں انکسار سے کہا ہے کہ بجز دو حروف لا الہ اس قلندر کے پاس کچھ بھی نہیں۔ کبھی صوفی کو اس کے معانی سمجھاتے ہیں اور کبھی مفتی و مُلّا کو۔ کبھی نفی و اثبات کے اجتماع ضدین کے عنوان سے بحث کی ہے۔ لیکن کبھی سیاست مدن کے مسائل سمجھاتے ہوئے اور پیچیدہ معاملات کو سلجھاتے ہوئے فرمایا ہے کہ لا اگر الا سے بیگانہ ہو تو سیاست صرف "چنگیزی" رہ جاتی ہے۔ کبھی علم معانی کی رُو سے اس کی تشریح کی ہے۔ اور کبھی علم بیان کی رُو سے مندرجہ ذیل تشبیہات و استعارات دیکھیے۔

خودی کا سرِّ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ، فساں لا الہ الا اللہ (ضربِ کلیم)

اگر خودی کو تیغ خیال کریں۔ تو یہ تیغ لا الہ الا اللہ کی سان پر ہی تیز کی جا سکتی ہے۔

نہادِ زندگی میں ابتدا لَا انتہا اِلّا
پیامِ موت ہے جب لَا ہوا الّا سے بیگانہ (ضربِ کلیم)

مسلمان بالعموم لَا اور اِلّا کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ لبوں پر کلمۂ توحید جاری ہوتا ہے مگر دل اسکے معانی سے لذت آشنا نہیں، اور اسی وجہ سے اعمال وافعال میں بے شمار لغزشیں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ مغربی تعلیم اور تہذیب دورِ حاضر میں لَا کا سبق، یعنی کوئی معبود نہیں ہے، تو سکھا رہی ہے لیکن اِلّا (یعنی سوائے اللہ کے) کا درس فراموش کرتا جا رہا ہے۔

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے لَا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلّا (بالِ جبریل)

تہذیبِ حاضر ایک ایسی صراحی یا مینا سے مشابہ ہے جس میں لَا کی شراب، لبالب بھری ہوئی ہے مگر ساقی (رہنمایانِ مذہب و دین) کے ہاتھوں میں اِلّا کا پیمانہ نہیں۔

نہ تخمِ لَا اِلٰہ تیری زمینِ شور سے پھوٹا
زمانے بھر میں رسوا ہے تری فطرت کی نازائی (بانگِ درا)

لَا اِلٰہ کو ایک بیج سے اور قلبِ مسلم کو زمینِ شور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ زمینِ شور کچھ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں لَا اِلٰہ کا تخم اکارت جا رہا ہے۔

نفیِ ہستی اک کرشمہ ہے دلِ آگاہ کا
لَا کے دریا میں نہاں موتی ہے اِلّا اللہ کا (سوامی رام تیرتھ)

لَا اور اِلّا کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ لَا معبود اِلّا اللہ۔ مگر صوفی کا دلِ آگاہ ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور کہتا ہے۔ لَا موجود اِلّا اللہ۔ یعنی اس عالمِ شہود کی کثرت میں صرف ایک وحدت ہے اور وہی واجب الوجود اور قائم بالذات ہے۔ باقی سب اسی کے عوارض یا مظاہر ہیں۔ صوفی نفیِ ہستی کا قائل ہے۔ وہ لَا

کے دریا میں اِلاّ اللہ کے موتی کو نہاں ہونے کے باوجود دیکھتا ہے۔ اور نفی ہستی کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تُو
پلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہ اِلاّ ھُو (بالِ جبریل)

لَا اِلٰہ اِلاّ اللہ کی حقیقت سے آگاہی ہوجائے تو انسان پر ایک خود فراموشی کا عالم طاری ہوجاتا ہے۔ جیسے وہ شراب کے نشہ میں مخمور ہو۔ اس شراب کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی نگاہ میں آشوب امتیاز نہیں رہتی یہاں بھی کلمۂ توحید کو شراب سے تشبیہ دی ہے۔ کلمہ توحید من و تو کا امتیاز مٹا دیتا ہے۔

قلندر جز دو حرف لَا اِلٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہِ شہر قارون ہے لغت ہائے حجازی کا (بالِ جبریل)

ہمارے علماء عصر حاضر کو بالعموم یہ زعم ہے کہ عربی زبان پر جس قدر انہیں عبور ہے مسلمانوں کے کسی طبقہ میں نہیں۔ اور انگریزی پڑھے ہوئے لوگوں کو تو بالخصوص عربی سے بے بہرہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کا یہ خیال بالکل باطل ہے، کوئی بھی علم ہو کسی خاص طبقے کے لیے مخصوص نہیں۔ ہر شخص عربی و فارسی یا مغربی علوم میں یکتائے روزگار ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ محنت سے کام لے۔ اقبال کے کلام کی ہمہ گیری دیکھ کر ملا قسم کے لوگ ان کے حاسد ہو گئے۔ اور پروپیگنڈا کرنے لگے کہ اقبال کو عربی زبان سے یا اسلام سے کیا واقفیت ہو سکتی ہے! یہ شعر اسی قسم کے فقیہانِ شہر پہ طنز ہے اور قارون کی تشبیہہ بھی طنزاً دی گئی ہے۔ اس شعر سے کنایتاً یہ بھی مراد ہے کہ لغت ہائے حجازی کا قارون بننے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ لَا اِلٰہ کے دو حرفوں کی تمام معنوی خوبیاں ازبر ہوں۔

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

بُت استعارہ ہے ہر قسم کی شرک و کفر کی باتوں سے یا کافرانہ طرزِ بود و باش سے هُوَ اللّٰہُ اَحَد۔

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے هُوَ اللّٰہ اَحَد کہتے تھے (شکوہ)

بتوں کا سہمے رہنا، منہ کے بل گرنا اور هُوَ اللّٰہ اَحَد کہنا استعارہ تبعیہ ہے۔ لَنْ تَرَانِیْ

دیدۂ تسکین پاتا ہے دلِ مجبور بھی
لَنْ تَرَانِیْ کہہ رہے ہیں یا وہاں کے طور بھی (خفتگانِ خاک سے استفسار)

لَا تَخَفْ

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَا تَخَفْ (بالِ جبریل)

اقبال کے کلام میں قرآنی تلمیحات بہت ہیں۔ مثلاً
مَا زَاغَ، وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ، مَا عَرَفْنَا، لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد، لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ، وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ، لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَر، قَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ یَلْبِسُوْنَ، وغیرہ وغیرہ۔

(ب) اذان، مؤذن، نماز

اب نماز کی مختلف حالتوں اور اذان، مؤذن، وضو وغیرہ اصطلاحات

بڑی معنی تشبیہات لا اضافہ کیے۔

جاگے کوئل کی اذاں سے طائرانِ نغمہ سنج
ہے ترنم ریز قانونِ سحر کا تار تار (نمودِ صبح)

کوئل کو موذن سے تشبیہ دی ہے۔ صبح کا استعارہ ایک ایسے باجے سے کیا ہے جس کا ہر تار ترنم ریز ہے۔

(موذّن)

پچھلے پہر کی کوئل وہ صبح کی موذن
میں اس کا ہمنوا ہوں وہ میری ہمنوا ہو (ایک آرزو)

پکارا اس طرح دیوارِ گلشن پر کھڑے ہوکر
چٹک اوغنچۂ گل تو موذن ہے گلستاں کا

اس شعر میں غنچۂ گل کو گلستان کا موذن کہا ہے اور پہلے شعر میں کوئل کو صبح کا موذن۔ دونوں صورتوں میں موذن مشبہ بہ ہے۔

(وضُو)

پھولوں کو آئے جس دم شبنم وضو کرانے
رونا مرا وضو ہو، نالہ مری دعا ہو (ایک آرزو)

پھولوں پر شبنم کا گرنا ایک فطری عمل ہے۔ مگر اقبالؒ اسے یوں سمجھ رہے ہیں کہ شبنم پھولوں کو وضو کرا رہی ہے تاکہ صبح کی نماز ادا کر سکیں۔ پھر دوسرے مصرع میں رونے کو وضو سے اور نالہ کو دعا سے تشبیہہ دی ہے۔

مراقبہ

تمام دنیاوی ہنگاموں سے بے نیاز ہو کر خدا سے لو لگا کر خاموش بیٹھنا مراقبہ کہلاتا ہے اس عبادت سے انشراح صدر ہوتا ہے۔ ہندی کا ایک شعر ہے۔

آنکھ، کان، منہ ڈھانپ، کر کے نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تدھ کھلیں جب باہر کے دے

یعنی دل کے دروازے اسی صورت میں کھلتے ہیں جب باہر کے تمام دروازے (دیکھنا سننا اور بولنا) بند کئے جائیں۔ یہی مراقبہ ہے۔ اب مراقبہ کی تشبیہ دیکھئے۔

خاموش ہیں کوہ و دشت و دریا
قدرت ہے مراقبے میں گویا (اقبال)

سحر خیز

سحر خیزی ہمیشہ سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کا شعار رہی ہے۔ سحر خیزی ایک طرح سے خدا کا حکم ہے۔ کیونکہ صبح کی نماز سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی ادا کی جا سکتی ہے اور نماز اسلام کا ایک بڑا ستون ہے۔ شریعت کی رو سے جو شخص صبح نہیں اٹھتا اور نماز ادا نہیں کرتا وہ مسلمان ہی نہیں۔ وہ خدا کے دیدار کے قابل ہی نہیں۔

ہر کہ وقتِ صبحدم در یادِ حق بیدار نیست
او محبت را چہ داند، لائق دیدار نیست

اقبال سحر خیز تھے وہ فخر سے کہتے ہیں۔

ے زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی (بالِ جبریل)

انہوں نے خورشید کو "عابدِ سحر خیز" سے تشبیہ دی ہے

خورشید وہ عابدِ سحر خیز لانے والا پیامِ "برخیز"
مغرب کی پہاڑیوں میں چھپ کر پیتا ہے مئے شفق کا ساغر

تسبیح : تسبیح کے معنی ہیں تو سبحان اللہ کا ورد کرنا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى۔ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے لیکن تسبیح اصطلاحاً ایک مالا ہے جس میں عموماً ایک سو ایک دانے (پتھر، لکڑی یا موتیوں کے) ہوتے ہیں۔ تسبیح خواں ایک ایک دانے پر سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سبحہ گردانی سے ایک سو ایک یا زیادہ بار پڑھنے کا علم ہوتا رہتا ہے۔ اقبال نے تسبیح کے دانوں کو مسلمانوں سے تشبیہ دی ہے اور اُن کے اتفاق و اتحاد کی یہ صورت بتائی ہے کہ وہ منتشر ہوں بلکہ ایک ہی رشتہ (رشتۂ تسبیح) میں منسلک رہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں

۱۔ پرونا ایک ہی تسبیح میں ان بکھرے دانوں کا
جو مشکل ہے تو اس مشکل کو آساں کرکے چھوڑوں گا (تصویرِ درد)

۲۔ رشتۂ الفت میں جب ان کو پرو سکتا تھا تو
پھر پریشاں کیوں تری تسبیح کے دانے رہے (شمع اور شاعر)

عابدِ شب زندہ دار :

رات کی عبادت کو خاص فضیلت ہے۔ خداوند تعالیٰ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں، یَا أَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا

قَلِيْلًاہ نِّصْفَہٗ اَوِانْقُصْ مِنْہُ قَلِيْلًاہ اَوْزِدْ عَلَيْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاہ (اے کملی والے۔ کھڑا رہ رات کو (عبادت کے لیے) رات کا کچھ حصّہ۔ آدھی رات یا اس سے کچھ زیادہ اور پڑھ صاف صاف)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رات کی عبادت کتنی فضیلت رکھتی ہے۔

اقبال صبح کے ستارے کو دیکھتے ہیں۔ سب ستارے ایک ایک کرکے رخصت ہوتے جاتے ہیں ایک ہی ستارا (نجم سحر) آسمان پر رہ گیا ہے اور سب سے آخر میں اس طرح آسمان سے رخصت ہو رہا ہے جیسے کوئی ساری رات عبادت کرنے والا عابد عبادت خانے سے سب سے آخر میں باہر نکل رہا ہو

ہے رواں نجم سحر، جیسے عبادت خانے سے
سب سے پیچھے جائے کوئی عابدِ شب زندہ دار (نمودِ صبح)

فاتحہ خوانی :-

گو سکوں ممکن نہیں عالم میں اختر کے لئے
فاتحہ خوانی کو ٹھہرا ہے یہ دم بھر کے لئے (گورستانِ شاہی)

گورستان کی مناسبت سے فاتحہ خوانی ضروری تھی اس لئے یہ کام "اختر" کے سپرد کیا ہے۔ وہ دم بھر کے لئے ٹھہر کر فاتحہ پڑھ رہا ہے

احرام باندھنا :

مناسکِ حج ادا کرنے سے پہلے دنیوی لباس اتار کر تمام حاجی ایک ہی کپڑے (یا چادر) سے جسم کو ڈھانپ کر حج کی عبادت میں شریک ہوتے ہیں۔ اس کپڑے یا چادر کا جسم پر لپیٹنا احرام باندھنا کہلاتا ہے۔ احرام اس

بات کی علامت ہے کہ ہم نے دنیاوی آلائشوں کو ترک کر دیا ہے اور نئی پاکیزہ زندگی میں قدم رکھا ہے۔ اب یہ تشبیہہ دیکھیے۔

چھپاتے ہیں پرندے پا کے پیغام حیات
باندھتے ہیں پھول بھی گلشن میں احرام حیات (نوید صبح)

(ج) انبیا و بزرگانِ دین

کلام اقبال میں جگہ جگہ انبیائے کرام اور بزرگانِ دین کی تلمیحات ہیں لیکن تشبیہات زیادہ تر حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل حضرت موسیٰ، حضرت یوسف اور حضرت عیسیٰ سے متعلق ہیں اور بزرگانِ دین میں سے حضرت امام حسینؑ سے یا خضر علیہ السلام سے متعلق ہیں۔ زیادہ تر تشبیہات حضرت موسیٰ (کلیم اللہ) سے ماخوذ ہیں۔

۱۔ حضرت آدمؑ

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو (تصویر درد)

قرآن مجید میں حضرت آدمؑ کا ذکر جو دوسری سورۃ کے تیسرے رکوع کے بعد آتا ہے اس میں ایک شجر کا لفظ آتا ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ دیکھیے۔

• اور کہا ہم نے اے آدمؑ سکونت اختیار کر تو اور تیری بیوی جنت میں اور کھاؤ اس میں خوشی سے جو چاہو اور نزدیک نہ جاؤ اس درخت کے، ورنہ تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ پھر پھسلایا ان دونوں کو شیطان

نے اس سے، اور پھر (ہم نے) نکالا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے اور کہا ہم نے تم سب اترو (زمین پر) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تم کو زمین پر ہی ٹھہرنا ہے اور کام چلانا ہے ایک خاص وقت تک"۔

اس درخت یا شجر کی تفسیر میں علمائے اسلام نے بہت کچھ لکھا ہے جس کی تفصیل میں جانے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہمیں یہاں صرف اس قدر جاننے کی ضرورت ہے کہ اقبال نے اس شجر کو "فرقہ آرائی" کہا ہے اور اس کے پھل کو "تعصب"۔ فرقہ آرائی کو شجر سے اور تعصب کو اس شجر خاص کے پھل سے تشبیہہ دے کر فرماتے ہیں کہ یہی وہ پھل ہے جس کو کھانے سے آدمؑ کو جنت سے نکلنا پڑا۔ اس شعر میں اس تشبیہہ سے اقبال نے یہ معنی ذہن نشین کرائے ہیں کہ اگر مسلمان تعصب سے کام لے کر فرقہ آرائی کرتے رہے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو حضرت آدمؑ کا ہوا۔ جو ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے نکالے گئے اگر مسلمانوں نے بھی تعصب کے پھل کو کھایا تو وہ بھی وطن میں آرام سے نہیں رہ سکیں گے۔

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ ٹوٹا ہوا تارا، مہ کامل نہ بن جائے (بالِ جبریل)

آدمِ خاکی کو ٹوٹے ہوئے تارے سے تشبیہہ دی ہے آسمان سے تارے ٹوٹتے رہتے ہیں جو دوبارہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے لیکن آدم خاکی جو ایک بار ٹوٹے ہوئے تارے کی طرح زمین پر اتارا گیا پھر اتنی ترقی کر رہا ہے ذہنی اور روحانی طور پر، کہ محسوس ہو رہا ہے وہ پھر اسی جنت کو حاصل کرے گا جس سے نکالا گیا تھا۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ جلیل القدر نبی ہیں جنہوں نے خداوند تعالیٰ کی عبادت کے لئے کعبہ کی بنیادیں رکھیں۔ آپ آذر کے بیٹے تھے اور آذر کا پیشہ بت پرستی اور بت تراشی تھا۔ آپ نے بتوں کو توڑا اور توحید باری تعالیٰ کا درس دیا۔ آپ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور ان کے حلق پہ چھری پھیری۔ لیکن خداوند تعالیٰ کو انسانی قربانی منظور نہ تھی۔ اس لیے ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔ عیدالاضحیٰ کے دن حلال جانوروں کی قربانی اسی واقعہ کی یاد ہے حضرت اسمٰعیل بھی فرمانبرداری اور اطاعتِ پدر کے لحاظ سے ایک مثالی بیٹے تھے جو باپ کے حکم پہ قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے

نمرود اس وقت بادشاہ تھا۔ بادشاہت اور نبوت میں ہمیشہ ٹکر ہوتی چلی آئی ہے۔ نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں پھینکا گیا۔ لیکن خداوند تعالیٰ کے حکم سے آگ ٹھنڈی ہو گئی یا بعض روایات کی رُو سے گلزار بن گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دینِ ابراہیم کی صداقت مبرہن ہو گئی۔ ان تمام واقعات سے متعلق شعرائے قدیم کے کلام میں تلمیحات و تشبیہات کا خاصا ذخیرہ ہے۔ کلامِ اقبال میں بھی تلمیحات کثرت سے موجود ہیں۔ لیکن ہم صرف تشبیہات کو پیش کر رہے ہیں۔ مثلاً۔

بُت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بُت گر ہیں
تھا ابراہیم پدر اور پسر آذر ہیں (جواب شکوہ)

موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو "آذر" اور بت گر سے تشبیہ دے کر اور اُن کے آباؤ اجداد کو "ابراہیم" اور بت شکن سے تشبیہ دے کر شرم دلائی ہے کہ تمہارے باپ دادا کیا تھے اور تم کیا ہو گئے ہو۔ آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں چچا تھا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ کیا آذر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا۔

بُت کدہ پھر بعد مدّت کے مگر روشن ہوا
نورِ ابراہیمؑ سے آذر کا گھر روشن ہوا (نانک)

یہ شعر گورو نانک کا ہے وہ خود کو بتوں سے رکھتا تھا خود کو اللہ تعالیٰ کے قریب لانا چاہتا لیکن اسلام سے دوری کی وجہ سے کافر رہا۔ اس لئے اپنے والدین کے گھر کو "بت کدہ" اور آذر کے گھر سے تشبیہ دی ہے اور بابا نانک کے وحدانیت کے عقیدہ کو نورِ ابراہیم سے تشبیہ دی ہے۔

توڑ دیتا ہے بُتِ ہستی کو ابراہیم عشق
ہوش کا دارو ہے گویا مستیِ تسنیمِ عشق (سوامی رام تیرتھ)

ابراہیم عشق استعارہ ہے۔ عشق ابراہیم کی مانند ہے جو ہر قسم کے بتوں کو توڑ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی ہستی کے بُت کو بھی توڑ دیتا ہے۔ یعنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ دوسرے مصرعہ میں مستیِ تسنیمِ عشق بھی استعارہ ہے لیکن یہ ایسی مستی ہے جو دراصل "ہوش" ہے۔

آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے (خضرِ راہ)

"آگ" "اولاد ابراہیم" اور "نمرود" تینوں بطور استعارہ بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن ان کی وجہ جامع (وجہ تشبیہ) بہت واضح ہے۔ عصرِ حاضر کی

تعلیم و تہذیب، مذہب اور مرکز سے دوری، مغرب کی کورانہ تقلید اور الحاد و بے دینی کی طرف جدید نسل کا رجحان یہ سب کیا ہے آگ ہے جس میں مسلمانوں کو جھونکا جارہا ہے یا بعض از خود اس آگ میں گر رہے ہیں اولاد ابراہیم سے مراد مسلمان ہیں اور "نمرود" غیر مسلم حکومت یا حکومت کے کل پرزے ہیں، کفر، الحاد، تہذیب و تعلیم جدید کی آگ سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔

اقبال ایک اور مقام پہ کہتے ہیں۔

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

اس شعر میں دانشِ حاضر (مغربی نظام تعلیم اور تہذیبِ جدید) کو آگ اور عذاب سے تشبیہہ دی گئی ہے اور اپنے تئیں خلیل (حضرت ابراہیم) سے اس شعر میں بھی ایک زبردست انتباہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم کی طرح دانشِ حاضر کی آگ میں ڈالا گیا ہوں۔ یعنی مغربی نظامِ تعلیم کے مطابق میں نے اعلیٰ تعلیم پائی ہے اس لئے اس کے مضرت رساں اثرات سے کما حقہٗ واقف ہوں۔ مجھ پر تو اس آگ نے اثر نہیں کیا۔ لیکن یہ ایسی آگ ہے جو عام آدمیوں کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور اس راکھ میں ایمان کی کوئی چنگاری روشن رہنے نہیں پاتی اس لئے اس آگ سے ڈرتے رہو تعلیم بھی حاصل کرتے رہو۔ لیکن اس کی ضرر رسانی سے خبردار رہو۔

یقین، مثلِ خلیل، آتش نشینی
یقین، اللہ مستی، خود گزینی

یقین کے تین مدارج ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین اگر کسی چیز کے متعلق لوگوں سے سُن سُن کر یقین ہو جائے یا اخبار و روایات کو

پڑھ پڑھ کر اس کے صحیح ہونے کا یقین آجائے تو یہ علم الیقین کی منزل ہے اور اگر جو کچھ سنا یا پڑھا ہے اسے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا جائے تو یہ عین الیقین کی منزل ہے مگر یقین کی تیسری اور آخری منزل یہ ہے کہ کسی بات کا اس طرح یقین ہو جائے کہ اس میں شک و ریب اور وہم نہ رہے اور بس۔

قصیدہ تعریف یا برائی میں لکھی جائے۔ اوّل بیت کے دونوں مصرع اور باقی اشعار کے مصرع ثانی ہم قافیہ و ردیف ہوں کم از کم پندرہ شعر ہوں۔ اعلیٰحضرت نے اس قصیدے میں "۵۰" اشعار کے مصرع اوّل و ثانی کا ردیف قافیہ ایک رکھا ہے یہ اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کی کرامت ہے پھر بھی اس کی نسبت اپنے پیر زادے کی طرف فرمادی۔

تقاضائے ادب ادب کا تقاضا بھی یہی ہے کہ شیخ یعنی مرشد کی ہر نسبت کا ادب کیا جائے جیسا کہ اہلِ حق کا شیوہ ہے۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ تو اس طریقۂ ادب میں اپنی مثال خود ہیں۔ یہاں تک کہ جن فقہا و محدثین کے ساتھ اختلاف رائے رکھتے ہیں اُن کے خلاف تحقیق کر کے ادب کے طور فرماتے ہیں کہ حضور یہ آپ کا فیض ہے جسے میں نے بیان کیا۔

تفصیل دیکھیئے فقیر کی تصنیف "تفصیلات المصطفٰے فی تعلقات احمد رضا" میں دیکھئے۔

هذا آخر رقم قلم الفقير القادری ابو الصالح

۱۷ ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ بروز شنبہ

فصلی اللہ علی حبیبہ الکریم الامین وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین

برکاتی پ

اعلیٰ حضرت مجدد برحق، امام احمد رضا محدث بریلوی
محدث اور ایک عبقری شخصیت تھے بلاشبہ ایک
آ رہا ہوتی ہیں۔

[illegible]
[illegible]

پچاس سے زائد علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی نیز
ہے ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں
ہے جس کے پڑھنے سے قاری پر عجیب سا تاثر قائم ہو
سے بے پناہ عشق ہے آپ کی شاعری عام شعراء کی
ہے اور ان کے یہاں خانہ دل کی کیفیت کے انعکاس

ثنائے سرکار ہے وظیفہ
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواہ روی

آپ کی دینی شخصیت اتنی بھاری بھرکم تھی کہ جس کی وجہ
نہ ہو سکی ورنہ آپ کی شاعری صف اول کے شعراء کی

آپ کے لکھے ہوئے سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت
کی گونج آج بھی دنیا بھر میں ہے۔ اللہ
نوازش فرمائے

اس کتاب میں آپ صرف قصیدۂ نور ملاحظہ فرمائیں گے
جتنے بھی قصائد چھوٹے بڑے شعراء نے لکھے کی
المحدث حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی نے اس
تعالیٰ اسے مقبول عام فرمائے

آمین

بلیشرز

7526320 کراچی ۔ فون:

عظیم البرکت، مجددِ دینِ اسلام کے عظیم محقق، مفکر،
اور شاہکار ہستیاں صدیوں میں بصد شہود پر جلوہ

ںمیں کوئی ذکری یادگار تصنیف ضرور یادگار چھوڑی
ں ایک آپ کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش"
اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
رح ذاتی افکار کا نہیں بلکہ قلبی واردات کا نتیجہ
کار ہے خود ہی فرماتے ہیں

قول سرکار سے ہے تحت
ی تھی ہم کیسے قولے ہے

ے آپ کی شاعرانہ شخصیت شاید زیادہ اجاگر
اعری پر غالب ہے

جب بھی نئی تعبیر نکلے گا کہ اس سے ملتے جلتے
اشعار سے یہ قصیدہ ان میں نمایاں ہے۔ شیخ
کی شرح فرمائی میری دعا ہے کہ اللہ تبارک

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری
امیر جماعت اہلسنت پاکستان کراچی

برکاتی پبلشرز

نور مینشن، کھڈہ مارکیٹ، کراچی۔ فون: 7526320

اعلیٰ حضرت مجدد برحق، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ دنیائے اسلام کے عظیم محقق، مفکر، محدث اور ایک عبقری شخصیت تھے بلاشبہ ایسی نابغہ روزگار ہستیاں صدیوں میں منصۂ شہود پر جلوہ آرا ہوتی ہیں۔

آپ ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے [illegible] علم حدیث، فقہ سے فراغت کے بعد تصنیف و تالیف و افتاء کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔

پچاس سے زائد علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی نیز ہر فن میں کوئی نہ کوئی یادگار تصنیف ضرور چھوڑی ہے ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف فرمائیں انہی میں ایک آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" ہے جس کے پڑھنے سے قاری پر جو پہلا تاثر قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق ہے۔ آپ کی شاعری عام شعراء کی طرح ذہنی افکار کا عکس نہیں بلکہ قلبی واردات کا نتیجہ ہے اور ان کے یہاں خانۂ دل کی کیفیت کے انعکاس کا ذریعہ ہے خود ہی فرماتے ہیں

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

آپ کی دینی شخصیت اتنی بھاری بھرکم تھی کہ جس کی وجہ سے آپ کی شاعرانہ شخصیت شاید زیادہ اجاگر نہ ہو سکی ورنہ آپ کی شاعری صف اول کے شعراء کی شاعری پر غالب ہے

آپ کے لکھے ہوئے سلام مثلاً

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام   شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کی گونج آج بھی دنیا بھر میں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے مزار پر انوار پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے

اس کتاب میں آپ صرف قصیدۂ نور ملاحظہ فرمائیں تو تب بھی یہی نتیجہ نکلے گا کہ اس سے ملتے جلتے بھی قصائد چھوٹے بڑے شعراء نے لکھے مگر اعتبار سے یہ قصیدہ ان میں نمایاں ہے۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا فیض احمد اویسی نے اس کی شرح فرمائی میری دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اسے مقبول و معروف فرمائے

آمین

فقیر سید شاہ تراب الحق قادری

امیر جماعت اہلسنت پاکستان کراچی